



تأليف
الدكتور طه حامد الديلمي





اس کتاب کو بغیر کسی کمی و زیادتی کے طبع یا تصویر یا ترجمہ کرا کر مفت یا مناسب قیمت پر تقسیم کرنے والے، اور اس کتاب کی مکمل نئی ترتیب دینے والے، اور اسے کیسٹ پر ریکارڈ کرنے والے، اور اسے کمپیوٹر پر لکھ کر انٹرنیٹ میں نشر کرنے والے اور سی ڈی پر نشر کرنے پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے، اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے اسلام اور سنت نبویہ پر ثابت قدم رکھے آمین:

اس کتاب کی طباعت اور ترجمہ کے حقوق ہر مسلمان کو حاصل ہیں، مولف کو ہر اشاعت و طبع کے دس نسخے مہیا کرنا ہوں گے۔

نئے طبع کی پہلی طباعت ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ جری
خیراتی تقسیم کے لیے کتاب مولف سے طلب کی جاسکتی ہے۔



فہرست

- 15----- دین کی عمارت منہدم کرنے میں فارسیوں کا کردار ●
- 16----- فارسی تشیع اور عربی تشیع ●
- 17----- عجیبوں کا حادثہ کو غلط رنگ دینا ●
- 17----- عجیبی کتب ●
- 18----- اس کا جواب جس کے پاس کوئی جواب نہیں ●
- 20----- کتاب میں میرا عمل ●
- 20----- شیعہ کے ہاں الکافی کا مقام و مرتبہ ●

پہلی فصل

- 24 قرآن مجید پر اعتراضات اور طعنہ زنی
- 24----- قرآن مجید کی حجیت کو باطل قرار دینا ●
- 24----- کتاب و سنت اختلاف ختم کرنے کے لیے مفید نہیں ●
- 26----- قرآنی آیات کی تعداد سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) ہے ●
- 27----- مکمل قرآن علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ●
- 27----- قرآن اٹھالیا جائے گا جس طرح اتر رہا ہے ●
- 27----- وہ قرآن مجید جس میں ۷۰ قریشی کافروں کے نام ہیں ●
- 28----- قرآن کا تیسرا حصہ ائمہ اور ان کے دشمنوں کے متعلق تھا ●
- 28----- قرآن مجید کے راویوں پر اعتراض اور طعن ●
- 28----- بعض تحریف (تبدیل) شدہ آیات کا تذکرہ اور مثالیں ●
- 34----- کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا ملعون ہے ●
- 34----- قرآن کی قرآن سے وضاحت کفر ہے ●
- 34----- جو کتاب اللہ کے موافق ہو لے لو اور جو مخالف ہے چھوڑ دو ●

35----- یہ روایات اسی کتاب کی دیگر روایات کی بنیاد پر مردود ہیں

36----- قرآن کے معنی میں تحریف (تبدیلی)

دوسری فصل

43 ولایت، امامت اور امام

43----- ولایت

45----- ولایت اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے

45----- مہر ولایت

46----- امامت

46----- امامت، نبوت سے اعلیٰ ہے

46----- امامت کا منکر درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے

46----- امامت کا منکر کافر اور اس میں توقف کرنے والا گمراہ ہے

46----- آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء میں سے پانچ کے علاوہ سب نے امامت کا انکار کیا

47----- امام

48----- امام رسول کے برابر ہے اور اس پر وحی ہوتی ہے

49----- زندہ اور لوگوں کے مابین متعارف امام کے بغیر مخلوق پر حجت قائم نہیں ہو سکتی

50----- چند روایت کا تذکرہ

50----- دلیل و حجت (امام) ہی دلیل کے انکاری ہیں

51----- امام کے علم کے متعلق خرافات

52----- ائمہ انبیاء سے زیادہ علم رکھتے ہیں

54----- ائمہ کی روحوں کا بیان

55----- امام سینوں کے راز جانتا ہے

56----- امام نے علم کسی سے نہیں سیکھا ہوتا

56----- امام کے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ موجود ہے

- 57----- صحیفہ، جعفر، جامعہ، مصحف فاطمہ اور دیگر من گھڑت قصے
- 58----- جب شرم نہ رہے تو پھر تو جو مرضی کرتا رہے
- 58----- لطائف اور نکات
- 58----- جھوٹے گدھے کی کہانی
- 59----- دور دراز شہر
- 59----- لومڑی کی پیٹھ
- 60----- مردہ چوہیا
- 60----- ائمہ کی فضیلت میں تحریف (تبدیلی) آیات کے چند نمونے
- 61----- تو نے وسیع کو محدود کر دیا
- 62----- ائمہ اللہ کا نور ہیں
- 62----- ہمارے پاس مزید (انعامات) ہیں
- 63----- پڑھو اور تعجب کرو
- 64----- علی مومنوں کے سب سے زیادہ حق دار ہیں
- 64----- عجیب و غریب مصیبت
- 64----- کیا آپ کو علم ہے کہ توحید کو کیسے شرک میں تبدیل کیا گیا
- 66----- یہی تو اللہ ہے۔۔۔۔۔؟
- 67----- ائمہ اللہ کی ذات سے پیدا ہوئے ہیں
- 67----- فرشتوں، جنوں اور ائمہ کے ساتھ ان کے تعلق کی جھوٹی کہانیاں
- 68----- جنوں کے متعلق
- 70----- امام کی علامات
- 71----- امام مردوں کو زندہ کرتا ہے
- 71----- امام جنت کی ضمانت دیتا ہے
- 72----- مالک الملک
- 72----- امام پر اللہ تعالیٰ یا کسی اور کا کوئی حق نہیں ہے

- 72 امام اور رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت ایک ہی طرح واجب ہے
- 73 امام کا حمل اور ولادت
- 73 امام ماں کی گود میں بھی کلام کرتا ہے
- 74 اختتامی روایت: امام کا پیشاب، پاخانہ، مسک خوشبو کی طرح ہے

تیسری فصل

- 75 مزید خرافات
- 75 نبی (ﷺ) نے وفات کے بعد علی (ؓ) کو علم کے دس لاکھ باب سکھائے
- 76 فرشتے کے چوبیس (۲۴) چہرے
- 76 حسین (ؑ) نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا
- 76 نبی (ﷺ) ابوطالب کے پستان سے دودھ پیتے تھے
- 76 حسین پیدا ہونے سے پہلے ہی فقیہ تھے
- 76 حجر اسود ولایت کی گواہی دیتا ہے
- 77 چھینک کی برکات
- 77 امام کے اشارے سے سونے کی ڈلیاں
- 78 صاحب الاقدام

چوتھی فصل

- 79 شرک اور کفر کی تفسیر

پانچویں فصل

- 86 تقیہ
- 86 تقیہ کی فضیلت
- 87 تقیہ کا دعویٰ اور بعض مثالیں
- 88 تقیہ پر عمل واجب ہے اگرچہ حق اس کے خلاف ہو
- 88 مرنے کو ترجیح دینا بھی تقیہ کے بغیر جائز نہیں ہے

- 89 امام کو سچا یا جھوٹا جواب دینے کا اختیار ہے
- 89 چند تطبیقی مثالیں
- 91 اللہ تعالیٰ کے متعلق
- 93 پڑھ اور تعجب کرو
- 94 مزید تعجب کیجئے
- 97 کس معیار پر ہم پرکھیں؟
- 97 اہل سنت کے خلاف روایت اختیار کرو
- 98 نبی (ﷺ) نے قرآن کی تفسیر فقط علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے کی ہے
- 98 اللہ تعالیٰ نے ظاہری عبادت کی اجازت نہیں دی
- 98 اپنا گھر اپنے ہاتھوں سے خراب کرتے ہیں
- 100 دین کو نقصان ہو تو تقیہ نہیں ہے
- 101 جب تجھے شرم نہ رہے پھر جو مرضی کرتا رہے
- 101 لطیفہ
- 101 اے کلینی! تم نے مجھے ہنسا ڈالا
- 102 امام لوگوں پر تلخیص کر رہا ہے

چہنی فصل

- 103 عقیدہ بداء اور جوع
- 103 اب ذرا غور کیجئے کہ کلینی کیا کہہ رہا ہے
- 105 (بداء) سے آغاز کس نے کیا؟
- 105 بداء ایک پوشیدہ علمی خزانہ ہے
- 106 اللہ تعالیٰ کئی دفعہ وقت مقرر کرتا ہے اور کئی دفعہ تبدیل کرتا ہے
- 107 موسیٰ کاظم اور حسن عسکری کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بداء
- 107 عقیدہ رجعت

ساتویں فصل

خمس، زکوٰۃ اور عام اموال

109

109-----تمام زمین امام کی ہے

109-----عالمی جغرافیہ کے متعلق امام کے عجیب تصورات

110-----امام کا علم سات زمینوں کو بھی پھاڑ رہا ہے

110-----خمس بنی عبدالمطلب کا حق

111-----خمس بنی ہاشم کے لیے ہے

111-----ائمہ پر زکوٰۃ حرام ہے

111-----زکوٰۃ لوگوں کے لیے ہے امام کے لیے نہیں

111-----نصف خمس رسول اللہ (ﷺ) کے اقرباء کے لیے ہے

111-----کیا آپ کو علم ہے کہ (مہدی) کے غائب ہونے پر خمس ساقط ہے

112-----یہ تحقیق کہ زنا کہاں پایا جائے گا

112-----خمس مطلق طور پر واجب نہیں ہے

112-----واقعات اصولوں کے خلاف ہیں

113-----امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا

114-----امام اور دراہم

115-----خمس ہر مال پر ہے

115-----مال فے، مال انفال اور خمس کی تفسیر میں اغلاط اور اختلاط

آٹھویں فصل

120

یہ کتاب تناقضات (اختلافات) کا مجموعہ ہے

120-----روح القدس

121-----روح، روح القدس اور روح الامین

122-----مزید روایات ملاحظہ ہو

- 123-----العرش
- 123-----ایک ہی روایت اختلاف پر مبنی ہے
- 123-----یہ کیسا بے معنی کلام اور یہ کیسا پوٹرن ہے
- 125-----ان معانی کو آنے والی روایت کے مطابق دیکھئے
- 126-----انبیا کی وراثت
- 126-----علم غیب
- 128-----نبی (ﷺ) کے بعد علی (ؑ) کتنی دیر زندہ رہے
- 128-----امام کو اپنی امامت کا کب پتہ چلتا ہے
- 129-----جبہ یا انگٹھی؟ اس کے باوجود کہ امام پر زکوٰۃ نہیں
- 130-----ان تناقضات (اختلافات) پر غور کیجئے
- 130-----امام کو امام ہی غسل دے
- 130-----امام کے جسم پر کتابت کا مقام
- 131-----عقیدہ بداء، علم مکشوف یا علم مکفوف (واضح یا پوشیدہ)
- 131-----کتاہیں اور وصیت کس کے پاس
- حسن اور حسین کے درمیان وقفہ ایک طہر کا ہے..... فاطمہ کو ماہواری نہ آتی تھی
- 132-----
- 132-----ان دونوں میں سے کون فضیلت والا ہے
- 133-----کافر یا نہیں
- 133-----اللہ نے انہیں زیارت کروائی
- 133-----دس نیکیاں یا دس لاکھ یا پھر کتنا؟
- 134-----لا الہ الا اللہ اعظم یا امام کی ولایت
- 134-----اسلام اور ایمان
- 135-----معصوم افضل یا غیر معصوم

135 ولایت کب نازل ہوئی

نویں فصل

137

عصمت انبیاء پر طعنہ زنی

137 دانیال علیہ السلام

137 ابراہیم واسماعیل علیہما السلام

138 آدم علیہ السلام

139 یعقوب علیہ السلام

139 یوسف علیہ السلام

140 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نوح علیہ السلام

140 انبیاء میں سے کوئی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

140 داؤد (علیہ السلام)

141 نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت کے استہزاء اور طعن و تشنیع

دسویں فصل

143

عصمت ائمہ میں طعنہ زنی

145 سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع

145 مؤلفین کی ائمہ کے متعلق طعن و تشنیع

گیارہویں فصل

147

علم کی تبلیغ یا علم کو چھپا لینا

147 تقدیر کا بہانہ بنا کر تبلیغ و دعوت کا کام نہ کرنے کا حکم

148 جب سے اللہ تعالیٰ نے دین اتارا وہ پوشیدہ ہی ہے

148 دین کو چھپانے میں عزت اور نشر کرنے میں ذلت ہے

149 مزید تعجب کیجیے

بارہویں فصل

- 150 امتِ اسلام کی تکفیر اور امتِ عرب پر طعن و تشنیع
- 150 صحابہ کی تکفیر، جو کہ امت کے بہترین لوگ ہیں
- 150 خلفائے راشدین کی تکفیر، وہ سب سے بہتر اور عظیم ہیں
- 151 بقید امت کی تکفیر (جو کہ سب سے بہترین امت ہے)
- 151 اہل مکہ و مدینہ و شام کا کفر عیسائیوں سے زیادہ شدید ہے
- 151 اہل بصرہ کی تکفیر
- 152 امتِ اسلام پر لعنت اور خنازیر سے مشابہت
- 152 جو مسلمان شیعہ نہیں وہ ذمی (کافر) سے بھی بدتر ہے
- 152 عرب شیعوں پر بھی طعنہ زنی کا مظاہرہ
- 153 جو شیعہ نہیں اس کا مال حلال ہے
- 153 عربوں کے نسب میں طعن و تشنیع

تیرہویں فصل

- 154 بیت اللہ اور حج بیت اللہ کا مذاق
- 154 کعبہ کا طواف جاہلیت والا طواف ہی ہے
- 156 اللہ تعالیٰ (نحوذ باللہ) قبروں کی زیارت کرتا ہے
- 156 کعبہ میں قبریں
- 156 حج جاہلیت کا کام ہے
- 156 کعبہ تو فقط پتھر ہیں

چودھویں فصل

- 157 عقیدہ حلول، مہدی منتظر اور دیگر اشیاء
- 157 ائمہ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے
- 157 آدم علیہ السلام کی روح اللہ تعالیٰ کی اپنی روح سے ہے

- 157 ----- اللہ کے اسماء (نام) اور صفات مخلوق ہیں
- 158 ----- حسن عسکری کا کوئی وارث نہیں
- 158 ----- مہدی قتل کے خوف سے غائب ہو گئے
- 159 ----- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے
- 160 ----- حسین رضی اللہ عنہ کا سر شام نہیں لایا گیا
- 160 ----- قبر فقط چار انگلیاں بلند ہونی چاہیے
- 161 ----- موسیٰ کاظم نے ہارون الرشید کی اطاعت کا حکم دیا
- 161 ----- اولاد حسن کے لیے کچھ نہیں ہے..... آخر کیوں؟
- 161 ----- شیعہ ابو جعفر سے پہلے دین کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے
- 162 ----- ابوطالب کو علم غیب تھا
- 162 ----- ابوطالب کو علم غیب جانتے ہیں
- 162 ----- تیسری گواہی
- 163 ----- یوسف علیہ السلام کی قمیص
- 163 ----- عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا ترک کرنا۔
- 164 ----- گردی جن ہیں
- 164 ----- زنجی جلی بھنی مخلوق

پندرہویں فصل

165 اخلاق و عادات اسی طرح ہی تباہ ہوئے

165 ایمان فقط امام پر اعتقاد کا نام ہے عمل کی ضرورت نہیں

166 نصرانیوں کا عقیدہ فدا

166 مختص

166 تمہارا کیا خیال ہے

167 شیعان علی کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہیں

168 شیعہ کے گناہ دوسروں کی نیکیوں سے اچھے ہیں

- 168 ----- یومیہ چالیس کبیرہ گناہ خطرناک نہیں
- 168 ----- اے قاری! غور کرو
- 168 ----- مزید خرافات کا مطالعہ کیجئے

سولہویں فصل

17 اخلاقی اور جنسی خرافات

- 171 ----- عورتوں کی محبت
- 171 ----- امام کا عورتوں کے ساتھ مشغول ہونا
- 171 ----- عورتوں کے اوصاف کے متعلق غیر اخلاقی گفتگو
- 172 ----- مقام پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ استہزاء
- 172 ----- نبی (ﷺ) کے متعلق اگر ان کا خیال یہ ہے تو عام لوگوں کے متعلق کیا ہوگا؟
- 172 ----- نبی (ﷺ) غمگین ہے مگر کیوں؟
- 172 ----- گاجر ڈکڑ کر کو طاقتور کرتی ہے
- 173 ----- امام جنسی ادویات کا ماہر
- 173 ----- باقر لوگوں کے سامنے حمام میں بغیر کپڑوں کے
- 173 ----- امام کا نام استعمال کر کے عریانی کی دعوت
- 174 ----- کافر عورتوں کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے
- 174 ----- خوبصورت عورت کو دیکھنا جائز ہے
- 175 ----- عورت کی توہین کی بعض صورتیں
- 175 ----- عورت کی دیر حلال ہے
- 175 ----- دو عورتوں کے درمیان سونا صحیح ہے
- 175 ----- عورتوں کو تعلیم نہ دو
- 175 ----- عورتوں کو سورہ یوسف نہ پڑھاؤ

- 176-----انصاف سے کام کیوں نہیں لیتے ہو
- 176-----ہاشمی اور قریشی خواتین کی توہین
- 177-----ابوالحسن رضا (امام) کی بیٹیاں
- 177-----نبی (ﷺ) اور آپ کی بیٹیوں کی توہین
- 177-----دلی اور گواہوں کے بعد شادی
- 177-----غلام کی بیوی سے محبت جائز ہے
- 178-----شرمگاہیں ادھار پر
- 179-----مسک الختام: متعہ کا بیان
- 179-----ندولی نہ گواہ
- 179-----مہر متعہ کی ادنیٰ مقدار
- 179-----کنواری سے تمتع
- 180-----واضح زنا، جس کا نام متعہ ہے
- 180-----ابوجعفر اپنی عورتوں کے لیے متعہ پسند نہ کرتے تھے
- 180-----جعفر اس سے منع کرتے تھے
- 180-----تمتع اور استغفار
- 180-----پاکیزگی کا معیار
- 181-----فحش گوئی باعث سکون
- 181-----حرام کاری کو جائز قرار دینا
- 181-----اہم نوٹ
- 181-----نیکیاں اور درجات بغیر حساب و کتاب

سترہویں فصل

- 182-----الحاتمہ: کلینی کا اعتراف کہ اس کی روایات عقل کے خلاف ہیں
- 183-----آخر میں چند سوال

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العلمین ، اللهم صل وسلم علی سیدنا محمد
وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین .
أما بعد

جب اسلام فارس میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگ تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

① ایک گروہ نے اسلام قبول کر لیا۔

② ایک گروہ نے فقط اسلام کا زبان سے اظہار کیا۔

③ ایک گروہ اپنے سابقہ عقائد و نظریات پر قائم رہا۔

پہلا گروہ: ان کی مزید دو قسمیں ہیں

① جس نے صحیح طریقے سے اسلام قبول کیا۔ اپنے ایمان اور عقیدہ کی اصلاح کی

② وہ اسلام میں داخل تو ہوئے مگر انہوں نے اسلام سیکھنے کی قطعاً کوشش نہیں کی۔ اسلام

قبول کرنے کے باوجود ان کے ہاں سابقہ نظریات اسی طرح موجود رہے یا تو غالب طور پر یا

پھر کچھ نہ کچھ۔ لوگوں کی اکثر تعداد اسی طرح ہے۔ یہ چیز ان کے ذہن یا پھر ان کے رویوں

میں بہت حد تک موجود ہے۔ یعنی ان میں سابقہ دین کی خامیاں موجود ہیں۔

دوسرا گروہ: تاریخی اعتبار سے یہ زنادقہ اور شعوبین کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ وہ لوگ

ہیں جنہوں نے اسلام ظاہر کیا مگر باطن میں مجوسی (آگ پرست) تھے۔ یہ فارسی عنصر (اصلیت)

کو عربی عنصر پر فوقیت دیتے تھے۔ انہوں نے دین کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا اور دین کی

عمارت منہدم کرنے کی کوشش کی۔

تیسرا گروہ: اس کا کفر واضح تھا اس لیے یہ دین اسلام کو اتنا نقصان نہ پہنچا سکا جتنا پہلے فرقہ نے

پہنچایا ہے۔

دین کی عمارت منہدم کرنے میں فارسیوں کا کردار

ان لوگوں نے اس مقصد کے لیے بہت سے طریقے استعمال کیے، ان میں سے ایک

احادیث کو توڑ موڑ کر پیش کرنا اور جھوٹی روایات بنانا ہے۔ یہ طریقہ سادہ لوح مسلمانوں کی

ایک بہت بڑی تعداد کو دھوکہ دینے ان کو شیعیت کے پردے میں تیار کی گئی دین باطل کی عمارت میں داخل کرنے، وضع کردہ ومن گھڑت روایات کے ساتھ ان کا تعلق قائم کرنے اور عبادات و عقائد کے متعلق بنائی گئی وضع کی گئی ان جھوٹی روایات کی تشہیر میں بہت معاون ثابت ہوا، جو انہوں نے اہل بیت کے ثقہ (با اعتماد) ائمہ کی طرف منسوب کی ہیں۔

فارسی تشیع اور عربی تشیع

مذکورہ حیلہ کی بنا پر یہ زندیق لوگ شیعیت کو سیاسی مسئلہ سے دینی مسئلہ بنانے میں انتہائی حد تک کامیاب ہوئے ہیں اور تاریخ تشیع میں خطرناک حادثہ تحریف کا سبب یہی ہے۔ اس بنا پر ایک دین وجود میں آیا جس کے اصول، فروع، عقیدہ، شریعت اور اخلاق و سلوک سب کچھ خود ساختہ تھا۔ باطل شریعت درحقیقت محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مقابلے میں بنا کر یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ حقیقی دین یہی ہے۔

تشیع کی اصل بنیاد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بجائے حق پر سمجھنے کا عقیدہ اور ان کی محبت و نصرت کا دعویٰ ہے۔ دونوں بزرگوں میں اختلاف کی وجہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کا مطالبہ ہے۔ اس سیاسی اختلاف نے عسکری (فوجی) اختلاف کی شکل اختیار کر لی۔ پھر جنگ و جدل اور مختلف حوارث جنم لیتے رہے تا آنکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔ پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ ان تمام امور کا دین سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ اختلاف دینی نہیں بلکہ سیاسی تھا اور یہ تنازع عسکری تھا اس بنا پر پہلی دفعہ امت مسلمہ تقسیم ہو کر رہ گئی۔ جب یہ فتنہ ختم ہوا اور امت کے اختلاف نے قرار پکڑا تو شیعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر متفق ہو گئے، اس مفہوم میں یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کا نعرہ لگا کر میدان میں آئے۔ تاریخی اعتبار سے تشیع اسی سیاسی اور عسکری اختلاف کا نام ہے۔ اسی کو ہم تشیع عربی کہتے ہیں۔

شریف رضی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اہل شام کے لشکر کے متعلق فرمایا جو دو حصوں میں منقسم تھا ”ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے ان کی کج روی، شبہ اور تاویل (تفسیر) کی بنا پر لڑ رہے ہیں۔“ نہج البلاغہ: ۱/۲۳۶۔

انہوں نے مزید فرمایا: ”ہمارا رب ایک ہے، نبی ایک ہے، ہماری اسلام کی دعوت بھی ایک ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے متعلق ہمارے ایمان میں ہمیں زیادہ نہیں کر سکتے اور نہ ہم ان کے ایمان میں ان کو زیادہ کر سکتے ہیں۔ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبے میں بھی ان سے الگ نہیں ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ہم ان کے خون سے بری الذمہ ہیں۔“

نہج البلاغہ: ۳/ ۱۱۴

عجمیوں کا حوادث کو غلط رنگ دینا

فارسیوں نے حوادث کو غلط رنگ دیا تا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ان میں کمی زیادتی کر سکیں اور ایک خالص سیاسی مسئلہ کو مذہبی، دینی اور اعتقادی رنگ دے سکیں اور جس طرح چاہیں ان واقعات کو اپنے سیاسی مفادات کے لیے استعمال کر سکیں، تو انہوں نے اس خالص سیاسی واقعہ کو مذہبی واقعہ میں تبدیل کر دیا۔

آہستہ آہستہ انہوں نے اس کے لیے اصول و قواعد بنائے اور ان سے فروعات نکالیں اور جھوٹی احادیث گھڑ کر اپنے مقاصد پورے کیے یہ سب کچھ شیعیت اور اہل بیت پر رونے کے پس پردہ کیا گیا۔ عوام الناس خصوصاً عجمیوں میں یہ حیلہ انتہائی کامیاب رہا۔ خراسان کے آس پاس اس کی خوب ترویج ہوئی اس علاقے کے لوگ اکٹھے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ یہاں کئی لوگوں نے علما کا لبادہ اوڑھا کوئی ایک محمد باقر یا جعفر صادق یا اہل بیت کے کسی فرد کی طرف منسوب جھوٹی روایات بیان کرتا۔ عوام الناس کے لیے ان ائمہ کی طرف نسبت ہی کافی تھی اگرچہ وہ روایت عقل و نقل کے مخالف ہی کیوں نہ ہوتی۔

عجمی کتب

عجمیوں نے اس طریقے کے پیش نظر بہت سی کتب لکھ ڈالیں، ان میں سے بعض کتب وہ ہیں جن کو شیعہ مذہب کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے وہ اس مذہب کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً۔ کتب اربعہ

① الاستبصار

② التہذیب

یہ دونوں کتب الطوسی کی ہیں

③ فقیہ من لا یحضرہ الفقیہ۔ للقمی

④ الکافی۔ للکلینی

یادر ہے کہ ان تمام کتب کے مؤلفین عجمی ہیں اور ان میں کوئی ایک بھی عربی نہیں، ان چاروں کتب میں سے شیعہ کے ہاں سب سے قابل اعتماد الکافی ہے کیونکہ اسے تمام معتبر علمائے شیعہ نے قابل اعتماد اور بنیادی کتاب قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس کے متعلق اسلام کی سب سے صحیح ترین کتاب ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے، جن میں سے دو اصول، پانچ فروع جبکہ آخری جلد الروضۃ کے نام سے مشہور ہے۔

شیعہ کتب کے مطالعہ کے دوران میں الکافی کا تذکرہ بار بار پڑھا تو میں نے اس کے بعض حصوں پر سرسری نظر ڈالی تو میں حیران رہ گیا کہ ایسی کتاب میں ایسی واہیات باتیں ایک ایسا شخص کیسے لکھ سکتا ہے جو دین کا نمائندہ اور عالم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے مصمم ارادہ کیا کہ میں اس کتاب کے اقتباسات اپنے ان شیعہ دوستوں کے سامنے رکھوں جو دل کے سچے ہیں اور وہ فقط حق کے متلاشی ہیں، وہ بے چارے طبیعت کے اچھے ہیں مگر سیاسی مدار یوں اور فارسی زندیقیوں کے ہاتھوں اہل بیت کی محبت اور اپنی سادگی کی وجہ سے کھلونے بنے ہوئے ہیں۔ یہ محبت ہر اس شخص کے دل میں موجزن ہے جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، محمد ﷺ کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو ایسی بصیرت عطا فرمائے گا کہ جس کی روشنی میں انہیں فارسیوں اور اس بدترین تشیع کے درمیان مضبوط تعلق کا ادراک ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو معاملہ اپنے آپ ختم اور حقیقت واضح ہو جائے گی۔

اس کا جواب جس کے پاس کوئی جواب نہیں

ہم نے الکافی کی بعض روایات شیعہ کے سامنے ذکر کیں تو ان میں سے کچھ تو سخت حیران و پریشان ہوئے اور ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور بعض نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ اور بعض نے جواب حاصل کرنے کے لیے کوشش کی اور وہ کچھ کہا

جو اسے سکھایا گیا کہ اس میں ساری روایات صحیح نہیں جن روایات پر اعتراض کیا جا رہا ہے وہ ضعیف ہیں۔ یہ تو کوئی جواب نہیں کیونکہ یہ ایسا جواب ہے جس کی کوئی حد بندی نہیں اور نہ ہی کوئی حقیقت ہے کہ جس پر اس کی انتہا ہو سکے یہ فقط باتیں ہیں جن کی بنیاد پر وہ عوام الناس کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اس نقصان سے بچ سکیں جس میں وہ واقع ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ یہ اعتراف اور اعلان کرتے ہیں کہ یہ کتاب ان کے ہاں سب کتب سے بلند اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔

اس علمی جواب کے لیے لازم ہے کہ علما اکٹھے ہوں اور متفق ہو کر ان روایات کو محدثین کے وضع کردہ اصول حدیث کی بنیاد پر اکٹھا کریں اور صحیح روایات کو ضعیف روایات سے الگ کریں اور ثابت شدہ روایات سے دلیل پکڑیں، مگر شیعہ کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اگرچہ کچھ انفرادی کوشش ہوئی جیسا کہ قدیم شیعہ میں محمد باقر مجلسی جبکہ لوگوں میں محمد باقر بہبودی عبدالحسین مظفر ہیں مگر یہ کوشش غیر متفقہ ہے اور اسے جمہور یا علما کی اکثریت کی رائے نہیں کہا جاسکتا۔ یہ چند مخصوص لوگوں کی کوشش ہے اور یہ بھی مشکوک ہے کیونکہ اس کتاب کو اس طرح ہی قبول اور پسند کیا جاتا ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو، محمد باقر مجلسی نے اس کتاب کی شرح مرآۃ العقول کے نام سے لکھی جس میں الکافی کی ہزاروں روایات کو ضعیف قرار دینے کے بعد لکھا ”کتاب الکافی کے اصول زبردست اور جامع و مانع ہیں، یہ تمام کتابوں سے بہترین اور عظیم ترین ہے۔“ (مرآۃ العقول ۱/۳)

میں نے بہت سے کبار شیعہ علما کو دیکھا ہے وہ اس کتاب کی تمام روایات کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی وضاحت آگے آرہی ہے ان کی عبارت یہ ہے ”الکافی کی ہر جلد صحیح روایات پر مبنی ہے۔“ یہ باتیں حقیقت پر مبنی ہیں یہ کہنا کہ یہ کتاب مقابلہ کرنے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے بہت ہی مقبول ہے تو یہ بات صحیح نہیں، یہ ملمع سازی ہے جو کسی حق پسندی کا دعویٰ کرنے والے کو زیب نہیں دیتی اور ہر صاحب شعور اس ملمع سازی کو آسانی سے پہچان سکتا ہے۔

پھر ہم یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ اس کتاب میں ضعیف روایات واقعتاً ضعیف احادیث

کی ہی قسم ہے کہ جب انہیں پہچان لیا گیا تو شک ختم ہو گیا کہ باقی کتاب قابل اعتماد ہے یا پھر وہ قسم ہے کہ جب کتاب میں پائی جائے تو مؤلف کتاب اور کتاب میں شک و شبہ اور طعن (اعتراض) کا باعث ہے۔

یقیناً اس کتاب میں ایسی روایات موجود ہیں جن کا کچھ حصہ بھی کوئی مسلمان ہاتھ سے لکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا اور یہ اس کثرت سے ہیں کہ اس کتاب کو ان سے پاک کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ اس کتاب کی بنیاد ہیں اور ان کی وجہ سے ہی مؤلف نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔

ہم کتب احادیث میں سے بعض روایات پڑھتے ہیں جنہیں محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مثلاً ”جو اللہ تعالیٰ کے پاس پاکدامنی کے ساتھ حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے پورے اسلام کا ثواب عطا فرمائے گا“ حافظ عراقی کہتے ہیں: اس کی اصل کا مجھے علم نہیں ہے۔

ایسی احادیث برتن میں تنکا ہونے کی مانند ہیں جس کو نکالنے کے بعد برتن سے پینا ممکن ہوتا ہے مگر تم ایسے برتن کا کیا کرو گے جس کے عین درمیان میں نجاست ہے اور جو کچھ اس میں ہے اسے بہایا بھی نہیں گیا۔ زہر کا ایک قطرہ کھانے کو زہر آلود کرنے اور اس کو پھینکنے کے لیے کافی ہوتا ہے لیکن اگر زہر کثرت سے پھیلا ہوا ہو تو اس کا کیا علاج ہے۔

کتاب میں میرا عمل

میں نے کتاب کے اصول اور شروع سے چند نمونے جمع کیے ہیں میرے خیال سے یہ کافی ہیں کیونکہ قاری ان پر بقیہ روایات کو قیاس کر سکتا ہے تاکہ اس کے سامنے ایک صورت واضح ہو جائے۔ میں نے روایات ذکر کرنے کے بعد کوئی زیادہ تبصرہ نہیں کیا کیونکہ وہ خود ہی اپنی حقیقت بیان کر دیتی ہیں۔ میں نے چاہا کہ قاری خود ہی ان پر حکم لگائے۔

میں نے ان روایات کی اسناد کو بھی چھیڑنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ ان کا متن ہی ان پر حکم لگانے کے لیے کافی ہے میں نے اسناد کو متن کے ساتھ ذکر کرنا فضول اور بے کار سمجھا ہے کہ اس سے بچنا ہی چاہیے بہتر ہے۔

شیعہ کے ہاں الکافی کا مقام و مرتبہ

یہاں پر شیعہ علماء اور ان کے خیالات ذکر کیے جا رہے ہیں جن کو میں نے مقدمہ سے ذکر

کیا ہے جسے استاد ڈاکٹر حسین علی محفوظ نے پہلی جلد میں تحریر کیا ہے یہ کتاب ۱۳۸۱ھ میں طبع ہوئی ہے۔

① ڈاکٹر حسین علی محفوظ خود اپنے مقدمہ میں کہتے ہیں: کلینی کی سیرت کتب تاریخ، کتب رجال اور کتب مشائخ میں مشہور و معروف ہے۔ ان کی کتاب النقیس الکبیر (الکافی) طبع شدہ ہے۔ اس کتاب کے نصیب میں شہرت، بلند ذکر اور ہر سو متعارف ہونا لکھا تھا۔ اہل فقہ اس سے قطعاً لاپرواہ نہیں ہو سکتے۔ حدیث کا علم حاصل کرنے والے لائق افراد لوگ اس سے بصیرت حاصل کرتے ہیں۔ یہ کتاب نبوت کا نشان اور آل محمد ﷺ کے علم کا گہوارہ ہے اور اہل بیت کی شریعت کی بنیاد ہے۔ شیعہ روایات کو نقل کرنے والے اس پہ اعتماد کرتے ہیں۔ استخراج احکام میں بھی یہی اصل بنیاد ہے۔ یہی کتاب علمی وراثت بننے کے لائق ہے۔ پڑھنے پڑھانے کے قابل ہے۔ اس کی بہترین روایات سنہری کلام اور بہترین احکام پر توجہ دی جانی چاہیے۔ (ص: ۹۸ مقدمہ)

② کتاب کا مؤلف کلینی کہتا ہے۔ کتاب الکافی میں دینی علوم کے تمام فن جمع ہیں۔ یہ جہاں ایک طالب علم کے لیے رہنمائی ہے وہاں ہدایت کا متلاشی بھی اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جو صادق لوگوں سے روایت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کتاب سے حاصل کرتا ہے۔ (اصول الکافی: ۸۰)

③ شیخ مفید کہتے ہیں: الکافی سب سے بہترین اور سب سے فائدہ مند کتاب ہے۔ (مقدمہ تصحیح الاعتقاد۔ ص: ۲۶)

④ شہید محمد بن مکی کہتا ہے: کتاب الکافی شیعہ کی بہترین کتاب ہے۔ (ص: ۲۷، مقدمہ بحار الانوار: ۲۵/۶۷)

⑤ محقق علی بن عبد العالی الکرکی نے کہا: حدیث کی سب سے عظیم اور بڑی کتاب کتاب الکافی ہے۔ اس جیسی کوئی اور کتاب نہیں ہے۔ اس میں احادیث اور اسرار شریعت جمع ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں ہیں۔ (مقدمہ: ۶۷)

⑥ فیض کہتا ہے: الکافی تمام کتابوں سے عظیم تر، کامل ترین، جامع مانع اور شرف و فضل والی

ہے کیونکہ یہ اصول دین پر مشتمل ہے اور فضول عبارات سے خالی ہے۔

(ص: ۲۷، کافی سے ماخوذ ہے، ص: ۶، طبع طهران ۱۳۱۴ھ)

⑦ شیخ علی بن محمد بن الشہید الثانی کا کہنا ہے: کتاب الکافی ایک صاف شفاف چشمہ ہے میری عمر کی قسم! کوئی مؤلف ایسی کمال کتاب تحریر نہیں کر سکا۔ مؤلف کافی کی عظمت و جلالت صاف اور ظاہر ہے۔ (الدر المنظوم سے ماخوذ، ص: ۲۷)

⑧ محمد امین استرآبادی کا کہنا ہے: ہم نے اپنے اساتذہ علامہ شاخ سے سنا ہے کہ اسلام میں اس جیسی کوئی کتاب تحریر نہیں کی گئی ہے۔ (متدرک الوسائل سے ماخوذ ہے، ۵۳۲/۳، ص: ۲۷)

⑨ مجلسی کہتا ہے: کتاب الکافی اصول کی سب سے بہترین کتاب ہے اور شیعہ مسلک کی سب سے بنیادی اور بہترین تالیف ہے۔ (مرآۃ العقول: ۳/۱)

⑩ بعض فضلانے کہا: کتاب الکافی عقائد، اخلاق، آداب، فقہ اور تمام فنون میں اول تا آخر بہترین ہے۔ ایسی احادیث عام کتابوں میں کہاں مل سکتی ہیں، دیگر کتب علوم و فنون کی احادیث کو جمع کرنے اور علم الہی جو کہ عصمت و عفت اور رحمت والے گھر سے ماخوذ ہے کے حصول میں الکافی کے برابر نہیں ہیں۔

⑪ بعض علما کا کہنا ہے کہ یہ الکافی امام القاسم پر پیش کی گئی تو انہوں نے اسے پسند کیا اور کہا: یہ ہمارے شیعہ کے لیے کافی ہے۔ (ص: ۲۵، فتیہ المقال: ۲۹۸؛ الصافی: ۳/۱؛ روایات الجہان: ۵۵۳)

شیعہ کافی کے صحیح ترین ہونے کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ الکافی امام نے تھوڑی مدت کے لیے غائب ہونے کے دوران لکھی۔ اگر اس میں کوئی چیز ایسی ہوتی جس کی نسبت اہل بیت کی طرف درست نہیں تو اسے امام مہدی اپنے سفیروں اور قاصدوں کے ذریعے واضح کر دیتے۔ یہ عجب منطقی استدلال ہے۔

ہم اس کے انتظار میں ہیں۔

اس صورت حال کے باوجود ہماری دلی تمنا ہے کہ شیعہ اپنی کتب کو ان روایات سے پاک کریں ہم انتظار کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ مگر ہمیں علم ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ ہمیں تو یہی یقین ہے۔ میدان ہمارے سامنے ہے۔ ہماری تمنا ہے صاف دل رکھنے والا شیعہ اور سنی اس

بات سے آگاہ ہو اور مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد میں مائل اس خلیج کو ختم کیا جاسکے جو بہت گہری اور وسیع ہو چکی ہے۔

اے اللہ! ہمیں اور ہمارے دلوں کو بصیرت عطا فرما اور ہمیں حق بات پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

بروز منگل۔ ۱۷/۴/۱۴۱۶ھ۔ بمطابق ۱۹۹۵ء

جامع مسجد زین العابدین

محلہ مہندسین۔ بابل، عراق

پہلی فصل

قرآن مجید پر اعتراضات اور طعنہ زنی

قرآن مجید کی حجیت کو باطل قرار دینا

ابن سکیت نے ابی الحسن (علیہ السلام) سے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کو عصا (ڈنڈا) اور ید بیضاء دے کر کیوں مبعوث فرمایا جو کہ جادو کا آلہ تھا اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو طب کا آلہ دے کر کیوں بھیجا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فن خطابت اور فن کلام کے ساتھ کیوں مبعوث فرمایا۔ تو ابوالحسن (علیہ السلام) نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو ان لوگوں میں جادو عام تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کچھ دیا جو لوگوں کے پاس نہ تھا جس کے ذریعے جادو گروں کا جادو ختم ہو گیا اور ان پر حجت قائم ہو گئی (پھر انہوں نے ابوالحسن (علیہ السلام) نے اسی طرح عیسیٰ (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیا) پھر فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمایا تو ان کے دور میں خطابت اور ادب کا زور تھا (اور شاید شعر کا ذکر بھی انہوں نے کیا) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف سے مواعظ و حکمت عطا کی جس نے (کفار) کے (شعر و ادب و خطاب) کو مات دے دی۔ راوی کہتے ہیں۔ ابن سکیت نے پوچھا: آج لوگوں کے لیے کون سی حجت ہے تو انہوں (ابوالحسن) نے فرمایا آج تو حجت عقل ہے۔ عقل کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کے متعلق سچ اور جھوٹ کی پہچان کر سکتا ہے اور سچ کی تصدیق کرے گا اور جھوٹ کی تکذیب کرے گا۔ تو ابن سکیت نے کہا: اللہ کی قسم! یہ بہت بہتر جواب ہے۔

کتاب و سنت اختلاف ختم کرنے کے لیے مفید نہیں

ایک شامی باشندے اور ہشام بن حکم کے درمیان مناظرہ ہوا جبکہ امام جعفر یہ مناظرہ دیکھ بھی رہے تھے اور غور سے سن بھی رہے تھے۔ انہوں نے ہشام کے کلام کی تائید کی جس میں ہے کہ شامی نے کہا: اے نوجوان! مجھ سے اس کی امامت کے متعلق سوال کرو ... یہ سن کر ہشام

ہم اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ یہ روایات امام جعفر صادق یا اہل بیت کے کسی دیگر امام سے مروی ہیں۔ مگر ہم نے ان کو اسی طرح بیان کیا ہے جیسے کتاب (الکافی) میں ان کی نسبت بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ نقل معلومات میں دیانت کا تقاضا یہی ہے۔ اصول الکافی ۱/۲۳۔

غصہ میں آ گیا حتیٰ کہ کانپنے لگا۔ پھر اس نے شامی سے کہا: تمہارا رب اپنی مخلوقات کا کچھ خیال رکھتا ہے یا ان کو ان کے حال پر چھوڑ رکھا ہے۔ شامی نے کہا: میرا رب اپنی مخلوقات کا خیال رکھتا ہے۔ ہشام نے کہا: اس نے ان کے لیے کیا کیا ہے؟ یعنی کیسے ان کا خیال رکھا ہے؟

اس نے کہا کہ اللہ نے ان کے لیے حجت اور دلیل قائم کی تاکہ وہ آپس میں اختلاف اور جھگڑا نہ کریں اس نے پوچھا: وہ دلیل کیا ہے؟ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ۔ ہشام کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے کے بعد کیا ہے؟ شامی نے کہا: کتاب و سنت، ہشام نے کہا: کیا موجودہ دور میں ہمارے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے کتاب و سنت مفید ہے۔ شامی نے کہا: ہاں، ہشام نے کہا: تو پھر شام سے آ کر میرے ساتھ کیوں اختلاف کر رہا ہے؟ تیرا اور میرا اختلاف کیوں؟ شامی خاموش ہو گیا۔ ابو عبد اللہ (امام جعفر علیہ السلام) نے شامی سے کہا: تو یہ خاموش کیوں ہو گیا ہے؟ شامی نے عرض کیا: اگر میں یہ کہوں کہ ہمارا کوئی اختلاف نہیں تو یہ جھوٹ ہے۔ اگر میں کہوں کہ کتاب و سنت ہمارے اختلاف کو ختم کرنے کا ذریعہ ہیں تو یہ باطل ہوگا کیونکہ کتاب و سنت کے کئی مفہوم ہیں اور اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے اختلاف کی شکل میں ہم میں سے ہر ایک حق پر ہے تو پھر ہمیں کتاب و سنت فائدہ نہیں دے سکتے۔

(یہ مناظرہ ہوتا رہا حتیٰ کہ ہشام نے کہا: اس وقت ہمارے زمانہ میں حجت اور دلیل) یہ ہیں جو ہمارے درمیان بیٹھے ہیں جن کی طرف رخت سفر باندھا جاتا ہے، جو ہمیں زمین و آسمان کی خبریں سناتے ہیں، یہ علمی وراثت انہوں نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے حاصل کی ہے۔ (۱/۱۷۱، ۱۷۲)

میں کہتا ہوں: اگر اختلاف کی صورت میں ہمارے لیے کتاب و سنت مفید نہیں اور اختلاف ختم نہیں ہو سکتا جبکہ حجت اور دلیل عقل ہے اور (یہ ہے جو بیٹھا ہے) وہ بھی اب غیر موجود ہے اور رسول کریم ﷺ بھی دنیا سے چلے گئے۔ تو انسان دینی رہنمائی کہاں سے لے؟ کیا کتاب و سنت اختلافی مسائل کے حل میں مفید نہیں بلکہ یہ تو امام ہے۔

میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ روایت اس سے ماقبل روایت اور اس طرح کی دیگر روایات کا مقصد امت مسلمہ کی نظر میں کتاب و سنت سے ہٹانے کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہ کہ مسلمان کتاب

اللہ اور سنت رسول (ﷺ) سے قطع تعلقی کریں۔ یہ لوگ کتاب و سنت کے مقابل ایسی چیز لوگوں کو دینا چاہتے ہیں جس کی قطعاً کوئی حقیقت نہیں ہے تاکہ لوگ بے دین ہو جائیں اور شکوک و شبہات کا شکار ہو کر تباہ ہو جائیں۔

قرآنی آیات کی تعداد سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے مروی ہے کہ وہ قرآن جو جبرائیل (علیہ السلام) محمد (ﷺ) کی طرف لے کر آئے تھے وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ ۶۳۴/۲

ہمارے پاس جو قرآن مجید ہے اس کی آیات چھ ہزار اور دوسو سے کچھ کم ہیں۔ وہ قرآن کہاں ہے جس کی آیات کی تعداد اس قدر زیادہ ہے۔ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل روایات میں موجود ہے۔

حقیقی قرآن علی (علیہ السلام) نے چھپالیا تھا کہ اب امام مہدی کے پاس ہے۔

سالم بن سلمہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس قرآن کا کچھ حصہ پڑھا جبکہ میں سن رہا تھا مگر یہ قرآن وہ نہ تھا جو لوگوں کے پاس ہے۔ تو ابو عبد اللہ (یعنی امام جعفر علیہ السلام) نے کہا یہ تلاوت بند کرو وہ قرآن ہی پڑھو جو لوگوں کے پاس ہے حتیٰ کہ قائم (مہدی) کا ظہور ہو جائے۔ جب وہ آئے گا تو اصل کتاب اللہ کی تلاوت ہوگی۔ پھر انہوں نے ایک مصحف (قرآن) نکالا، جسے علی (علیہ السلام) نے تحریر کیا تھا پھر کہنے لگے یہ قرآن علی (علیہ السلام) لوگوں کے پاس لے کر آئے تھے جبکہ وہ اس کو مکمل لکھ چکے تھے اور کہا: لوگو! یہ اللہ عز و جل کی کتاب ہے جسے اللہ نے محمد (ﷺ) پر نازل کیا ہے اور میں نے اسے دو گتوں کے درمیان سے لکھا اور جمع کیا ہے۔ لوگوں نے کہا: ہمارے پاس تو پہلے ہی ایک مصحف ہے جس میں قرآن مکمل طور پر موجود ہے، ہمیں آپ کے قرآن کی ضرورت نہیں ہے، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم آج کے بعد اسے دیکھ بھی نہ سکو گے میرے اوپر تو تم کو بتانا لازم تھا کہ میں نے اس کو جمع کیا اور لکھا ہے تاکہ تم اس کی تلاوت کرتے رہو۔ ۶۳۴/۲

ہمارے ہاں مشہور ہے کہ قرآن مجید کی آیات ۶۶۶۶ ہیں یہ بات صحیح نہیں اور فن قرآن کے ماہرین قرآن کو ام بھی قرآن مجید کی آیات کی تعداد کے متعلق اس مشہور بات سے اتفاق نہیں کرتے ہیں۔

اس طرح اس قرآن کا قصہ ختم ہو گیا اور دنیا سے اس کا وجود غائب ہو گیا۔

مکمل قرآن علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا

اس کے تحت باب قائم ہے ”مکمل قرآن فقط ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ہی جمع کیا ہے“ ابو جعفر (علیہ السلام) نے کہا: لوگوں میں سے جس کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ اس نے مکمل قرآن عین اسی طرح جمع کیا جیسے نازل ہوا تو وہ جھوٹا ہے۔ مکمل قرآن جیسے نازل ہوا، اس طرح تو فقط علی بن ابی طالب (علیہ السلام) نے جمع کیا اور ان کے بعد ائمہ نے جمع کیا ہے۔

قرآن اٹھالیا جائے گا جس طرح اتر ا ہے

اس کے تحت باب ہے ”قرآن جیسے اتارا گیا اسی طرح اٹھالیا جائے گا۔“ اس کے تحت مندرجہ ذیل روایت ہے ”ابی الحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ان کو کسی شاگرد نے کہا: میری جان آپ پر قربان ہوا! ہم قرآن میں بعض ایسی آیات دیکھتے اور سنتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس قرآن میں اس طرح ہیں جس طرح ہم سنتے ہیں اور وہ اس طرح نہیں جس طرح ہم تک پہنچی ہیں کیا ہم گنہگار تو نہیں ہوں گے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! تم پڑھتے رہو جیسے تم نے سیکھی ہیں عنقریب تمہارے پاس آنے والا آئے گا جو تمہیں اصل آیات سکھائے گا۔“ حاشیہ میں ہے کہ یعنی وہ قرآن لے کر اس کا صاحب (امام علیہ السلام) آئے گا۔ (۲۲۸/۱)

وہ قرآن مجید جس میں ۱۰ قریشی کافروں کے نام ہیں

احمد بن محمد سے روایت ہے ابو الحسن (علیہ السلام) نے مجھے ایک مصحف (قرآن) دیا اور کہا۔ اس کو مت دیکھنا۔ پھر اچانک انہوں نے کھولا تو میں نے اس میں پڑھا: ﴿لَكُمْ يَكْفُرُونَ﴾ (البینۃ: ۹۸)

تو میں نے اس میں ستر کفار قریش کے نام بمعہ ولدیت موجود تھے دیکھے۔ انہوں نے یہ قرآن مجھے عطا کیا اور فرمایا: ”اے بعد میں میرے پاس لے آنا۔“ ❀

❀ ج ۲/ ص ۶۳۱ نعمانی نے الغیبة، ص: ۱۷۱، ۱۷۲ میں اپنی سند سے علی بن ابی طالب سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں مسجد کوفہ میں عجمیوں کے عجمیوں میں تھا وہ لوگوں کو اسی طرح =

قرآن کا تیسرا حصہ ائمہ اور ان کے دشمنوں کے متعلق تھا

امیر المؤمنین سے روایت ہے قرآن تین حصوں میں اترتا ہے۔

① ایک حصہ ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے متعلق ہے

② ایک حصہ سنتوں پر مشتمل ہے۔

③ ایک حصہ فرائض اور احکام کے متعلق ہے۔ (۶۲۷/۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ قرآن چار حصوں میں اترتا ہے

① ایک حصہ ہمارے متعلق

② ایک حصہ ہمارے دشمنوں کے بارے میں

③ ایک حصہ سنن اور مثالیں

④ ایک حصہ فرائض اور احکام۔ (۶۲۸/۲)

میں کہتا ہوں: چوتھا حصہ ہمارے متعلق، چوتھا حصہ ہمارے دشمنوں کے متعلق یعنی نصف قرآن ہمیں کہاں ملے گا؟

قرآن مجید کے راویوں پر اعتراض اور طعن

ابی جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے، قرآن ایک ہے اور ایک کے پاس سے ہی اترتا ہے مگر

اس میں اختلاف راویوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ (۶۳۰/۲)

کلینی نے یہ روایت (فضائل قرآن) کے تحت نقل کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ قرآن

مجید پر اعتراض کلینی کے ہاں قرآن کی فضیلت پر کیسے دلیل ہے؟

بعض تحریف (تبدیل) شدہ آیات کا تذکرہ اور مثالیں

① ابو عبد اللہ (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ جبرائیل (علیہ السلام) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ آیت اس طرح

لے کر نازل ہوئے: ”یا ایہا الذین آمنوا بما نزلنا فی علی نوراً

= قرآن سکھاتا ہے تھے جیسے اترتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا وہ اس طرح نہیں جیسے اترتا ہے؟ انہوں نے

فرمایا: نہیں اس میں سے ۷۰ قریبی کافروں کے نام بمعہ ولدیت مٹا دیے گئے ہیں، ابولہب کا نام آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا بچا ہونے کی وجہ سے موجود ہے۔

میںنا“ ”اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ہے جو نور ہم نے علی (ؑ) کے متعلق اتارا ہے اس پر ایمان لے آؤ۔“

اب مجھ کو علم نہیں کہ یہ آیت کس سورہ مبارکہ کی ہے یا قرآن کے کس مقام پر یہ آیت ہے تاکہ میں اس پر اطلاع پاسکوں اور اس بناوٹی آیت کو دیکھ سکوں۔

② ابو جعفر (ؑ) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (۴/ النساء: ۵۹) کی تشریح میں فرماتے ہیں: یہ آیت ہمارے اور خاص طور پر میرے متعلق ہے۔ اس میں تمام مومنوں کو قیامت تک ہماری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر کہا: یہ دراصل ایسے تھی: ”فان خفتنم تنازعاً فی امر فردوہ الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم“ اور یہ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ”ولاۃ الامر“ کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے اور پھر ان سے اختلاف کی اجازت دے۔ یہ حکم مامورین (جن کو حکم دیا گیا) کو ہے۔ ان سے کہا گیا: ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (۲۷۶/۱)

③ ابو عبد اللہ (ؑ) فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَا تَتَّخِذُونَ إِمَّانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَدْرَكُ مِنْكُمْ﴾ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں! کیا یہاں ائمہ مراد ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! ائمہ مراد ہیں۔ میں نے کہا: ہم تو ﴿أَرْبَابُ﴾ پڑھتے ہیں انہوں نے کہا: ﴿أَرْبَابُ﴾ کیا ہے؟ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا جیسے دور پھینکا ہو۔ (۲۹۲/۱)

دیکھئے قرآن مجید میں سورہ نحل آیت نمبر ۹۲: ﴿أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَابُ مِنْ أُمَمٍ﴾ ابو عبد اللہ (ؑ) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُذَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ کہتے ہیں: میں تم سے اس الموءذہ کے متعلق پوچھ رہا ہوں تم پر مودت قربی (رشتہ داری کی محبت) اتاری گئی کہ تم نے اسے کسی جرم میں قتل کر ڈالا۔ (۲۹۵/۱)

قرآن مجید میں جو آیت کریمہ ہے: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُذَةُ سُئِلَتْ﴾ وہ صلہ رحمی یا رشتہ داری کے متعلق نہیں ہے۔

⑤ جابر ابی جعفر (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا علی کا نام امیر المؤمنین کس طرح رکھا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا نام امیر المؤمنین رکھا ہے پھر پڑھا: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ (وَأَنْ مُحَمَّدًا رَسُولِي وَأَنْ عَلِيًّا أَمِيرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ) (۴۱/۱)

قرآن مجید میں دیکھئے اصل آیت کریمہ نمبر: ۱۷۲، سورۃ اعراف۔

⑥ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ آیت کریمہ یوں ہے: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ﴾ (فِي وِلَايَةِ عَلِيٍّ وَ وِلَايَةِ الْاِثْمَةِ مِنْ بَعْدِهِ) فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿(۱۴۱/۱)﴾ دیکھئے صحیح آیت کریمہ سورۃ احزاب، آیت نمبر: ۷۱۔

⑦ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ آیت یوں ہے: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ﴾ (كَلِمَاتٍ فِي مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ وَفَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْاِثْمَةِ عَلَيْهِمُ اسْلَامًا مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ) فَتَنَسَّى ﴿ پھر کہا اللہ کی قسم! یہ آیت اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی۔ (۴۱/۱) قرآن میں آیت دیکھیں، سورۃ طہ: ۵۵

⑧ ابو جعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارے ہیں: ﴿بِسْمِ اللَّهِ اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (فِي عَلِيٍّ) بَعِيًّا ﴿(۴۱/۱)﴾

قرآن مجید میں صحیح آیت کریمہ دیکھئے۔ سورۃ بقرہ: ۹۰

⑨ جابر سے روایت ہے۔ جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا﴾ (فِي عَلِيٍّ) فَاتُوا بِسُورَةِ ﴿مَنْ مَّقِلِّهِ﴾ (۴۱/۱)

اصل آیت کریمہ دیکھیں۔ سورۃ بقرہ: ۲۳

⑩ رضا (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: ﴿كَبِّرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ﴾ (بِوِلَايَةِ عَلِيٍّ) مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ (مِنْ وِلَايَةِ عَلِيٍّ) ﴿

یہ آیت اس طرح اتری تھی اور مخطوطہ میں بھی اسی طرح ہے۔ (۴۱۸/۱)
دیکھئے صحیح آیت کریمہ سورہ شوریٰ: ۱۳۹۔

⑪ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: ﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ﴾ (بولایہ علی) لیس لہ ذافع ﴿پھر کہا: اللہ کی قسم! یہ آیت اسی طرح جبرائیل (علیہ السلام) لے کر محمد ﷺ پر نازل ہوئے۔ (۴۳۲/۱)

دیکھئے اصل آیت کریمہ: ۲۰۱ سورہ المعارج

⑫ ابو جعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت کریمہ لے کر محمد ﷺ پر نازل ہوئے: ﴿قَبَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ (آل محمد حقہم) قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ (آل محمد حقہم) رَجُزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ (دیکھئے: ۱/۵۴۲۳-۵۴۲۴)

دیکھئے دونوں آیات سورہ البقرہ: ۵۸، ۵۹، تجھے پتہ چلے گا کہ ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے متعلق ایک حکایت بیان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ وَنَمَزِدُ الْمُحْسِنِينَ قَبْلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رَجُزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾
”اور ہم نے تم سے کہا کہ اسی بستی میں جاؤ اور جو کچھ جہاں کہیں سے چاہو با فراغت کھاؤ پیو اور دروازے میں سجدے کرتے ہوئے گزرو اور زبان سے حطّہ (ہمارے گناہ معاف کر دے) کہو ہم تمہاری خطائیں معاف فرمادیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔“

⑬ ابو جعفر (علیہ السلام) فرماتے ہیں: جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر اترے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ (آل محمد) لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا پھر کہا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ (فی

(بولاۃ علی) فَأَمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا (بولاۃ علی) فَإِنَّ لِلَّهِ

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

دیکھئے صحیح آیت کریمہ ۱۶۸، ۷۰ سورہ نساء

۱۴ ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ (فی علی) لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ﴾

اصل آیت دیکھئے سورہ نساء: آیت نمبر ۶۶

۱۵ ایک آدمی نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

﴿وَقُلْ اَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾ (التوبة: ۱۰۵)

تو انہوں نے کہا یہ آیت کریمہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے:

(والمؤمنون) اور ہم مامونون ہیں۔ (۴۲۴/۱)

۱۶ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: (هذا صراط علي مستقيم) ”یعنی علی (علیہ السلام) سیدھا

رستہ ہیں“ جبکہ قرآن مجید میں ہے ﴿هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ﴾ (۱۰۵/ الحجر: ۴۱)

”یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔“

۱۷ ابو جعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت کریمہ اس طرح لے کر اترے:

﴿فَأَنبَى الْكَثَرَ النَّاسِ (بولاۃ علی) إِلَّا كُفُرًا﴾ اور یہ آیت یوں تھی: ﴿وَقُلْ الْحَقُّ

مِنْ رَبِّكُمْ (فی علی) لَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ

(آل محمد) نَارًا﴾

دیکھئے آیت سورہ اسراء: ۸۹ اور الکہف: ۲۹

۱۸ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو

سلیمان بن داؤد کی طرح امور تقویض (سپرد) کیے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں، یہ اس طرح

ہے کہ ایک آدمی نے ان سے کوئی سوال کیا تو انہوں نے اسے جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی

نے یہی سوال کیا تو انہوں نے اسے پہلے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے

سوال کیا تو انہوں نے پہلے دونوں جوابات کے خلاف جواب دیا۔ پھر فرمایا یہی تو ہے۔ (هذا

عطاؤنا فامنن أو اعط بغیر حساب) یہ علی کی قرأت ہے اصل آیت یہ ہے سورہ ص، آیت نمبر ۳۹ ﴿هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۱/۴۳۸)

⑨ محمد بن فضل ابی الحسن الماضی (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾ (سورۃ الصف: ۸) تو انہوں نے کہا: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا﴾ (ولایۃ امیر المؤمنین) بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مِتَمُّ نُورِهِ (ولایۃ القائم) وَلَوْ كُفِّرُوا كُفْرًا (بو لایۃ علی) وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا: کیا یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: ہاں۔ کہا جو میں کہہ رہا ہوں ایسے ہی نازل ہوئی جو اس کے علاوہ ہے وہ تاویل ہے۔

میں نے کہا: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا﴾ (۳/۶۳) المنفقون: (۳) سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان منافق لوگوں کے نام ذکر کیے ہیں جو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد ان کے وصی (وصیت شدہ) کو نہیں مانتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی امامت کا انکار درحقیقت رسالت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شمار کیا ہے۔ پھر انہوں نے پڑھا: ”وَأَنْزَلَ قُرْآنًا فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنفِقُونَ﴾ (بو لایۃ علی) قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنفِقِينَ (بو لایۃ علی) لَكَاذِبُونَ﴾ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ (الحاقة: ۴۰) کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یعنی علی (علیہ السلام) کی ولایت کے متعلق جبرائیل (علیہ السلام) کا نازل ہونا۔

میں نے کہا: ﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلٍ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمَنُونَ﴾ (الحاقة: ۴۱) کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) علی (علیہ السلام) کی ولایت کے متعلق اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیات اتار دیں: (ان ولایۃ علی تنزیل من رب العالمین ولو تقول علینا محمد بعض الاقاویل الأخذنا منه الیمین ثم لقطعنا منه الوطین) پھر عطف ڈال کر کہا: (ان ولایۃ علی لتذکرۃ للمتقین العالمین) وانا لنعلم أن منکم مکذبین وأن علیاً لحسرة علی الکافرین وأن ولایتہ لحق الیقین)

میں نے کہا: ﴿لَمَّا سَمِعْنَا الْهَدَىٰ آمَنَّا بِهِ﴾ کا کیا مفہوم ہے تو انہوں نے کہا:
 (الهدى الولاية آمننا بمولانا فمن آمن بولاية مولاه ﴿فلا يخاف بخسًا
 ولا رهقًا﴾ (حوالہ سابقہ)

میں نے کہا: تنزیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: (لا تأويل قل انى لن يجيرنى
 من الله ان عصيته احد ولن اجد من دونه ملتحدا الا بلاغا من الله
 ورسالاته (فى على) میں نے کہا: یہ تنزیل ہے؟ فرمایا ہاں پھر تاکیداً کہا: (ومن يعص
 الله ورسالاته (فى على) (فان له نار جهنم خالدين فيها أبداً) میں نے کہا:
 (انما نحن نزلنا عليك القرآن تنزيلاً) کہنے لگے بولایۃ علی (ﷺ) (تنزیلاً) میں
 نے کہا: یہ تنزیل ہے۔ کہنے لگے: ہاں! یہ تنزیل ہے۔ (۶) مکمل طویل روایت دیکھے (۱/۱)
 (۴۳۵-۴۳۲)

کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا ملعون ہے
 اس بات سے انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ کلینی نے گزشتہ روایات ذکر کی ہیں۔ یہ روایات
 کتاب اللہ میں تحریف (تبدیلی) یعنی زیادتی اور کمی پر واضح دلیل ہیں۔ پھر اس نے مندرجہ
 ذیل روایات نقل کی ہیں۔

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: پانچ لوگ ایسے ہیں
 جن پر لعنت کی گئی ہے، تمام انبیاء کی بھی ان پر لعنت ہے (۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا
 (۲) میری سنت کو چھوڑ دینے والا (۳) اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا (۴) میرا نام لے کر اللہ کی
 حرام کردہ چیز کو حلال کرنے والا (۵) مال فے کو اپنے لیے حلال کرنے والا۔ (۲/۲۹۳)
 قرآن کی قرآن سے وضاحت کفر ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میرے باپ (علیہ السلام) نے فرمایا: قرآن کی قرآن
 سے وضاحت کرنا کفر ہے۔ (۲/۶۳۲)

جو کتاب اللہ کے موافق ہو لے لو اور جو مخالف ہے چھوڑ دو
 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَكَمَّمْتُ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا طَلَا مُبَدَّلَ لِكَلِمَتِهِ

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦﴾ (الأنعام: ۱۱۵)

”اور آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، اس کے

کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سننے اور خوب جاننے والا ہے“

اور فرمایا: ﴿وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ

مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ (الکہف: ۲۷)

”آپ کی جانب جو آپ کے رب کی کتاب وحی کی گئی ہے اسے پڑھتے رہیں۔

اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے

گا۔“

اور فرمایا: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹) ”بے

شک ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں“

تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ جس نے قرآن میں کمی یا زیادتی کا عقیدہ رکھا وہ بکا

کافر اور ملعون ہے یہ روایات باطلہ بلکہ کفریہ ہیں اور ان کو روایت کرنے والا بھی کافر ہے جو کہ

ان کے صحیح ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔

یہ روایات اسی کتاب کی دیگر روایات کی بنیاد پر مردود ہیں

عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”جو کتاب اللہ کے موافق

ہو اس کو لے لو جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو“ (۶۹/۱)

ابو یوسف سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے احادیث کے اختلافات

کے متعلق سوال کیا کہ ہمیں احادیث بیان کرنے والوں میں ثقہ (با اعتماد) اور غیر ثقہ لوگ ہیں تو

ہمیں یقین کیسے کرنا ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا ”جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جس کی گواہی

کتاب اللہ میں موجود ہو یا پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان میں ہو تو بہتر ورنہ جو تمہارے

پاس آیا (قرآن) وہی تمہیں کافی ہے۔ (۶۹/۱)

ان سے ہی روایت ہے کہ ہر چیز کا مرجع کتاب اور سنت ہے، جو بھی حدیث کتاب اللہ

کے موافق نہ ہو وہ بناوٹی ہے۔ (۶۹/۱) ان سے ہی روایت ہے کہ جس نے کتاب اللہ اور سنت

محمد (ﷺ) کی مخالفت کی وہ کافر ہے (۷۰/۱)

قرآن کے معنی میں تحریف (تبدیلی)

یہ چند شواہد ہیں کہ شیعہ قرآن مجید کے ساتھ وہی کھیل کھیلتے ہیں جو ان کے امام کلینی نے کھیلا ہے (وہ کتاب اللہ کے ساتھ مذاق اور اس کی عظمت کو روندنے کی کوشش کر رہے ہیں)۔ ان لوگوں کا حال یہودیوں والا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

﴿لَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِالْأَسْتِثْمِ وَطَعْنَا فِي الدِّينِ ط وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ (۴/ النساء: ۶۴)

”بعض یہود کلمات کو ان کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سن اس کے بغیر تو سنا جائے اور ہماری رعایت کر (لیکن اس کہنے میں) اپنی زبان کو بیچ دیتے ہیں اور دین میں طعنہ دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور آپ سنیے اور ہمیں دیکھئے تو ان کے لیے بہت بہتر اور نہایت ہی مناسب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے پس بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَقْوَامِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَظْهَرِ قُلُوبُهُمْ طَهُمُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۵/ المائدة: ۴۱)

”اے رسول! آپ ان لوگوں کے پیچھے نہ کڑھیے جو کفر میں سبقت کر رہے ہیں خواہ وہ ان (منافقوں) میں سے ہوں جو زبانی تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقتاً ان کے دل میں ایمان نہیں ہے۔ اور یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو غلط باتیں سننے کے عادی ہیں اور ان لوگوں کے جاسوس ہیں جو اب تک آپ کے پاس نہیں آتے وہ کلمات کے اصلی موقع کو چھوڑ کر انہیں متغیر کر دیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر تم یہی حکم دیے جاؤ تو قبول کر لینا اور اگرچہ حکم نہ دیے جاؤ تو الگ تھلگ رہنا اور جس کا خراب کرنا اللہ کو منظور ہو تو آپ اس کے لیے خدائی ہدایت میں سے کسی چیز کے مختار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے دلوں کو پاک کرنے کا نہیں۔ ان کے لیے دنیا میں بھی بڑی ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑی سخت سزا ہے۔“

کتاب اللہ کے ساتھ اس مذاق، توہین اور اپنے اس گستاخانہ مذہب کو وہ باطنی تفسیر کا نام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، ہم چند نمونے پیش کر رہے ہیں جن سے آپ کو پتہ چلے گا کہ اس اسلوب کا عربی زبان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ قرآن جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا ہے۔ عرب اس اسلوب کو قطعاً پہچانتے بھی نہیں ہیں۔ ان باطنی معانی بلکہ باطن معانی کا لغت عرب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کلام مذاق اور اس کے معانی میں تحریف ہے جس کے چند ایک نمونے ملاحظہ ہوں۔

① موسیٰ الکاظم (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا گیا ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ ذَمِّ الْفَوَاحِشِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ تو انہوں نے کہا: اس قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا وہ قرآن کا ظاہر ہے اور اس میں باطن ظالم ائمہ ہیں اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے وہ ظاہر ہے اور اس میں سے باطن ائمہ حق ہیں۔ (۱/۳۷۴)

اگر ہم اس (کلینی) قاعدہ کی عملی تطبیق دیکھنے کی کوشش کریں اور اس کی روشنی میں حلال

وحرام کی تفسیر دیکھیں تو لازمی ہے کہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ کا معانی کچھ یوں ہو: ﴿حُرْمَتٌ عَلَيْكُمْ اَمْهَتُكُمْ﴾ (۳/ النساء: ۲۳) ”تمہارے لیے تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔“ (یعنی یہ ائمہ الجور ”ظالم ائمہ“ ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿اِحْلَلْ لَكُمْ لَيْلَةَ الصَّيَامِ الرَّفَثُ اِلَى نِسَائِكُمْ﴾ (۲/ البقرہ: ۱۸۷) ”روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے“ یعنی یہ ائمہ الحق ہیں یہ کیسا کلام ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہو گا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الَّتِي اَتَيْتَ اُجُورَھُنَّ﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۵۰) اور اسی طرح یہ فرمان: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرُوْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًا﴾ (۱۹/ مريم: ۹۰) اور یہ فرمان: ﴿سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾ (۲۴/ النور: ۱۶) **ابی عبد اللہ (علیہ السلام)** سے روایت ہے کہ قرآن اس لیے اترا ہے کہ اے لڑکی! تو میرا تعاون کرے اور میری اطاعت کرے۔ (۲/ ۶۳۱)

ان سے ہی روایت ہے وہ کہتے ہیں: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِثْلُ نُوْرِہِ كَمِشْكُوْقَةٍ﴾ (۲۴/ النور: ۳۵) سے مراد فاطمہ ہیں ﴿فِيْہَا مِصْبَاحٌ﴾ (حوالہ سابقہ) یہ حسن ہیں (یہ مصباح سے حسن اور زجاجة سے حسین مراد لے رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے المصباح زجاجة کے اندر ہے) یہ حسین ہیں۔ ﴿اَلَمْ نَجْعَلْہَا كَوْكَبًا دُرِّيًّا﴾ (حسین گویا کہ فاطمہ ہیں) فاطمہ دنیا کی عورتوں کے درمیان گویا کوکب درری چمکتا ہوا ستارہ ہیں (نور علی نور) یعنی امام کے بعد امام ﴿يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِہِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ اللہ تعالیٰ ائمہ کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے: ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ﴾ (۲۴/ النور: ۴۰) پہلا اور اس کا ساتھی ﴿يَغْشٰی مَوْجٌ﴾ تیسرا ﴿مَنْ فَوْقَہِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقَہِ﴾ (دوسرا) ﴿بَعْضُہَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ یہ معاویہ ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کتاب اللہ کا کس طرح مذاق بنایا جا رہا ہے۔ **ابو عبد اللہ (علیہ السلام)** سے روایت ہے کہ: ﴿يَسْطٰی نُوْرُھُمْ بَيْنَ اَيْدِيْھُمْ وَبِاَيْمَانِھُمْ﴾ (۵۷/ الحديد: ۱۶) ان کے آگے اور دائیں ان کا نور چلے گا۔“ کہا قیامت کے دن ائمہ

❖ اگر یہ آیت کریمہ یہودی پڑھے اور دوسرے کی جگہ پر چوتھے کو دیکھ تو کس قاعدہ کے تحت اس کا رد ہو گا؟

❖ اس آیت کریمہ کو لکھنے والا جاہل قرآن کے متعلق کچھ نہیں جانتا ورنہ من فوقہ موج ظلمات ہرگز نہ لکھتا۔

مومنوں کے آگے اور دائیں طرف چلیں گے حتیٰ کہ وہ انہیں جنت میں ان کے محلات میں چھوڑ آئیں گے۔ (۱۹۵/۱)

اب مجھے علم نہیں کہ قیامت کے دن ائمہ دائیں طرف کیسے چلیں گے؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام): ﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ (۸۷/۱۶) اعلیٰ: آیت کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں اس سے مراد ان کی ولایت: ﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ (۸۷/۱۶) اعلیٰ: (۱۷۰) کہا یہ امیر المؤمنین کی ولایت ہے۔ (۴۱۸/۱)

ان سے ہی روایت ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ (۲۱/۱) الانبیاء: (۴۷) کہا اس سے مراد انبیاء اور اوصیا (جن کے لیے وصیت کی گئی) ہیں۔ (۴۱۹/۱)

ان سے ہی روایت ہے: ﴿قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾ (۷۴/۱) المدثر: (۴۳) فرمایا یعنی ہم ائمہ کی اتباع کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ (۴۲۰/۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ (۳۴/۱) سبا: (۴۶) ”کہا علی کی ولایت واحد ہی ہے۔“ (۴۲۰/۱)

حالانکہ واحد کی تفسیر اسی آیت کریمہ میں ہی مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ..... مِّنْ جِهَتٍ ط﴾ ”کہہ دیجئے میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے ضد چھوڑ کر دو دول کریا تمہا تمہا کھڑے ہو کر سوچو تو کسی تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں۔“

ان سے ہی روایت ہے: ﴿فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (۵۱/۱) الذریت: (۳۵-۳۶) کہا اس سے مراد آل محمد (علیہم السلام) ہے ان کے سوا ان میں کوئی باقی نہیں رہا۔ (۴۲۵/۱)

حالانکہ آیات کریمہ میں لوط علیہ السلام اور ان کے اہل کے نکلنے کا تذکرہ ہے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ (۴۹/۱) الحجرات: (۷) کہا اس سے مراد امیر المؤمنین علی (علیہ السلام): ﴿وَكُرَّةَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْإِصْيَانُ ط﴾

کہا پہلا، دوسرا اور تیسرا ہے۔ (۳۲۶/۱)

ابو الحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿وَأَنَّ الْمَسْلِجَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

(۷۲/ الجن: ۱۸) کے متعلق کہا اس سے مراد اوصیا (وصیت شدہ) ہے۔ (۳۲۵/۱)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلَوْ أَلَدَيْكَ إِلَى الْمَصِيرِ﴾

(۳۱/ لقمان: ۱۴) کہا اس سے مراد وہ دو والدین ہیں جن کا شکر ادا کرنا اللہ نے واجب قرار

دیا ہے۔ جو علم والے اور صاحب حکم ہیں لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ﴿إِلَى الْمَصِيرِ﴾

بندوں کا چلنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ پھر کہا اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے ابن

حنظلہ اور ان کے صاحب پر عطف ڈالا ہے اور یہ خاص اور عام میں کہا ﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ

أَنْ تُشْرِكَ بِي﴾ (۳۱/ لقمان: ۱۵) وصیت میں فرمایا: آپ کو جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا

ہے۔ (کیا رسول اللہ ﷺ کو علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے) وہ اچھی بات ہے اگر

شرک کا حکم ہو۔ تو ان دونوں کی پیروی نہ کرنا اور ان دونوں کی بات نہ سننا پھر اللہ نے والدین

پر عطف ڈالا ہے۔ ﴿وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ کہ دونوں کی فضیلت لوگوں کو بتاؤ

اور انہیں دونوں کے رستے کی طرف بلاؤ۔ یعنی والدین کی طرف۔

کیا کسی مسلمان سے ایسا ممکن ہے کہ وہ کتاب اللہ کی آیت کے ساتھ یوں مذاق کرے

اور انہیں جس طرح چاہے بیان کرتا رہے۔ کیا کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ایسا

کھیل کھیل سکتا ہے۔ اس بے وقوف نے اللہ کے کلام کے اس طرح ٹکڑے کیے کہ ایک بات کا

دوسری بات سے کوئی ربط نہیں ہے۔ ان کا حال تو یہ: ﴿كَمَآ أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ

الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾ (۱۵/ الحجر: ۹۰-۹۱) ”یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ

تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔“ انہوں نے اپنی باطل خواہشات کے مطابق

اس کو تقسیم کر دیا یہ کام یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا جو شیعہ نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان آیات کے

بعد فرماتے ہیں: ﴿قَدْ رَبَّكَ لَسَلَّكُنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

۳۲۸/۱ ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے ۱۲ امام آل محمد رضی اللہ عنہم سے ہوں گے۔ یہ تمام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی (علیہ السلام)

کی اولاد سے ہوں گے تو گویا دونوں سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی (علیہ السلام) ہیں۔ ۵۳۳/۱۔

گزشتہ آیت کریمہ میں ہر خاص و عام کو خطاب ہے کہ وہ اپنے والدین کا ادب کریں اور ان کی خدمت بجالائیں۔ اس آیت کریمہ میں علی (رضی اللہ عنہ) اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کہاں سے آگیا۔

بالفرض اگر ہم بطور بحث و مباحثہ یہ تسلیم کر لیں کہ والدان سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی (رضی اللہ عنہ) ہی ہیں تو پھر آیت کریمہ میں ہے جو (شرک کی طرف اگر بلائیں) تو کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو شرک کی طرف بھی بلاتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ اور ابن حنتمہ اور ان کے صاحب کو کیسے یہاں داخل کیا گیا ہے۔ (۱/۳۶۵) یہ تبصرہ ہی کافی ہے کیونکہ پاگلوں کے ساتھ سرکھانا ایک طرح کی بے وقوفی ہے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَفِيمٌ﴾ (۳۷/الصفات: ۸۸، ۸۹) اس سے مراد حسین پر نازل شدہ مصیبت ہے۔ یہ حسین پر نازل ہونے والی مراد ہے۔ (۱/۳۶۵)

حالانکہ اس بات کے قائل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس بات کا حسین (رضی اللہ عنہ) سے کیا تعلق ہے؟ ایک روایت میں انبیاء میں سے ایک نبی پر ستارہ پرستی کا الزام ہے۔ اے قاری! اس بات پر خوب غور کرو۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام): ﴿لَحِمَّ وَالْكَحْبِ الْمُبِينِ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَرَّكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (۴۴/الدخان: ۱-۴) کہا: (حم) اس سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ یہ یہود پر نازل ہونے والی کتاب میں بھی ہے۔ اور ﴿الْكَحْبِ الْمُبِينِ﴾۔ یہاں امیر المؤمنین (علی) مراد ہیں اور اللیلۃ سے مراد فاطمہ ہیں اور یہ قول: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (۴۴/الدخان: ۴) یہ وہ ہے جس سے بہت سی بھلائی حاصل ہوگی یہ رجل حکیم ہے۔ یہ رجل حکیم ہے۔ یہ رجل حکیم ہے۔ (۱/۳۷۹)

یہ کیسی عجیب اور غلط بات ہے کہ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) منقوص غیر کامل ہے۔ پھر تو یہ غیر واضح اور غیر کامل ہے، علی جو ہے وہ کتاب مبین ہے۔ فاطمہ کبھی چمکتا ہوا ستارہ تو کبھی سیاہ رات؟ ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ کے قول میں مذکور

خیانت سے کیا مراد لیتے ہیں: ﴿فَخَانَتْهُمَا﴾ (٦٦ / التحریم: ١٠) کہ اس سے مراد تو فقط فاحشہ ہے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی بیٹی کی شادی فلاں سے کردی (٢/٢٠٢) (اس سے مراد عثمان لیے جا رہے ہیں)

دیکھو یہ بد بخت کس حد تک انبیاء (علیہم السلام) پر طعنہ زنی کر رہے ہیں اور محمد (ﷺ) کی کس قدر توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کافروں اور بے حیائی پر مبنی عبارتوں کی تشریح کرنے سے قلم رک جاتا ہے اور جو کچھ انہوں نے محمد باقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف منسوب کیا ہے اس کو ذکر کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ ان بہتانوں سے بری الذمہ ہیں۔

دوسری فصل

ولایت، امامت اور امام

یہ کچھ اور نمونے ہیں کہ جن میں کلینی کا کتاب اللہ کے ساتھ مذاق اور لوگوں کی عقلوں پر ڈاکہ ڈالنے کا ثبوت ہے۔ کتاب اللہ میں تحریف کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ تعجب کی کوئی انتہا نہیں کہ یہ لوگ کسی طرح اس کتاب (الکافی) کو اپناتے ہیں اور دنیا بھر کے سامنے اس کو پیش کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے اس میں بہت سی خرافات مذکور ہیں اور مزید یہ کہ یہ شیعہ کی بنیادی اور سب سے اہم کتاب ہے۔

ولایت

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جب انہوں نے لوگوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو کہا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ ایسے ہی طواف کرتے تھے۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ طواف کریں اور ہماری طرف آئیں اور ہمارے ساتھ اپنی ولایت اور مودت (محبت) کا اظہار کریں اور ہمیں اپنی نصرت کا یقین دلائیں پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿فَاَجْعَلْ اٰیٰتِنَا مِّنَ النَّاسِ تَهْوٰی اِلَیْہِم﴾ (۱۴ / ابراہیم: ۳۷) (۱ / ۳۹۲)

آپ یہ پوری آیت کریمہ دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ اس میں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی دعا کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ جب انہوں نے اپنے دودھ پیتے بچے اور اس کی والدہ کو صحرا میں اکیلا چھوڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذٰلِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوْا الصَّلٰوةَ فَاَجْعَلْ اٰیٰتِنَا مِّنَ النَّاسِ تَهْوٰی اِلَیْہِم وَاَرْزُقْہُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمْ یَشْكُرُوْنَ﴾ (۱۴ / ابراہیم: ۳۷)

”اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور

انہیں پھلوں کی روزیاں عطا فرماتا کہ یہ شکر گزاری کریں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس آیت کریمہ کا ابو جعفر (علیہ السلام) کی ولایت سے کیا تعلق ہے؟ اور مسلمانوں کے حج اور طواف پر یہ طعنہ زنی کیسی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا طواف ہے۔“

اس شخص نے قبر حسین کے طواف اور حج کا موازنہ یوم عرفہ کے ساتھ کیا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا تاکہ ان احادیث کو گھڑنے اور ایجاد کرنے کا مقصد تجھے سمجھ آ سکے۔ یہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے دین کو ایک ایسے دین کے ساتھ بدلنا چاہتے ہیں جو ان کا خود ساختہ اور اپنا بنایا ہوا ہے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ﴾ (الاحزاب: ۷۲) کے متعلق کہا کہ اس سے مراد امیر المؤمنین کی ولایت ہے۔ (۴۱۳/۱)

ان سے ہی روایت ہے: ﴿فَاذْكُرُوا الْاَيَّامَ اللّٰهِ﴾ (۷/ الاعراف: ۶۹) کے متعلق انہوں نے کہا: کیا تم کو آلاء اللہ کا پتہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے کہا: یہ تو انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس سے مراد ہماری ولایت ہے۔ (۱۲۷/۱)

گویا ان لوگوں کے نزدیک ولایت نبوت سے بھی بڑی نعمت ہے۔ دیکھو یہ بد بخت کس طرح قرآن کے کلمے کر رہے ہیں اور تحریف (تبدیل) کے مرتکب ہو رہے ہیں حالانکہ یہ آیت کریمہ اس گفتگو کا ایک کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہود (علیہ السلام) اور ان کی قوم کے ساتھ فرمائی تھی۔ اس کا ولایت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

ابو جعفر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلٰی الطَّرِیْقَةِ﴾ (۷۲/ الجن: ۱۶) میں نے کہا کہ اگر وہ علی بن ابی طالب امیر المؤمنین کی ولایت اور ان کی اولاد کے اوصیا کی وصیت پر قائم رہتے۔ (۲۲۰/۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) اس آیت کریمہ: ﴿فَاَقِم وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا﴾ (۳۰/ الروم: ۳۰) کے متعلق کہتے ہیں اس سے مراد ولایت ہے۔ (۴۱۹/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ﴾ (۱۸/

الکھف: ۴۴) سے مراد امیر المؤمنین کی ولایت ہے۔

غور کیجئے یہ آیت کریمہ ان دو باغ والوں کے متعلق اتری ہے جو علی رضی اللہ عنہ کی ولادت سے سینکڑوں سال پہلے دنیا میں آئے تھے۔

ان سے ہی روایت ہے: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا﴾

(۷۱/نوح: ۲۸) کہا اس سے مراد ولایت ہے۔ (۱/۲۲۳)

ابو جعفر (علیہ السلام): ﴿اِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (۴۳/الزخرف: ۴۳) کہا یعنی

آپ علی کی ولایت پر قائم ہیں اور علی ہی صراط مستقیم ہے۔ (۱/۲۲۳)

ولایت اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ولایت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے مگر یہاں کلینی پہلی

بات سے آگے گزرتے ہوئے کہتا ہے کہ ولایت توحید سے بھی بڑی ہے اور (شہادتین اُن

لا الہ الا اللہ وَاَن مُحَمَّدًا رَّسُولَ اللّٰهِ ﷺ) نماز اور تمام ارکان سے بڑی ہے۔

اگر یہ دعویٰ سچا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان ارکان کا بار بار صراحت (وضاحت) کے ساتھ

کیوں ذکر کیا ہے جبکہ ولایت کا اس طرح ذکر نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک

دفعہ بھی اس کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ ان کے نزدیک سب سے بڑا رکن ہے؟

ابو جعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور

ولایت اور جس قدر ولایت اہم ہے کوئی اور چیز اہم نہیں ہے۔ (۲/۱۸)

اور ان سے زرا رہنے سوال کیا ان پانچ چیزوں میں سے سب سے افضل کونسی چیز ہے تو

انہوں نے کہا: ولایت کیونکہ سب کی چابی یہی ہے۔ (۲/۱۸)

میں کہتا ہوں اسلامی تعلیمات میں شہادتین کا اقرار اور ایمان اسلام کی چابی ہے۔

مہر ولایت

حسن بن جہم سے روایت ہے کہ میں نے (ابی الحسن علیہ السلام) کے ساتھ بیٹھا تھا تو انہوں

نے اپنے بیٹے کو بلایا جو اس وقت کم سن تھا۔ تو انہوں نے مجھے کہا: اس کی قمیض اتارو۔ میں نے

اس کی قمیض اتار دی۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اس کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھو، میں

نے دیکھا تو اس کے ایک کندھے کے پاس انگٹھی کی طرح کا گوشت کے اندر نشان تھا۔ پھر کہا: کیا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح کا نشان اسی جگہ پر میرے والد کو بھی تھا۔ (۳۲۱/۱)

امامت

امامت، نبوت سے اعلیٰ ہے

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو نبی بنانے سے پہلے عبد (بندہ) بنایا۔ اور ان کو رسول بنانے سے پہلے نبی بنایا اور ان کو ظلیل بنانے سے پہلے رسول بنایا اور ان کو امام بنانے سے پہلے ظلیل بنایا۔ جب یہ تمام چیزیں جمع ہو گئیں تو فرمایا: ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ (البقرہ: ۱۲۴) ”میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔“ پس کسی نے اس کو ابراہیم کے ہاں قاتل قدر بنایا جب انہوں نے کہا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِي مُنْكَالٌ لَا يَنْأَلُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ کیا میری اولاد میں سے بھی؟ تو (اللہ نے) فرمایا: میرا وعدہ ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ (۱۷۵/۱)

امامت کا منکر درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) امام تھے، پھر حسن امام تھے۔ پھر بقیہ اماموں کے نام شمار کرنے کے بعد کہا: جس نے امامت کا انکار کیا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا انکار کر دیا۔ (۱۸۱/۱)

امامت کا منکر کافر اور اس میں توقف کرنے والا گمراہ ہے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: لوگوں کی بات ہماری معرفت سنی جاتی ہے اور ہماری عدم معرفت کا عذر ہرگز قبول نہ ہوگا۔ جس نے ہمیں پہچانا وہ مومن ہے جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے اور جس نے نہ ہی ہمیں پہچانا اور نہ ہی انکار کیا وہ گمراہ ہے حتیٰ کہ ہدایت کی طرف پلٹ آئے۔ (۱۸۷/۱)

آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء میں سے پانچ کے علاوہ سب نے امامت کا انکار کیا یہ انتہائی تعجب کی بات ہے کہ کلینی روایت کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے امامت کا

انکار کیا ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ شیعوں کے نزدیک ان انبیاء پر کیا حکم لگایا جائے گا؟ کیونکہ ان کے نزدیک ولایت کا منکر کافر ہے۔

اس موضوع پر چند روایات ملاحظہ ہوں۔

ابو جعفر (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ قَنُوسَىٰ وَلَمْ يَجِدْ لَهُ عِزْمًا﴾ ”کہ ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکید کی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔“ کے متعلق کہا: ہم نے اس سے محمد ﷺ اور بعد میں آنے والے ائمہ کے متعلق عزم لیا مگر اس نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ دل میں پکا عزم نہ رکھتا تھا کہ وہ اس طرح ہیں۔ ان کا نام اولی العزم (پکے ارادے والے) رکھا گیا کیونکہ اس نے محمد ﷺ اور ان کے بعد اوصیاء اور ان کے بعد مہدی کے متعلق پکا عہد و اقرار لیا کہ وہ اس پر قائم رہے گا۔ (۳۱۶/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ﴾ (کلامات فی محمد و علی و فاطمہ و الحسن و الحسين و آیمہ من ذریعتہم) قَنُوسَى کہ یہ آیت اللہ کی قسم! اسی طرح محمد ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ (۳۱۶/۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ ابتدائے افریش (تخلیق کائنات) کے متعلق بیان کر رہے تھے کہ پھر اس نے نبیوں سے وعدہ لیا اور فرمایا: (الست بربکم وأن هذا محمد رسولی وأن هذا علی أمير المؤمنین وأوصیاء من بعد ولایة امری وخزان علمی وأن المہدی أنتصر به لدينی وأظهره دولتی وأنتقم من أعدائی وأعبد به طوعاً وکرها) تو انہوں نے کہا: (اقررنایا رب وشہدنا) آدم نے نہ ہی تو انکار کیا اور نہ ہی اقرار کیا تو پاؤں (اولو اعزم) نبیوں کا عزم تو مہدی کے متعلق ثابت ہوا اور آدم کا عزم پر اقرار نہ ہوا تو اللہ نے کہا: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ قَنُوسَىٰ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عِزْمًا﴾ ”کہا یہی تو ہے کہ اس نے یہ عزم چھوڑ دیا۔“ (۸۲/۲)

امام

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف (تبدیلی) اور اس کی توہین کے چند اور نمونے۔

امام رسول کے برابر ہے اور اس پر وحی ہوتی ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ائمہ رسول اللہ ﷺ کے برابر ہیں، بس یہ ہے کہ وہ انبیاء نہیں ہیں اور ان کے لیے زیادہ عورتوں سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ نبی ﷺ کے لیے تھا، اس کے علاوہ وہ ہر بات میں نبی ﷺ کے برابر ہیں۔ (۲۷۰/۱)

جائزہ: اس سے پوچھا جائے کہ کیا نبوت فقط ایک لفظ ہے جو نبی ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اور امام اس نام سے خالی ہے اور یہ فقط ایک نام ہے، لقب ہے جس کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ اور عورتوں کے ساتھ نکاح کے علاوہ کوئی اور خصوصیت نبی ﷺ کی نہیں ہے، اور امام اور آپ کے درمیان میں یہی فرق ہے۔ نبی ﷺ دنیا سے چلے گئے ہیں اور آپ کی بیویاں بھی رخصت ہو گئیں تو کیا نعوذ باللہ باربرسالت ائمہ کو اٹھانا ہے؟

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: نبی وہ ہے جو خواب کے دوران کچھ دیکھے، آواز سنے مگر اس پر متعین فرشتہ نہ اترے جبکہ رسول وہ ہے جو آواز سنے اور خواب میں دیکھے اور اس پر متعین فرشتہ اترے۔ میں نے کہا: امام کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ کہا: جو آواز سنے، نہ ہی دیکھے اور نہ ہی سنے، اس پر متعین فرشتہ بھی نہ اترے۔ پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ﴾ (ولا محدث) (۱۷۶/۱)

دیکھئے اس نے کتاب اللہ میں (ولا محدث) کی کسی طرح تحریف و زیادتی کی ہے۔ علی بن ابی طالب سے روایت ہے وہ اس آیت کریمہ کی کے متعلق بیان کر رہے تھے جس کے ذریعے وہ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ﴾ (ولا محدث) اور کہا علی بن ابی طالب (علیہ السلام) محدث (جس پر الہام ہو) تھے۔ (۲۷۰/۱)

ان دو روایات سے پتہ چلتا ہے کہ امام اللہ کی طرف سے ہے کیونکہ وہ محدث ہے اور لفظ محدث رسول اور نبی پر عطف ہونے کی وجہ سے ایک ہی حکم میں ہے کہ رسول نبی اور امام اللہ نے بھیجے اور یہ تینوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

حمران بن اعین سے روایت ہے کہ ابو جعفر (علیہ السلام) نے کہا کہ علی (علیہ السلام) پہ فرشتہ الہام کیا کرتا تھا میں نے کہا: کیا وہ نبی تھے؟ تو کہتے انہوں نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی.....

ایسے..... یا سلیمان علیہ السلام کے صاحب کی طرح یا موسیٰ اور ذوالقرنین کے ساتھی کی طرح۔ (۲۷۱/۱)

دیکھئے یہاں اعتراض کا جواب نفی میں نہیں بلکہ اُد (حرف عطف) سے دیا کہ یا یہ تھے یا یہ تھے؟

زندہ اور لوگوں کے مابین متعارف امام کے بغیر مخلوق پر حجت قائم نہیں ہو سکتی اس عنوان کے تحت باب قائم کیا گیا ”امام کے بغیر مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی دلیل قائم نہ ہوگی“ اس کے تحت کلینی نے روایات ذکر کی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔
عبدالصالح (علیہ السلام) اور ابو عبد اللہ (علیہ السلام)، ابو الحسین الرضا (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ سب نے کہا:

”مخلوق پر دلیل و حجت ایسے امام کے بغیر پوری نہیں ہوتی جس کو لوگ پہچانتے ہوں اور وہ زندہ ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿رُسُلًا مَّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِنَاسٍ لِّئَلَّا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ”دلیل اور حجت تو رسولوں کے ذریعے پوری ہوتی ہے۔ کتاب اللہ کی رو سے رسولوں کے بعد کوئی اور حجت نہیں ہے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے بعد بندوں کو فارغ نہیں چھوڑا بلکہ انہیں اپنی توحید کی تاکید کی اور اپنی معرفت کے لیے ان سے مضبوط رابطہ قائم کیا اور ان پر رسولوں کی زبانی دلیلیں اور حجت قائم کی ایک صدی کے بعد دوسری صدی میں۔ ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ میں رسول تشریف لاتے رہے تا آنکہ ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حجت پوری ہوئی۔

کلینی کی روایت کے مطابق تو ائمہ مختلف طبقات اور درجات میں تقسیم ہیں بعض تو چھپے ہوئے ہیں اور بطور ترقیہ اپنی امامت کا اظہار بھی نہیں کر سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غالباً امام معروف نہیں ہوگا جبکہ مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ وہ لوگوں میں معروف ہو۔ اس بنا پر تو اللہ تعالیٰ کی حجت اور دلیل قائم ہی نہیں ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ اب مخلوقات نے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ گزار دیا ہے مگر امام چھپا ہوا ہے معروف نہیں ہے۔ تو دلیل کیسے قائم ہوگی؟

چند روایت کا تذکرہ

اس عنوان کے تحت باب قائم کیا گیا ہے۔ (ان الارض لا تخلو من حجة) کہ زمین کبھی بھی دلیل و حجت سے خالی نہیں رہتی۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ”زمین میں ہر وقت امام موجود رہتا ہے۔ اگر مومن کوئی زیادتی کرتے ہیں تو انہیں روکتا ہے اگر ان سے کوئی نقص ظاہر ہو تو اس کو پورا کرتا ہے۔ (۱۷۸/۱) میں کہتا ہوں: آج امام کہاں ہے جو روکے یا پورا کرے؟

ان سے ہی روایت ہے ”زمین میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی دلیل (امام) قائم ہے وہ ان کو حلال و حرام بتاتا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (۱۷۸/۱) ان سے یہی روایت ہے ”اللہ تعالیٰ اس بات سے کہیں بزرگ و برتر اور عظیم ہے کہ زمین کو بغیر دلیل یعنی امام عادل کے بغیر چھوڑ دے۔ (۱۷۸/۱)

میں کہتا ہوں شیعہ کی تعریف امام عادل یعنی امام معصوم کے بغیر زمین لمحہ بھر کے لیے بھی خالی نہیں رہتی تو وہ امام آج کہاں ہے؟

ان سے ہی روایت ہے: اگر دنیا میں فقط دو آدمی رہ جائیں تو ان میں سے ایک امام ہوگا اور ان دو میں سے بھی آخر میں مرنے والا امام ہوگا۔ تاکہ دوسرے پر اللہ کی محبت اور لسل قائم ہو۔ (۱۸۰/۱)

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ ”تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے۔“

اے قاری! خود ہی اس آیت کریمہ اور اس کے متضاد الکافی کی روایات کے درمیان موازنہ کرلو۔

دلیل و حجت (امام) ہی دلیل کے انکاری ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ان کے پاس زیدی فرقہ سے تعلق رکھنے والے دو لوگ آئے، ان دونوں نے عرض کی: کیا آپ کے ہاں کوئی ایسا امام ہے جس کی اطاعت فرض

ہو۔ تو ابو عبد اللہ نے کہا: نہیں۔ انہوں نے عرض کی: ہمیں تو آپ کی نسبت یہی خبر دی گئی ہے کہ آپ یہی فتویٰ دیتے ہیں اور ہمیں خبر بھی ثقات (با اعتماد) لوگوں نے دی ہے۔ ہم آپ کو عرض کرتے ہیں کہ فلاں فلاں لوگ انہوں نے نام لیے کہ صاحب تقویٰ ہیں اور قطعاً جھوٹ نہیں بولتے تو ابو عبد اللہ (علیہ السلام) غصے میں آ گئے اور کہنے لگے میں نے ان کو ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ جب ان دونوں نے ان کو غصے میں دیکھا تو اٹھ کر چلے گئے، ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے مجھ سے کہا: کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو: میں نے عرض کی: جی ہاں یہ ہمارے بازار میں رہتے ہیں اور دونوں زیدی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار عبد اللہ بن حسن کے پاس ہے۔ تو انہوں نے کہا: یہ دونوں جھوٹے ہیں اللہ ان پر لعنت فرمائے۔ (۲۳۲/۱-۲۳۳)

میں کہتا ہوں: ان پیارے دو افراد کا کیا جرم تھا کہ ان پر لعنت کی بددعا کر دی وہ تو حق بات کی تلاش میں آئے تھے۔ ان کے لیے امام واضح نہ تھا، معروف نہ تھا جیسے کلینی کے دعویٰ کے مطابق ہونا چاہیے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ پیارے لوگوں کا کیا گناہ ہے کہ اگر زید بن علی دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ امام ہیں اور ان کے بھتیجے (ابو عبد اللہ) ان کو جھٹلا رہے ہیں اور دونوں کا تعلق اہل بیت سے ہے۔ کس کو جھٹلایا جائے اور کس کی تصدیق کی جائے۔ لوگ کس طرف جائیں۔ پچا کی طرف یا بھتیجے کی طرف؟ اور اگر کوئی حق بات پوچھتا ہے تو وہ غصے میں آ جاتے ہیں۔

امام کے علم کے متعلق خرافات

شیعہ نے امام کے علم کے متعلق ایسی ایسی کہانیاں اور خرافات باتیں بیان کی ہیں جن کو نہ ہی عقل تسلیم کرتی ہے؛ نہ ہی انسانی ذوق ان کو صحیح مان سکتا ہے مزید یہ کہ منقول علم سے بھی ان کا زبردست ٹکراؤ ہے۔ ان لوگوں نے امام کے متعلق ایسی باتیں بیان کی ہیں جو فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہی لائق ہے حقیقت یہ ہے کہ میں چند کا تذکرہ ہی کروں گا، اگر میں سب کو ذکر کرنے بیٹھوں تو میں اپنی عمر اور اپنا قیمتی وقت ایک بیکار کام میں صرف کروں گا۔ جو مزید خرافات دیکھنا چاہتا ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کر لے اور یقین کیجئے کہ مجھے سمجھ نہیں

آ رہی کہ میں کیا چیز چھوڑوں اور کیا نقل کروں۔ بہر حال میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے اور وہی میرا مددگار ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اور وہ اوصیا کی پیدائش کے متعلق بیان کر رہے تھے.....
 ”جب امام ماں کے بطن سے باہر آتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے ہوئے اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ اس لیے زمین پر ہوتے ہیں کہ وہ تمام علم قبضے میں لے لیتا ہے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا ہوتا ہے..... جب وہ یہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پہلا اور آخری علم عطا کر دیتے ہیں۔“

جمیل بن ہراج سے روایت ہے کہ ہمارے اصحاب نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:
 امام کے بارے میں کوئی غلط بات نہ کیا کرو کیونکہ وہ ماں کے بطن میں بھی تمہاری باتیں سنتا ہے اور جب وہ اپنا مشن شروع کرتا ہے تو ہر شہر میں اس کے لیے ایک مینار بلند ہوتا ہے جس میں سے وہ بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (۳۸۸/۱)

ائمہ انبیاء سے زیادہ علم رکھتے ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو فقط دو حرف دیے گئے جن پر وہ عمل کرتے تھے اور موسیٰ (علیہ السلام) کو چار حرف دیے گئے جن پر وہ عمل کرتے تھے اور ابراہیم (علیہ السلام) کو آٹھ حرف دیے گئے اور نوح (علیہ السلام) کو پندرہ حرف دیے گئے اور آدم (علیہ السلام) کو پچیس حرف دیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ان تمام کو جمع کر دیا اور اللہ کا اسم اعظم تہتر (۲۷) لفظوں پر مشتمل ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہتر حرف دیے گئے اور ان سے ایک لفظ روک لیا گیا۔ (۲۳۰/۱)

ابو الحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ہمیں وہی بہتر الفاظ دیے گئے ہیں جبکہ ایک اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں پوشیدہ ہے۔ (حوالہ سابقہ)

قارئین یہاں حرف سے مراد حروف صحائف ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ لفظ اسم کے ساتھ مل کر آرہے ہیں حرف اسم کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا اکیلے حرف کے عربی گرامر کے مطابق کوئی معانی ہوتے ہیں۔ یقیناً نہیں ہوتے مگر یہ کہ اسے اسم و فعل کے

ساتھ ملایا جائے اور کیا جو زبان نبی (ﷺ) بولتے تھے اس کے حروف ہجائی کی تعداد بہتر ہے۔ ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کے لیے آدم سے لے کر تمام انبیاء کی سنتیں جمع کر دیں یعنی ان کو عطا کیں۔ ان سے پوچھا گیا یہ سنتیں کیا ہیں؟ نبیوں کا علم اور رسول اللہ (ﷺ) نے یہ ساری سنتیں امیر المؤمنین کو عطا کیں۔ ایک آدمی نے پوچھا: امیر المؤمنین زیادہ علم رکھتے ہیں یا بعض انبیاء۔ تو انہوں نے کہا: اس کو سنو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس کی سماعت کھولتا ہے۔ میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اللہ نے تمام انبیاء کا علم محمد (ﷺ) کو دیا اور انہوں نے وہ تمام علم امیر المؤمنین کو دے دیا یہ اب بھی پوچھتا ہے کہ امیر المؤمنین زیادہ علم رکھتے ہیں یا انبیاء۔ (۲۲۲/۱-۲۲۳)

سیف تمار سے روایت ہے۔ ہم ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے ساتھ سفر میں تھے ہمارے ساتھ شیعہ کی ایک جماعت تھی۔ وہ کہنے لگے ہمارے پیچھے جاسوس ہے۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا ہم نے کہا: ہمارے پیچھے کوئی جاسوس نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم (تین مرتبہ) اگر میں موسیٰ اور خضر (علیہ السلام) کے پاس ہوتا تو میں ان کو بتاتا کہ میں ان سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور میں ان کو ساری خبریں بتاتا کیونکہ میں موسیٰ اور خضر سے زیادہ علم رکھتا ہوں ان کو تو فقط ماضی کا علم تھا اور مستقبل کا نہ تھا جبکہ ہمیں ماضی مستقبل اور قیامت تک آنے والے تمام حالات کا علم نبی (ﷺ) کی طرف سے عنایت کیا گیا ہے۔ (۲۶۱/۱)

میں کہتا ہوں یہ کیسا علم ہے جس کو جاسوس کا بھی پتہ نہ چل سکا؟
امام ماسکان (ماضی) و مایکون (مستقبل) اور جو نہیں ہوا اس کے متعلق بھی جانتا ہے کہ اگر وہ واقعہ ہوتا تو کیسے ہوتا۔

اس کے تحت باب قائم کیا گیا ہے کہ امام ماضی، مستقبل اور ہر چیز کے متعلق جانتا ہے اور ان پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔ اس کے تحت کلینی نے جو روایات ذکر کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی رؤف و رحیم ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے بندوں کو کسی کام کے کرنے کا حکم دے اور پھر صبح شام کسی کو خبر نہ کرے (یعنی امام کو) (۲۶۱/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میں زمین و آسمان جنت جہنم اور ماضی و مستقبل کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں۔ (حوالہ سابقہ)

اسی عنوان کے تحت ایک باب قائم کیا گیا ہے ”اگر ائمہ سے کوئی چیز مخفی رہ جائے تو انہیں فوراً خبر کر دی جاتی ہے۔“

ابو جعفر (علیہ السلام) فرماتے ہیں: اگر تمہاری زبانیں بند بھی رہیں تو میں ہر ایک کے متعلق سب کچھ بتا سکتا ہوں۔ (۲۶۴/۱)۔

اس کے تحت باب قائم ہے: ائمہ جانتے ہیں کہ وہ کب مریں گے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔ اس کے تحت چند روایات ذکر کی گئیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: اگر کسی امام کو یہ پتہ نہ ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور وہ کدھر جانے والا ہے تو سمجھ لو مخلوق پر اللہ کی حجت (دلیل) پوری نہیں ہے۔ (۲۵۸/۱)

ائمہ کی روحوں کا بیان

اس کے تحت مندرجہ ذیل روایات ذکر کی گئیں ہیں:

فضل بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا۔ اگر ایک امام اپنے گھر میں پردوں کے اندر بیٹھا ہو تو اس کا علم کس قدر ہوتا ہے؟ کہا: وہ روح القدس کے ذریعے سب کچھ دیکھتا ہے۔ (۲۷۲/۱)

ایک روایت میں ہے کہ روح القدس کے ذریعے وہ عرش اور زمین کی تہہ تک دیکھتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جب امام دعوت دین کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر شہر میں ایک مینار بلند کر دیتا ہے جس کے ذریعے وہ بندوں کے اعمال دیکھتا ہے اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نور کا ستون بلند کرتا ہے جس کے ذریعے وہ ہر شہر کے ساکنین کے اعمال کو ملاحظہ کرتا ہے۔ (۳۸۷/۱)

امام پرندوں سمیت سب کی زبانیں اور سینوں کے راز بھی جانتا ہے۔ محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں: میں ایک دفعہ ابو جعفر (علیہ السلام) کے پاس بیٹھا تھا کہ قمریوں (فاختہ نمابرندہ)

کا ایک جوڑا دیوار پر آکر بیٹھ گیا اور زور زور سے آوازیں نکالنے لگا۔ ابو جعفر (علیہ السلام) کچھ دیر ان سے باتیں کرتے رہے اور پھر ان کو اڑا دیا۔ یہ جوڑا پھر دیوار پہ بیٹھا اور مذکر پرندہ مونث پرندہ پر آوازیں بلند کر رہا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے ان سے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں ان پرندوں کا کیا معاملہ ہے، انہوں نے فرمایا: اے ابن مسلم! اللہ تعالیٰ نے پرندے، جانور اور جو بھی ذی روح ہے وہ ہمارے احکام کو سنتے ہیں اور ابن آدم سے بڑھ کر ان کو مانتے ہیں۔ یہ جوڑا جو ہے اس میں خاوند نے بیوی کے متعلق براگمان کیا تو ان دونوں نے میرے پاس مقدمہ دائر کر دیا مگر مونث نے اسے قسم دی کہ میں نے کچھ نہیں کیا پھر کہا کیا تو محمد بن علی کے فیصلے پر راضی ہے تو وہ دونوں مجھ پر متفق ہو گئے میں نے مذکر پرندے کو بتایا کہ تو اپنی مونث پر ظلم کر رہا ہے۔ تو ان دونوں نے تصدیق کی۔ (۴۷۱/۱)

ابو حمزہ نصیر الخادم کہتے ہیں میں نے ابو محمد سے کئی دفعہ سنا کہ وہ مختلف قسم کی زبانیں بول رہے ہیں۔ وہ ترک بچوں سے ترکی میں، رومیوں سے رومی میں اور ان کی زبان میں بات کرتے تھے۔ مجھے اس صورت حال سے سخت تعجب ہوا کہ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے ہیں نہ ہی تو یہ کسی کے پاس گئے اور نہ ہی کوئی ان کے پاس آیا پھر یہ کیسے بول رہے ہیں۔ ابھی یہ بات میرے دل میں آئی ہی تھی کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے امام کے ذریعے اپنی حجت پوری کر دی، اسے تمام زبانیں سکھائی ہیں اور تمام کے نسب اور ان کی زندگی اور موت کی تفصیلات بتائی ہیں اگر اسے ان چیزوں کا علم نہ ہو تو پھر اس کے اور دیگر مخلوقات کے درمیان کوئی فرق باقی نہ رہے گا۔ (۵۰۹/۱)

میں کہتا ہوں یہ فرق تو خالق مخلوق کا ہے نہ کہ امام اور مخلوقات کا۔

امام سینوں کے راز جانتا ہے۔

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک دن میں ابو جعفر (علیہ السلام) سے انگوٹھی کا سوال کرنا چاہتا تھا تاکہ میں اس سے تبرک حاصل کر سکوں۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ کافی دیر کے بعد میں الجھنے لگا تو انہوں نے میری طرف انگوٹھی بھیجی اور فرمایا تو صرف چاندی کا سوچے بیٹھا ہے

یہ دیکھ ہم تجھے اگٹوٹھی دے رہے ہیں۔ اس میں چاندنی بھی ہے اور عکسہ زائید تھہ ہے۔ اللہ تجھے مبارک کرے میں نے کہا: اے میرے سردار میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے ولی اور میرے لیے وہ امام ہیں جس کی اطاعت کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ (۵۱۲/۱)

محمد بن قاسم روایت کرتے ہیں۔ میں ابی محمد (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوتا تھا۔ مجھے پیاس لگتی میں بچے سے پانی مانگنے کا ارادہ کر رہا ہوتا کہ وہ بچے کو کہتے ان کو پانی دو اور میں ابھی جانے کے متعلق سوچ ہی رہا ہوتا کہ آپ بچے کو کہتے ان کی سواری لاؤ۔ (۵۱۲/۱)

امام نے علم کسی سے نہیں سیکھا ہوتا

ابو حمزہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے علم کے متعلق پوچھا کہ کیا انہوں نے استاد سے حاصل کیا یا کسی کتاب سے؟ انہوں نے کہا: معاملہ اس سے کہیں اہم ہے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے۔ ﴿وَتَعْلَمُ أَنَّكَ لَوْ كُنْتَ تَعْلَمُ لَوُحًا مِّنْ أَمْرِ نَّاسٍ﴾ (۲۷۴/۱)

میں کہتا ہوں آیت کریمہ تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خطاب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی تھی۔ اس کا امام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ خود کلینی نے روایات نقل کی ہیں کہ محمد بن علی المعروف باقر کتاب سے پڑھا کرتے تھے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے ایک دن جابر مدینہ کے کسی راستے پر پریشان پھر رہے تھے کہ اچانک اس راستے سے کچھ کاتب گزرے جن میں محمد بن علی بھی تھے۔ (۴۶۹/۱)

امام کے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ موجود ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) جب حسین بن علی کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے اپنی بیٹی فاطمہ بنت حسین کو بلایا اور انہیں ایک بند کتاب اور ظاہری وصیت دی۔ علی بن حسین بھی ساتھ تھے جسے وہ نہ دیکھتے تھے۔ فاطمہ (علیہ السلام) نے یہ کتاب علی بن حسین کو دے دی۔ پھر یہ کتاب ہمارے پاس آگئی۔ وہ کہتے ہیں: انہوں نے پوچھا اس کتاب میں کیا ہے میں آپ پر قربان ہو جاؤں؟ انہوں نے کہا: اس کتاب میں اولاد آدم کے متعلق ہر چیز ہے۔ آدم (علیہ السلام) سے لے کر دنیا ختم ہوتے وقت آخری انسان تک اس میں مسائل حدود ہیں۔ جس میں دیت اور

زخموں کی تفصیل ہے۔ (۲۰۳-۲۰۴)

میں کہتا ہوں کیا قرآن مجید بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ وہ کتاب اس وقت کہاں ہے؟ کسی نے اس کو دیکھا ہے؟ یہ کیوں اوجھل ہو گئی۔ کیا یہ دین چند لوگوں کے لیے نازل ہوا ہے؟

صحیفہ، جفر، جامعہ، مصحف فاطمہ اور دیگر من گھڑت قصے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اور وہ ابو بصیر سے مخاطب تھے: اے ابو محمد! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علی (علیہ السلام) کو ایک ہزار علم کے باب سکھائے، ہر باب سے ہزار باب نکلتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ علم ہے؟ یہ علم ہے تو خود ان کی شان کیا ہے؟ وہ کہنے لگے۔ اے ابو محمد! ہمارے پاس کتاب جامعہ ہے اور لوگوں کو کیا علم کہ جامعہ کیا ہے؟ یہ ایک صحیفہ ہے جس کی لمبائی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ستر ہاتھ ہے۔ ان کا املاء کردہ ہے اور ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے۔ اس میں حلال و حرام اور ہر چیز کا علم ہے حتیٰ کہ خراش کی دیت بھی لکھی ہے (پھر کہا) ہمارے پاس جفر ہے لوگوں کو کیا پتہ کہ جفر کیا ہے؟ یہ چمڑے کا ایک برتن ہے جس میں تمام انبیاء کا علم ہے۔ تمام اوصیا اور تمام علما جو بنی اسرائیل کے تھے ان کا علم بھی اس میں موجود ہے۔ اور ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے اور لوگوں کو کیا پتہ مصحف فاطمہ کیا ہے؟ اس مصحف میں تمہارے قرآن جیسا تین گنا ہے۔ جبکہ اس میں تمہارے قرآن میں سے ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ ❀

ہمارے پاس جو کچھ آج تک ہوا اور قیامت تک جو کچھ آئندہ ہوگا سب کا علم ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں یہ تو واقعتاً علم ہے۔ انہوں نے کہا یہ علم تو ہے مگر یہ تو کچھ بھی نہیں کہتے ہیں میں نے کہا پھر علم کیا ہے؟ کہا جو کچھ دن رات بیان کرتا ہے۔ ایک کام کے بعد دوسرے کام کا بیان ہے اور علم حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ (۲۳۸-۲۴۰) میں کہتا ہوں یہ علم تو اللہ کا ہے اور ابو عبد اللہ کا علم نہیں۔

❀ دیکھئے کس قدر جرأت اور گستاخی ہے کہ یہ قرآن سے بڑا مصحف ہے۔ یہ قرآن سے حسد و بغض اور قرآن مجید کو ترک کرنے اور اس بے رغبت ہونے کی دلیل ہے۔

جب شرم نہ رہے تو پھر تو جو مرضی کرتا رہے
30000 تیس ہزار سوالوں کا جواب ابو جعفر ایک ہی مجلس میں دیا کرتے تھے۔ روایت

ملاحظہ ہو۔

ابو جعفر (علیہ السلام) سے شیعہ کی ایک جماعت نے اجازت طلب کی جو کہ دور سے آئے تھے تو انہوں نے اجازت دے دی۔ انہوں نے ایک ہی مجلس میں تیس ہزار سوال کیے جن کا جواب ابو جعفر (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا اور وہ دس سال تک ایسے ہی جواب دیا کرتے تھے۔ (۱/۲۸۶)
یہ واقعہ پڑھ کر مجھے ایک پرانا لطیفہ یاد آ گیا کہ کچھ لوگوں نے مجھ کے ساتھ مذاق کرنے کا پروگرام بنایا۔ انہوں نے کیا ہم آپ سے چالیس سوال کریں گے۔ مجھ نے کہا: میں چالیس سوالوں کا ایک بہترین جواب دوں گا۔ لوگوں نے سخت تعجب کا اظہار کیا کہ چالیس سوالوں کا جواب ایک کیسے ہو سکتا ہے۔ جب لوگ چالیس سوال کر کے فارغ ہوئے تو اس نے کہا تمہارے تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ مجھے کسی کا جواب نہیں آتا۔

ان لوگوں نے تو چالیس سوال تیار کیے جو کہ عقل میں آنے والی بات ہے مگر ایک ہی مجلس میں تیس ہزار سوال؟ شاید ایسی ایک دو مجلسوں میں ہی انسان کی عمر ختم ہو سکتی ہے۔

لطائف اور نکات

کتاب میں جگہ جگہ عجیب و غریب لطائف ہیں جن میں سے بعض ملاحظہ ہوں۔

جھوٹے گدھے کی کہانی

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ مذکورہ گدھے نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کلام کیا اور اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے میرے باپ نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت بیان کی ہے وہ نوح کے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔ نوح کھڑے ہوئے اور گدھے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اس گدھے کی نسل سے ایک گدھا پیدا ہو گا جس کی پشت پر سید النبیین اور خاتم الرسل سوار ہوں گے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے وہ گدھا بنایا۔ (۱/۲۳۷)

کلینی کا یہ گدھا جھوٹا ہے کیونکہ اس کا چوتھا دادا نوح کی کشتی میں سوار تھا۔ فقط چار نسلیں؟

اور اس قول پہ غور کرو (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں) گدھایہ بات کس کو کہہ رہا ہے؟ کائنات کے سب سے باعزت اور محترم انسان یعنی محمد رسول اللہ (ﷺ) کو اور یہ قول کہ گدھانوح (علیہ السلام) کے ساتھ تھا کیا انبیاء کا یہ مقام ہے؟

مگر بے چارے کلینی کا کیا گناہ ہے اس کا گدھائی جھوٹ بول رہا ہے۔ کیا یہ قول پہلے لوگوں کا نہیں ہے (جس نے سند بیان کر دی وہ بری الزمہ ہو گیا)

اس قوم پہ تعجب نہ ہو تو کیا ہو جنہوں نے اصحاب محمد (ﷺ) کی بیان کردہ روایات کو تو ترک کر دیا اور گدھے کی روایات کو قبول کر لیا۔

دور دراز شہر

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ حسن (علیہ السلام) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دو شہر خاص ہیں ایک مشرق میں واقع ہے تو دوسرا مغرب میں ان کے ارد گرد لوہے کی دیوار ہے اور ان میں سے ایک کی دس لاکھ گلیاں ہیں اور ہر گلی میں سات کروڑ زبانیں بولی جاتی ہیں اور ہر فرد کی زبان دوسرے سے مختلف ہے اور میں تمام زبانیں جانتا ہوں۔ ان دونوں شہروں میں اور ان دونوں پر اور ان دونوں کے درمیان میرے بھائی حسین کے علاوہ کوئی دلیل و حجت نہیں ہے۔ (۱/۴۶۲)

لومڑی کی پیٹھ

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ﴾ (۵/المائدہ: ۹۵) ”اور جو شخص پھر ایسی حرکت کے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔“ کی تشریح میں فرماتے ہیں: ایک آدمی احرام کی حالت میں تھا کہ اس نے ایک لومڑی پکڑی اور اس کے چہرے کو آگ کے قریب کرنا تو وہ لومڑی چیخنی چلاتی اور اپنی پیٹھ سے آواز نکالتی اور بات کرتی۔ اس کے ساتھی اسے روک رہے تھے کہ یہ ظلم نہ کرو اس نے کچھ دیر کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔ یہ آدمی سویا ہوا تھا کہ ایک سانپ آیا اور اس کے منہ میں داخل ہو گیا اب یہ آدمی اس لومڑی کی طرح چیخنے چلانے اور آوازیں نکالنے لگا تب جا کر اس سانپ نے اس کا پیچھا چھوڑا۔ (فروع الکافی ۴/۳۹۷)

مردہ چوہیا

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ رات جس میں علی بن حسین (علیہ السلام) کا وعدہ تھا اس میں انہوں نے محمد (علیہ السلام) سے کہا: اے بچے میرے لیے وضو والا برتن لے آؤ۔ وہ کہتے ہیں میں اٹھا اور پانی والا برتن لے آیا۔ تو انہوں نے کہا: سیکھیرے لائق نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی چیز مری پڑی ہے۔ میں گیا اور چراغ روشن کر لایا تو کیا دیکھا کہ اس میں ایک چوہیا مری پڑی ہے۔ پھر میں گیا اور نیا پانی لے کر آیا۔ (۱/۲۶۸)

میں کہتا ہوں۔ تعجب ہے کہ امام ہر ہونے والے کام کے متعلق جانتا ہے۔ اسے زمین و آسمان کی خبریں بھی معلوم ہیں اسے ماضی اور قیامت تک ہونے والے تمام امور اور واقعات کی خبر ہے مگر اسے یہ پتہ نہ چلا کہ پانی میں چوہیا مری ہوئی ہے حتیٰ کہ چراغ لانا پڑا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا ہے: ”یہ بات انبیاء کے کلام میں بھی پائی گئی ہے کہ جب تجھے حیا و شرم نہ رہے تو پھر جو مرضی کر تا رہ۔“ (بخاری)

سریر روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابو عبد اللہ (علیہ السلام) ہمارے پاس تشریف لائے اور وہ نہایت غصے میں تھے جب وہ اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا: لوگوں پر تعجب ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں علم غیب ہے۔ درحقیقت اللہ عز و جل کے علاوہ کوئی علم غیب نہیں جانتا۔ میں اپنی فلاں لونڈی کو سزا دینا چاہتا تھا مگر وہ بھاگ گئی اور مجھے علم نہیں کہ وہ کس گھر میں چھپی ہے۔ (۱/۲۵۷)

ائمہ کی فضیلت میں تحریف (تبدیلی) آیات کے چند نمونے

امیر المؤمنین (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا﴾ ”جو کوئی نیکی کر کے آیا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہوگا۔“ کے متعلق کہتے ہیں۔ اس سے مراد ولایت اور اہل بیت کی محبت ہے اور: ﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ ”جو کوئی برائی کر کے آیا تو ان کو اوندھے منہ آگ میں جھونک دیا جائے گا۔“ کہا اس سے مراد ولایت کا انکار اور اہل بیت کا بغض ہے۔ (۱/۱۸۵)

ابو جعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں اسلام کی چوٹی اور اس کی چابی تمام مسائل کا حل اور اللہ

کی رضا امام کی معرفت کے بعد اس کی اطاعت ہے کیونکہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا﴾ (النساء: ۸۰) (۱/۱۸۶) ”جس نے رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو کوئی منہ پھیرے تو ہم نے آپ کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

میں نے کہا: اس آیت کریمہ کا اس سے کیا تعلق ہے اور کیا (امام) رسول ہے حتیٰ کہ آیت کریمہ کا مطلب اس کی منشا کے مطابق تسلیم کر لیا جائے۔

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں: رسول اور اوصیا اطاعت میں مشترک ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں یہ کس کتاب میں ہے کس آیت میں ہے۔ (شاید یہ مصحف فاطمہ میں ہے) ابو عبد اللہ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (البقرہ: ۲۶۹) ”جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کر دی گئی۔“ کہا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور امام کی معرفت ہے۔ (۱/۱۸۵)

تو نے وسیع کو محدود کر دیا

ابو عبد اللہ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرہ: ۱۴۳) ”کہ ہم نے تمہیں امت وسط (درمیانی) بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دے سکو۔“ کے متعلق فرماتے ہیں: ہم امت وسط ہیں۔ اور ہم مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کے شہداء (گواہ) ہیں۔ ﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾ (الحج: ۷۸) ”تمہارے باپ ابراہیم (ﷺ) کی ملت۔“ کہا اس سے ہم مراد ہیں: ﴿هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِ﴾ ”اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔“ کہا من قبل۔ یعنی جو کتابیں پہلی تھیں۔ ﴿وَفِي هَذَا﴾ یعنی قرآن میں ﴿لِتَكُونُوا الرَّسُولُ شَهِدًا عَلَيْكُمْ﴾ ”کہا رسول (ﷺ) ہم پر گواہ ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچایا اور ہم لوگوں پر گواہ ہیں جس نے دنیا میں ہماری تصدیق کی ہم آخرت میں اس کی تصدیق کریں گے اور جس نے دنیا میں ہماری تکذیب کی ہم آخر میں اس کی تکذیب کریں گے۔ (۱/۱۹۰)

ابو عبد اللہ (ﷺ) بیان کرتے ہیں: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا

الصَّلَاحِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور: ۵۵) ”اللہ تعالیٰ نے تم میں سے اہل ایمان اور نیک اعمال کرنے والوں سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ زمین میں تمہیں خلیفہ بنائے گا جیسے تم سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔“ کہا: اس سے مراد ائمہ ہیں۔

میں کہتا ہوں: ان میں سے علی (ؓ) کے علاوہ تو اللہ تعالیٰ نے کسی کو خلافت عطا نہیں کی پھر یہ کیسا تضاد ہے۔

ائمہ اللہ کا نور ہیں

اس عنوان کے تحت باب قائم ہے (ائمہ اللہ کا نور ہیں) اور پھر روایات ذکر کی گئی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

ابو جعفر (ؑ) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا﴾ (۶۴/التغابن: ۸) ”اللہ تعالیٰ اس کے رسول (ﷺ) اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔“ کہا: اللہ کی قسم! نور سے مراد آل محمد (ﷺ) سے ائمہ کا نور ہے جو قیامت تک کے لیے ہے۔ اللہ کی قسم! ائمہ اللہ کا نور ہیں جو اس نے نازل کیا اور وہ زمین و آسمان میں اللہ کا نور ہیں۔ (۱۹۴/۱)

ان سے ہی روایت ہے۔ ﴿وَيَجْعَلُ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ﴾ (۵۷/الحديد: ۲۸) ”کہا اس سے مراد امام ہے تاکہ تم اس کی اقتدا کرو۔“ (۱۹۵/۱)

ان سے ہی روایت ہے۔ ﴿يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾ (۵۷/الحديد: ۱۲) ”ان کا نور ان کے آگے اور دائیں چلتا ہوگا۔“ کہا: اس سے مراد ائمہ ہیں جو مومنوں کے آگے اور دائیں چلتے ہوں گے حتیٰ کہ انہیں جنت میں پہنچا دیں گے۔ (۱۹۵/۱) میں کہتا ہوں: مجھے علم نہیں کہ ائمہ مومنین کے دائیں طرف کیسے چلے گیں؟

ہمارے پاس مزید (انعامات) ہیں

ابو عبد اللہ (ؑ) علی بن موسیٰ الرضا (ؑ) سے روایت ہے کہ: ﴿وَعَلِمْتَ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ﴾ (۱۶/النحل: ۱۶) کہا: نجم رسول اللہ (ﷺ) ہیں اور علامات

ائمہ ہیں (۲۰۶/۱-۲۰۷)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَمَا تَغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّزُورُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

(۱۰/ یونس: ۱۰۱) کہا: آیات سے مراد ائمہ اور نذر سے مراد انبیاء ہیں۔ (۲۰۷/۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) ﴿كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا﴾ (۵۴/ القمر: ۴۲) کہا: یعنی تمام اولیا کو جھٹلاتا

مراد ہے۔ (۲۰۷/۱) میں کہتا ہوں اگر پوری آیت کریمہ دیکھی جائے تو اس طرح ہے: ﴿وَلَقَدْ

جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النَّزْرُ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخَذَ عَزِيزِي مُقْتَلِينَ﴾ (۵۴/

القمر: ۴۲) سوال یہ ہے کہ وہ کون سے اولیا ہیں جن کی تکذیب آل فرعون نے کی ہے۔ ان سے

ہی روایت ہے: ﴿عَنِ النَّبِيِّ الْعَظِيمِ﴾ (۷۸/ النبأ: ۲) کہا: یہ امیر المؤمنین کے متعلق ہے پھر

کہا: اللہ کی کوئی آیت مجھ سے بڑی نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی کوئی خبر مجھ سے بڑی ہے۔ (۲۰۷/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) ﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ (۸۷/ الاحقاف: ۱۶) ”بلکہ تم دنیا

کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔“ کہا: اس سے مراد ائمہ کی ولایت یعنی ان کے خلفاء اور پھر

﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ کہا: اس سے مراد امیر المؤمنین کی ولایت ہے۔ (۲۱۸/۱)

پڑھو اور تعجب کرو

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا﴾ (۳۰/ الروم: ۳۰) ”

اپنا چہرہ ایک طرف دین کی طرف متوجہ رکھیے۔“ کہا اس سے مراد ولایت ہے۔ (۲۱۹/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾

(۲۱/ الانبیاء: ۴۷)

”کہ ہم قیامت والے دن انصاف والا ترازو لگائیں گے۔“ کہا اس سے مراد انبیاء اور اوصیا

ہیں۔ (۲۱۹/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) ﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ (۱۷/ بنی اسرائیل: ۹)

”اس قرآن کے علاوہ کوئی قرآن لاؤ اسے تبدیل کرو۔“ (یہ کفار کا مطالبہ تھا) کہا: اسے

علی (علیہ السلام) سے بدل دو۔ (۲۱۹/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے ﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ (۱۷/ بنی اسرائیل: ۹)

”یہ قرآن سیدھے ترین رستہ کی راہنمائی کرتا ہے۔“ کہا: یعنی امام کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ (۲۱۶/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (۱۴ / ابراہیم: ۲۸) ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا (ناشکری کی) کیا یہ قریش کی بات ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دشمنی کی اور انہوں نے آپ کے وحی اور اس کی وصیت کا انکار کیا۔ (۱/ ۲۱۷) (فارسی حکومت کا خاتمہ کر دیا، کسریٰ کے خواب چکنا چور کر دیے، مجوسی آتش کدوں کی آگ بجھا ڈالی اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنالیا)

علی مؤمنوں کے سب سے زیادہ حق دار ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ وہ ایک حکایت بیان کر رہے تھے کہ ایک سائل علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی بقید حیات تھے اس آدمی نے دیکھا کہ (علی) نماز پڑھ رہے ہیں اور رکوع کی حالت میں ہیں اس نے کہا: اسلام علیک یا ولی اللہ اولیٰ بالمؤمنین من انفسم (اے اللہ کے ولی! اور مؤمنوں کے سب سے زیادہ حق دار) اس مسکین پر کچھ صدقہ کیجئے۔ (۲۸۹/۱)

عجیب و غریب مصیبت

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: ہم اللہ کی حجت (دلیل) ہیں ہم اللہ کا دروازہ ہیں۔ ہم اللہ کی زبان ہیں (کیا اللہ کی زبان ہے؟) ہم اللہ کا چہرہ ہیں، ہم اللہ کی مخلوق ہیں اللہ کی آنکھ ہیں اور ہم اللہ کے بندوں میں اللہ کی طرف سے حکمران ہیں۔ (۱۳۵/۱)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) کہتے ہیں۔ میں اللہ کی آنکھ ہوں میں اللہ کا ہاتھ ہوں میں اللہ کا

دروازہ ہوں۔ (حوالہ سابقہ)

کیا آپ کو علم ہے کہ تو حید کو کیسے شرک میں تبدیل کیا گیا

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا﴾

”اللہ کے پیارے پیارے نام ہیں ان کے ذریعے اس کو پکارو۔“ کہا: اللہ کی قسم! ہم اللہ کے پیارے نام ہیں جن کے بغیر اللہ تعالیٰ بندوں کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ فقط ہماری معرفت کے ذریعے ہی نیک اعمال قبول ہوتے ہیں۔ (۱۴۳/۱)۔

علی اور ائمہ کی فضیلت ان کے ہاں رسول اللہ (ﷺ) کی طرح ہے اور اس بات کا اقرار نہ کرنے والا مشرک ہے اور یہ کہ جو کچھ علی (رضی اللہ عنہ) کو دیا گیا وہ کائنات میں کسی کو نہ مل سکا۔ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ ”جو علی لے کر آئے اس پر عمل واجب ہے۔ جس چیز سے انہوں نے منع کیا اس سے باز رہنا ہے۔ ان کی فضیلت محمد (ﷺ) کی طرح ہے۔ ان کے احکام کو نہ ماننے والا درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو رد کر رہا ہے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی بات کا انکار اللہ کے ساتھ شرک کے برابر ہے۔ امیر المؤمنین اللہ کی طرف وہ دروازہ ہیں جس کے بغیر اللہ تک پہنچنا ناممکن ہے۔ ان کے راستے کے بغیر چلنے والا ہلاک ہو گیا۔ یہ ہدایت پھر ائمہ میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں ارکان بنایا ہے اور ان کو زمین کی تہوں کے نیچے کی مخلوقات کے لیے دلیل بنایا ہے۔ امیر المؤمنین اکثر کہا کرتے تھے۔ میں اللہ کی طرف سے جنت اور جہنم کے درمیان تقسیم کا ذمہ دار ہوں میں صاحب عصا (ڈنڈا) ہوں میں فاروق اکبر ہوں، تمام ملائکہ، روح (جبرائیل) اور تمام انبیاء نے میری فضیلت ولایت کا اسی طرح اقرار کیا جس طرح محمد (ﷺ) کا کیا ہے۔ میں نے بھی ان کی طرح حمولۃ الرب (اللہ کی طرف سے ذمہ داری) اٹھائی ہے۔ (تعجب ہے اس کا مطلب کیا ہے؟) میرا دعویٰ بھی رسول اللہ (ﷺ) کے دعویٰ کی طرح ہے۔ میں ان کی ہی بولی بولتا ہوں مجھے ایسے خصائل و فضائل عطا ہوئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں ہوئے، مجھے تمام آزمائشوں اور مصائب کا علم دیا گیا ہے۔ (رسول اللہ ﷺ) سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے) مجھے حسب و نسب اور فصل الخطاب عطا ہوا جو کچھ پہلے ہوا اس سے میں بے خبر نہیں اور جو چیز مجھ سے دور ہے وہ میری نظروں سے غائب نہیں۔“ (۱۹۶/۱)۔ (۱۹۷)

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں دنیا میں بار بار آنے والا ہوں میں دنیا کی دولت ہوں اور میں صاحب عصا اور اس جانور والا ہوں جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔ (۱۹۸/۱)

کیا کوئی مسلمان امیر المؤمنین علی (ؑ) کو اس جانور سے منسوب کر سکتا ہے؟
یہی تو اللہ ہے۔۔۔۔۔؟

رضا (ؑ) سے روایت ہے دنیا میں کون ہے جو امام کی معرفت حاصل کر سکے اور اسے پہچان سکے۔ ہائے افسوس، ہائے افسوس، عقلیں جواب دے گئیں، شعور نے کام چھوڑ دیا عقلمند ہوش و خرد سے عاری ہو گئے، آنکھیں ناکام ہو گئیں (میں کہتا ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے) ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارُ﴾ ”کہ نظریں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں وہ نظروں کا احاطہ کرتا ہے۔“ حکما حیران ہیں، صاحب خرد پریشان ہیں، خطیب عاجز آ گئے، عقلمند حواس باختہ ہوئے صاحب عظمت ذلیل ہو گئے، ادیب عاجز آ گئے، فصیح بلیغ اس کی شان بیان کرتے سکتے ہو گئے۔ (میں کہتا ہوں یہ شان تو اللہ تعالیٰ کی ہے) وہ اس کے فضائل بیان نہ کر سکے اور انہوں عاجزی اور کم مائیگی کا اظہار کر دیا۔ (میں کہتا ہوں یہ تو رب العالمین کی شان ہے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ((لَا أُحْصِي فَنَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَتَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ)) ”میں تیری پوری تعریف نہیں کر سکتا تو اسی طرح جس طرح تو نے اپنی تعریف بیان کی۔“ پھر کہتا ہے اور اس کی مکمل تعریف کیسے کی جاسکتی ہے؟ اور اس کے اوصاف کیسے بیان کیے جاسکتے ہیں اور اس کا حکم کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ (میں کہتا ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے) ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ اس طرح کا کوئی نہیں) کون ہے جو ان کے قائم مقام ہو۔ اور کون ہے جو ان کی جگہ کافی ہو سکے۔ ان کے لیے کیفیتیں اور کہاں کا تصور نہیں ہے (میں کہتا ہوں کیفیت کے مجہول ہونے کا تصور تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق (والکلیف مجہول)۔ وہ لوگوں سے ستارے کی مانند بلند ہے (میں کہتا ہوں علی (ؑ) یا پھر رب اعلیٰ) ایسا اختیار کہاں ہوگا اور اس کو سمجھنے کی عقل میں طاقت کہاں؟ اس کی مثل کہاں ہے۔ (۲۰/۱)

میں کہتا ہوں یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ان صفات کا حامل نہیں ہے کیونکہ اس کا فرمان: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (۲/۴۲) الشوری: ۱۱) ”اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔“

ضروری تنبیہ: میں جب یہ کتاب پڑھ رہا تھا تو میری نظر مذکورہ پہرے کی چند سطور پر

پڑی جبکہ شروع سے میں نے اس کو نہیں پڑھا تھا تو میں نے سوچا کہ یہ سطور اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھی گئی ہیں مگر جب میں نے پیرے کے شروع میں دیکھا تو یہ امام کے اوصاف پر مبنی تھیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور امام کی صفات کو اکثر خلط ملط کرتے رہتے ہیں۔

ائمہ اللہ کی ذات سے پیدا ہوئے ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: اللہ نے ہمیں علیین سے پیدا کیا اور ہماری روحوں کو اس سے بھی بلند مقام سے پیدا کیا (میں کہتا ہوں علیین سے اوپر خود پروردگار عالم ہے) اور ہمارے شیعہ پیروکاروں کی روحمیں علیین سے اور ان کے بدن اس سے کم درجہ مقام سے پیدا کیے ہیں اس لیے ہمارے اور ان کے درمیان قرابت ہے اور ان کے دل ہماری طرف جھکے ہوئے ہیں۔ (۳۹۸/۱)

ان سے ہی روایت ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نور سے پیدا کیا ہے (میں کہتا ہوں نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کا نور مخلوق کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ اس الزام سے بلند اور بری ہے) پھر کہا: ہماری تخلیق اور ہماری صورتیں عرش بریں کے نیچے سے لی گئی مٹی سے بنائیں۔ پھر اس نے وہ نور اس مٹی میں ڈالا۔ ہم تخلیق کے اعتبار سے دونوروں والے بشر ہیں، یہ فضیلت ہمارے علاوہ کسی کے حصہ میں نہیں آئی پھر شیعہ کی روحمیں ہماری مٹی سے بنائی ہیں جبکہ ان کے بدن اس مٹی سے نیچے درجے والی مٹی سے بنائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ کسی کو یہ فضیلت عطا نہیں کی سوائے انبیاء کے (میں کہتا ہوں اس باطل قول کے مطابق انبیاء کی فضیلت ائمہ سے کم ہے) اس لیے ہم اور وہ ایک طرف ہوں گے اور باقی رزیل لوگ آگ کے لیے ہیں اور آگ کی طرف جائیں گے۔ (۳۸۹/۱)

میں کہتا ہوں: بے چارے عام لوگوں کا کیا گناہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح (ذلیل و رزیل) پیدا کیا ہے اور ائمہ کی کیا فضیلت ہے جو وہ اس طرح پیدا ہوئے ہیں؟ فرشتوں، جنوں اور ائمہ کے ساتھ ان کے تعلق کی جھوٹی کہانیاں

فرشتوں کے متعلق: ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے حسین! اور انہوں نے اپنا ہاتھ چمڑے کے تکیے پر مارا جو گھر میں تھا کہا اس پر اکثر فرشتے ٹیک لگاتے ہیں

اور بعض دفعہ ہم نے اس پر سے فرشتوں کے بال بھی پکڑے ہیں۔ (۳۹۳/۱)

علی بن حسین (علیہ السلام) کو کسی نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سے کچھ تلاش کر رہے ہیں اور کچھ اٹھا رہے ہیں۔ دیکھنے والے نے پوچھا، تو جواب دیا: فرشتوں کے پر اور بال اکٹھے کر رہا ہوں تاکہ ہم اپنی اولاد کے لیے طاف (سر دی سے بچاؤ کا کپڑا) تیار کریں گے۔ وہ شخص کہتا ہے میں نے کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا فرشتے آپ کی پاس آتے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ تو ہمارے نیلے پرش کیے رکھتے ہیں۔ (۳۹۴/۱)

ابوالحسن (علیہ السلام) کہتے۔ جب بھی کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر نازل ہوتا ہے تو وہ سب سے پہلے امام کے پاس آتا ہے اور اس پر حکم پیش کرتا ہے سارے فرشتے امام کے پاس ہی حاضر ہوتے ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

جنوں کے متعلق

سعد اسکاف کہتے ہیں: میں ابو جعفر (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا مگر جب میں ان کے گھر کے پاس پہنچا تو دروازے کے پاس اونٹ صفوں کی شکل میں باندھے تھے اور گھر کے اندر سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد چند لوگ نکلے جن کے سروں پر بڑی بڑی پگڑیاں تھیں۔ میں ابو جعفر (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں آج مجھے کچھ دیر ہوگئی جس کی وجہ یہ تھی میں نے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے سروں پر پگڑیاں باندھ رکھی تھیں مگر میں انہیں پہچانتا نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا: اے سعد! کیا تجھے علم ہے وہ کون لوگ تھے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: یہ تمہارے جن بھائی تھے جو ہمارے پاس دین سیکھنے آتے ہیں۔ حلال و حرام اور مسائل دین کے بارے علم حاصل کرنے آتے ہیں۔ (۳۹۵/۱)

(سوال یہ ہے کہ کیا جن اونٹوں پر آتے ہیں دراصل جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ مترجم)

سدیر الصیرفی کہتے ہیں۔ مجھے ابو جعفر (علیہ السلام) نے مدینہ کے متعلق ایک کام کی وصیت کی جب میں روجاء کے میدان میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کپڑے تہہ کر رہا ہے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے مجھے ایک کتاب دی جو تازہ لکھی ہوئی تھی اس پر شیرے باپ

جعفر (علیہ السلام) کی مہر بھی لگی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا: مؤلف نے یہ کتاب تمہیں کب دی؟ اس نے کہا ایک گھنٹہ یا ایک گھڑی قبل۔ پھر میں نے اچانک دیکھا کہ میرے پاس کوئی بھی نہیں ہے پھر ابو جعفر آئے۔ میں نے ان سے کہا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ کتاب آپ کی لکھی ہوئی ہے جو مجھے کسی نے دی ہے، یہ تازہ ترین ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے سدر! کچھ جن ہمارے خدمت گزار ہیں۔ جب ہم نے کوئی کام جلدی کروانا ہو تو ان کے ذریعے کرواتے ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان (علیہ السلام) کی دعا قبول کی تھی کہ: ﴿قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تُعْزِلَ لِيْ وَلَدًا لَا یَنْبَغِیْ لَاحِدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ الْوَهَّابُ﴾ (۳۸/ ص: ۳۵) اس آیت کریمہ میں دعایہ ہے کہ اے اللہ! مجھے بخش دے اور دوسری میرے بعد کسی کو ایسی سلطنت نصیب نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنات اور ہوا کو مسخر کر دیا یہ ان کی خصوصیات میں شامل ہے کہ ایسی حکومت نہ ہی تو ان سے پہلے کسی کے پاس تھی اور نہ ہی ان کے بعد کسی کو ملی ہے۔

ایک روایت میں کلینی نے بیان کیا ہے کسی نے رضا کو دیکھا کہ وہ کسی سے سرگوشی کر رہے ہیں مگر وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا پھر کہا: وہ جن تھا جس کا نام عازر زہرانی تھا۔ (۱/ ۳۹۵) ابو جعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: امیر المؤمنین (علیہ السلام) منبر پر تھے اچانک مسجد کے دروازے سے ایک بہت بڑا سانپ داخل ہوا۔ لوگوں نے اس کو مارنا چاہا مگر امیر المؤمنین نے ان کو منع کر دیا سانپ منبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور آگے بڑھ کر امیر المؤمنین (علیہ السلام) کو سلام کیا مگر امیر المؤمنین نے اشارہ کیا رک جاؤ تا کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو جائیں۔ جب وہ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے پوچھا تو کون ہے؟ سانپ نے کہا میں عمرو بن عثمان ہوں اور آپ کی طرف سے جنوں پر خلیفہ ہوں، میرا باپ مرچکا ہے اور اس نے مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وصیت کی تھی تاکہ آپ کی آراء جان سکوں۔ امیر المؤمنین میں حاضر ہوں میرے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، جاؤ ہم نے تجھے تیرے باپ کے مقام پر فائز کر دیا ہے اور فرمایا: تم میرے جنوں پر خلیفہ ہو، اس کا نام عمرو تھا۔ اس نے امیر المؤمنین کو الوداع کہا اور چلا گیا۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر

قربان ہوں۔ یہ عمر تھا اور اپنا واجب پورا کرنے آیا تھا تو انہوں نے کہا: ہاں ایسے ہی ہے۔ (۱/۳۹۶)

امام کی علامات

یہ بعض علامات ہیں جو فقط وہم اور خیال میں ہی ممکن ہیں اور بعض وہ ہیں جو ہر امام میں نہیں پائی جاتی ہیں جنہیں شیعہ کے معروف مصنف الکلمینی نے ذکر کیا ہے۔

ابوالحسن رضا (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: امام کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑا ہو، وہ سالار قافلہ بن کر چلے اور کہے فلاں نے کس کے لیے وصیت کی؟ اسے کہا جائے فلاں اور اسلحہ ہمارے لیے ایسے ہی ہے جیسے بنی اسرائیل کے ہاں تابوت تھا۔ وہ جہاں ہوگا امامت وہاں ہوگی۔ (۱/۲۸۳)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اس کے لیے وصیت قطعاً ظاہر ہو اس طرح کہ جب وہ مدینہ آئے تو عوام الناس اور بچے پوچھیں کس کے لیے وصیت ہے۔ تو سب کہیں فلاں بن فلاں کے لیے ہے۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں: علی، حسین، اکاظمی اور حسن عسکری اپنے بہن بھائیوں میں بڑے نہ تھے۔ یہ جو اسلحہ کی بات ہے اس کے متعلق مجھے علم نہیں کہ پھر اس اسلحہ کا کیا فائدہ جو مغلوب کے پاس ہے اور ایک دن بھی کام نہیں آیا کیا اللہ تعالیٰ نے اسلحہ زیور بنایا ہے یا قتل و قتل کا آلہ؟ اس اسلحہ کا کیا فائدہ جو استعمال ہی نہ ہو۔

اپنی ظاہر وصیت کی بات جسے عوام اور بچے جان لیں تو یہ وصیت کہاں پائی گئی۔ کہاں پہچانی گئی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ کتاب میں بعض مقامات پر اس کے خلاف بھی کلام موجود ہے جیسا کہ اکثر لوگ نہیں پہچانتے بلکہ بعض حالات میں وہ خود بھی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا وغیرہ۔ ان خیالی شروط میں سے یہ بھی ہے کہ ابوالحسن (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں وہ کل کی تمام خبریں بتلائے (آنے والا کل) ہر انسان کی زبان جانتا ہو۔ کسی انسان اور پرندے و جانور کی زبان اس سے مخفی نہ ہو جس میں یہ شروط نہیں ہیں وہ امام نہیں ہے۔ (۱/۲۸۵)

میں کہتا ہوں ایسا کوئی امام نہیں ہے۔

امام مردوں کو زندہ کرتا ہے

ابوبصیر بیان کرتے ہیں: میں ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس گیا اور عرض کی کیا آپ مردہ کو زندہ کر سکتے ہیں؟ اندھے، بہرے اور پھلپھری والے کو شفا یاب کر سکتے ہیں انہوں نے کہا: ہاں اللہ کے حکم سے۔ (۳۸۰/۱)

ایک روایت یوں ہے: اللہ کا ایک نیک بندہ منیٰ میں ایک عورت کے پاس سے گزرا، جو رو رہی تھی اس کے بچے بھی اس کے پاس رو رہے تھے، وجہ یہ تھی کہ ان کی ایک گائے مر گئی تھی۔ اچانک اس عورت نے دیکھا کہ گائے سیدھی کھڑی ہو گئی اور اپنا پاؤں زمین پر مار کر آواز نکالنے لگی۔ جب اس عورت نے گائے کی طرف دیکھا تو چیخ چیخ کر کہنے لگی یہ عیسیٰ بن مریم ہے، رب کعبہ کی قسم! یہ عیسیٰ بن مریم ہے، جب اس نیک آدمی نے سنا تو عام لوگوں میں شامل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ (۳۸۴/۱) دیکھئے ۱/۲۵۷ میں ہے کہ یہ علی (علیہ السلام) تھے

امام جنت کی ضمانت دیتا ہے

ابوبصیر ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں: اے محمد میرے قریب ہو جاؤ۔ انہوں نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ میں نے آسمان، زمین، سورج، چاند اور زمین پر تمام گھر دیکھے پھر کہا کیا تو ایسا ہی رہنا پسند کرتا ہے کہ قیامت تک کے تمام احوال کا تجھے علم ہو اور لوگوں پر جو ہے وہ تجھ پر بھی ہو اور قیامت کو جو ان کی حالت ہو وہ تیری بھی ہو یا پھر تو یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن تیرے لیے خالص جنت ہو۔ اگر جنت چاہتا ہے تو تجھے پہلے مقام پرواپس آنا ہوگا۔ میں نے کہا میں پہلے مقام پرواپس آنا چاہتا ہوں، انہوں نے دوبارہ میری آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور میں واپس اپنے مقام پر آ گیا۔ (۳۷۰/۱)

ابوبصیر کہتے ہیں۔ میرا ایک بڑوسی تھا جو بادشاہ کے دربار میں آتا جاتا تھا۔ اس نے بادشاہ سے کچھ مال حاصل کیا۔ اس نے ایک فحشہ خانہ بنایا۔ لوگ اس کے پاس جمع ہوتے۔ وہ شراب پیتا اور رنگ رلیاں مناتا۔ میں ابو عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں جب کوفہ سے واپس آیا تو تیرے پاس آؤں گا مگر تم اسے جا کر کہو جعفر بن محمد کہتے ہیں تم یہ سب کچھ چھوڑ دو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

پھر طویل قصہ ہے کہ اس نے توبہ کر لی اور مر گیا۔ پھر ابو عبد اللہ ابو بصیر کو حج میں ملے۔ ابھی ابو بصیر نے اس آدمی کے متعلق کچھ بھی نہ بتلایا تھا کہ انہوں نے کہا: اے ابو بصیر! ہم نے اس شخص کو پورا پورا بدلہ دے دیا۔ (۴۷۳/۱)

مالک الملک

آپ اس کتاب کے باب (ان الارض کلها للإمام) تمام کی تمام زمین امام کے لیے ہے کے تحت پڑھ سکتے ہیں کہ یہ تمام کی تمام زمین امام کے لیے ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب امام کا ہے اور ہر مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ امام کو جزیہ (ٹیکس) ادا کرے۔ امام پر اللہ تعالیٰ یا کسی اور کا کوئی حق نہیں ہے

بلکہ روایت میں ہے کہ جو کچھ آخرت میں ہے سب کا سب امام کا ہے۔ مثلاً:

ابو بصیر ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا: کیا امام پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا: تو نے ایسی چیز کے متعلق پوچھا ہے جو ناممکن ہے کیا تجھے علم نہیں کہ دنیا و آخرت تمام کی تمام امام کی ملکیت ہے وہ جہاں چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ جسے چاہے دے سکتا ہے، یہ سب کچھ اس کے لیے جائز ہے۔ امام پہ کوئی ایسی بات نہیں آتی جب اس کی گردن پر کسی کا حق ہو۔ (۴۰۹/۱)

میں کہتا ہوں تعجب کی بات ہے، شیعہ یہ دعویٰ کرنے کے بعد کسی طرح اس آیت کریمہ سے دلیل لیتے ہیں: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (۵۰/ المائدہ: ۵۵) (اس میں زکوٰۃ ادا کرنے کی دلیل ہے) اور پھر کہتے ہیں امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔

امام اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت ایک ہی طرح واجب ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: اطاعت کے مسئلہ میں انبیاء، رسول اور ائمہ ایک ہی

طرح ہیں۔ (۱۸۸۶/۱)

میں کہتا ہوں قرآن مجید اول تا آخر اس بات کا انکار کرتا ہے۔

امام کا حمل اور ولادت

اسحاق بن جعفر روایت کرتے ہیں، میں نے اپنے باپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے: جب ائمہ کی ماؤں کو ائمہ کا حمل ہوتا ہے..... (اس میں ہے) اگر رات کا وقت ہو اور ولادت کا مرحلہ آئے تو اس کے گھر میں ایسی روشنی اور نور پھیل جاتا ہے جسے فقط وہی دیکھ سکتی ہے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا یا پھر امام کا باپ ہی دیکھ سکتا ہے۔ جب اسے ماں جنم دیتی ہے وہ زمین پر بیٹھا ہوتا ہے۔ وہ آلتی پالتی مار کر بیٹھا ہوتا ہے مگر فوراً ہی قبلہ کی طرف گھوم جاتا ہے۔ پھر تین دفعہ چھینکتا ہے اور شہادت کی انگلی اوپر کر کے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتا ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے اور پہلے سے ہی اس کا ختنہ ہوا ہوتا ہے۔ اوپر اور نیچے والے چار دانت بھی ہوتے ہیں اور وہ منس رہا ہوتا ہے اس کے سامنے سونے کی طرح نور چمکتا ہے ایک دن اور ایک رات مسلسل اس کے ہاتھوں سے سونا پیدا ہوتا رہتا ہے۔ انبیاء، رسل اور اوصیاء اسی طرح ہی ہوتے ہیں (۱/۳۸۸) جبکہ ایک روایت میں ہے۔ جب وہ دعوت دین کا آغاز کرتا ہے تو ہر شہر میں ایک مینار بلند ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ تمام لوگوں کے اعمال دیکھتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اس نے زمین پر رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور بلند آواز سے شہادتیں (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا ورد کر رہا ہوتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

نوٹ: اس کلمہ میں علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے شیعہ کو اپنی ہی دلیل پر غور کرنا چاہیے۔

امام ماں کی گود میں بھی کلام کرتا ہے

یعقوب سراج بیان کرتے ہیں: میں ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ ابوالحسن کے سر ہانے کھڑے تھے جبکہ وہ پنگھوڑے میں تھے وہ کافی دیر تک اس کے ساتھ سرگوشی کرتے رہے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا: اپنے مولا کے پاس جا کر سلام کرو۔ میں پنگھوڑے کے قریب ہوا اور سلام کہا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب صحیح اور صاف زبان میں دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا: جاؤ اپنی اسی بیٹی کا نام تبدیل کر دو جس کا نام کل ہی تو نے رکھا ہے کیونکہ وہ نام اللہ کو پسند نہیں ہے، میری بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام میں

نے حمیراء رکھا تھا۔ (۳۱۰/۱)

اختتامی روایت: امام کا پیشاب، پاخانہ، مسک خوشبو کی طرح ہے
ابو جعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: امام کی دس علامات ہیں۔

اس کا پیشاب، پاخانہ اور خارج ہونے والی ہوا مشک خوشبو کی طرح ہے۔ زمین اس کے
لیے پردہ ہے۔ (۳۸۸/۱)

تیسری فصل

مزید خرافات

یہ مزید خرافات اور جھوٹی کہانیاں اور خیالی قصے اور روایات ہیں جو ان بے عقل و بے شعور لوگوں نے بنائی ہیں اور ان کی سب سے معتبر کتاب میں موجود ہیں۔ مجھے تو تعجب ہے کہ ایک عقلمند انسان ایسی باتیں کیسے لکھ سکتا ہے ان کو پڑھیے اور سوچیے کہ کیا ادنیٰ سی عقل رکھنے والا آدمی بھی ان کی تصدیق کر سکتا ہے؟

نبی (ﷺ) نے وفات کے بعد علی (رضی اللہ عنہ) کو علم کے دس لاکھ باب سکھائے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے علی سے فرمایا کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو غرس کنواں سے پانی کی چھ مشکیں لینا۔ مجھے نہلانا اور کفن دینا۔ پھر میرے کفن کا ایک کونہ پکڑ کر بیٹھ جانا پھر تمہارے دل میں جو سوال آئے پوچھنا تو میں تمہارا جواب دوں گا۔ (۲۹۷/۱)

ایک روایت میں ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دینا، کفن دینا، اور پھر مجھے اٹھا کر بٹھا دینا تم جو پوچھو گے میں بتاؤں گا اور تم لکھ لینا۔ (حوالہ سابقہ)

کامل شمار سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: مجھے کسی نے بتایا ہے کہ نبی (ﷺ) نے علی (رضی اللہ عنہ) کو علم کا ایک ہزار باب اس دن سکھایا تھا جب وہ فوت ہو گئے تھے اور ہر باب سے ہزار ہزار باب کھلتے ہیں۔ اور یہ دس لاکھ ابواب ہوئے۔ ابو عبد اللہ نے کہا: یقیناً ایسا ہی ہے۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ کیا ان تمام ابواب کا آپ کے شیعہ اور دیگر تعلق داروں کو علم ہے؟ انہوں نے کہا: اے کامل! ایک دو ابواب کا ہی علم ہے۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں ایک دو ابواب میں کیا بیان ہو گا؟ انہوں نے فرمایا: تم عنقریب ہمارے فضل و مرتبہ کے ابواب سنو گے ہر ہزار ابواب پہلے سے الگ ہو گا۔ (حوالہ سابقہ) (میں کہتا ہوں یہ باب زندگی میں کیوں نہ سکھائے)

فرشتے کے چوبیس (۲۴) چہرے

ابوالحسن (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: رسول اللہ (ﷺ) تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس ایک فرشتہ آیا جس کے چوبیس چہرے تھے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: اے میرے محبوب جبرائیل! میں نے تجھے پہلے تو کبھی اس شکل میں نہیں دیکھا۔ اس نے کہا: میں جبرائیل نہیں ہوں (میں کہتا ہوں یہ بات عصمت رسول ﷺ کے خلاف ہے) مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے کہ میں نور کی شادی نور سے کروادوں۔ آپ نے پوچھا: کون نور؟ کہا فاطمہ کی علی سے۔ جب یہ فرشتہ واپس جانے کے لیے مڑا تو اس کے کندھوں کے درمیان لکھا تھا (محمد رسول اللہ علی وصیہ) رسول اللہ (ﷺ) نے اس سے پوچھا: یہ عبارت کب سے تیرے کندھوں کے درمیان لکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: آدم کی تخلیق سے بائیس ہزار سال قبل لکھی تھی۔ (۴۶۰/۱) حسین (علیہ السلام) نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے حسین نے فاطمہ یا کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ ان کو نبی (ﷺ) کے پاس لایا جاتا آپ اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھتے وہ انگوٹھے سے پیتے جو ان کو دو دن یا تین دن کے لیے کافی ہوتا۔ (۴۴۸/۱)

نبی (ﷺ) ابوطالب کے پستان سے دودھ پیتے تھے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں جب نبی (ﷺ) پیدا ہوئے تو کئی دن کسی عورت کا دودھ نہیں پیا پھر ابوطالب نے ان کو اپنے پستان سے پلایا کیوں کہ اللہ نے اس میں دودھ اتار دیا تھا۔ (۴۶۱/۱)

حسین پیدا ہونے سے پہلے ہی فقیہ تھے

محمد بن علی سے روایت ہے کہ حسین پیدا ہونے سے قبل ہی فقیہ تھے اور بولنے سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ (۳۰۲/۱)

حجر اسود ولایت کی گواہی دیتا ہے

ایک دن محمد بن حنفیہ کا علی بن حسین (علیہ السلام) کے ساتھ اختلاف ہوا کہ امامت کا حق دار

کون ہے ان دونوں نے حجر اسود کو حکم تسلیم کیا، حجر اسود میں اس قدر حرکت پیدا ہوئی کہ قریب تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتا۔ پھر اس نے اللہ کے حکم سے واضح عربی زبان میں کلام کیا اور کہا: اے اللہ! وصیت اور امامت حسین بن علی کے بعد علی بن حسین کا ہی حق ہے۔ (۱/۳۳۸)

میں کہتا ہوں کہ قارئین آپ نے پہلے ایک روایت پڑھی ہے کہ امامت ایک ظاہر چیز ہے جسے بچے بھی پہچانتے ہیں تو یہ محمد بن علی جو کہ حسین کے بھائی ہیں سے کیسے خفی رہ گئی حتیٰ کہ حجر اسود کو فیصل تسلیم کرنا پڑا۔

چھینک کی برکات

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: جس نے چھینک ماری پھر اپنا ہاتھ ناک کی نوک پر رکھا اور کہا (الحمد لله رب العالمين حمدًا كثيرًا كما هو أو صلى الله على محمد النبي وآله وسلم) اس کے ناک کی دائیں نالی سے ایک چھوٹا سا پرندہ نکلتا ہے جو ٹڈی سے چھوٹا اور کھسی سے بڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ اڑتا اڑتا اللہ کے عرش کے نیچے پہنچ جاتا ہے اور اس کے لیے قیامت تک بخشش طلب کرتا رہتا ہے۔ (۲/۶۵۷)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: جس نے چھینک ماری وہ سات دن تک مرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ (حوالہ سابقہ) ان سے ہی روایت ہے کہ جب کوئی آدمی بات کر رہا ہو اور چھینک مار دے تو وہ گواہ حق ہے۔ (حوالہ سابقہ)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جس نے چھینک کے بعد کہا: (الحمد لله رب العالمين على كل حال) تو اسے کبھی کان اور ڈاڑھ کی تکلیف نہ ہوگی۔ بعض روایات میں ہے کہ اسے آنکھ اور ڈاڑھ کی تکلیف نہ ہوگی۔ (۲/۶۵۶)

امام کے اشارے سے سونے کی ڈلیاں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں ہمارے پاس سونے کے خزانے ہیں۔ اگر تو چاہے تو میں اپنے ایک پاؤں کو حکم دوں کہ جو کچھ سونا تیرے اندر ہے اسے باہر نکال دے تو وہ نکال دے گا۔ پھر انہوں نے اپنے پاؤں سے زمین پر ایک لکیر کھینچی تو زمین ابلنے لگی پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کیا تو زمین سے سونے کی بڑی بڑی ڈلیاں باہر آ گئیں۔ یہ ڈلیاں

ایک دوسرے سے زیادہ چمکدار تھیں اور ان میں سے ایک بہت بڑی تھی۔ ہم میں سے کسی ایک نے عرض کیا۔ آپ کو یہ سب کچھ دیا گیا ہے جبکہ آپ کے شیعہ اس کے محتاج ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ ہمیں اور ہمارے شیعہ کو عنقریب دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا کر کے جنت میں داخل کر دے گا اور ہمارے دشمنوں کو جہنم داخل کرے گا۔ (۱/۴۷۲/۱، ۴۹۱/۱، ۵۰۷)

صاحب الاقدام

روایت کرتے ہیں کہ میں شام میں ایک خاص جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ اس جگہ کا نام رأس الحسین ہے۔ میں ایک دن عبادت کر رہا تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا میرے ساتھ آؤ میں اس کے ساتھ ابھی چلا ہی تھا کہ ہم ایک مسجد میں تھے۔ اس نے کہا: کیا آپ کو پتہ ہے یہ مسجد کونسی ہے؟ میں نے کہا: ہاں یہ کوفہ کی مسجد ہے اس نے دو رکعت نماز پڑھی میں نے بھی پڑھی پھر اچانک ہم مکہ میں تھے اس نے نماز پڑھی میں نے بھی پڑھی پھر اچانک ہم اسی جگہ تھے جہاں شام میں تھے۔ یہ آدمی اچانک غائب ہو گیا۔ پھر اگلے سال بھی ایسا ہوا جب وہ جانے لگا تو میں نے پوچھا: آپ کو اللہ کی قسم! بتائیے آپ کون ہیں کیونکہ میں نے آپ سے وہ چیزیں دیکھی ہیں جو کسی سے نہیں دیکھی ہیں تو اس نے کہا: میں محمد بن علی بن موسیٰ ہوں۔ (۴۹۲/۱)

چوتھی فصل

شرک اور کفر کی تفسیر

یاد رکھیے تحریف کی دو قسمیں:

① لفظی تحریف ② معنوی تحریف

دونوں کے متعلق کتاب اللہ میں مذمت وارد ہوئی ہے اور یہ کہ تحریف یہودیوں کا فعل ہے یا پھر یہودیوں کی فطرت رکھنے والوں کا کام ہے جان بوجھ کر تحریف کرنے والا ملعون اور کافر ہے۔ آپ پہلے بھی بہت سی مثالیں دیکھ چکے ہیں کہ کتاب الکافی قائم ہی تحریف پر ہے یا تو لفظی تحریف ہے یا پھر معنوی تحریف ہے۔

یہ بات واضح اور معروف ہے کہ نبی کریم (ﷺ) جو کچھ اللہ تعالیٰ سے لے کر آئے اس میں سب سے اعظم اور بلند ایمان اور توحید ہے اور آپ نے جس چیز سے سب سے زیادہ ڈرایا وہ کفر اور شرک ہے۔ یہ بات بھی معروف ہے کہ ایمان اور توحید سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار یا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے۔ کلینی کی بے ایمانی دیکھو کہ وہ کفر اور شرک، توحید اور ایمان کی کیسی تشریح کر رہا ہے جس کی تائید نہ ہی تو قرآنی زبان کرتی ہے اور نہ ہی شریعت میں یہ مفہوم موجود ہے وہ شریعت جسے محمد (ﷺ) اپنے پروردگار سے لے کر آئے ہیں (یہ شخص کلینی فقط فتنہ اور باطل تاویلات چاہتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کے دین کو یہ بد بخت مسخ کرنا چاہتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

علی بن موسیٰ (علیہ السلام) نے آیت کریمہ ﴿كُفِّرْ عَلَى الْمُشْرِكِينَ﴾ کے متعلق کہا: (جس نے علی کی ولایت میں شرک کیا) ﴿مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ﴾ کہا: علی کی ولایت کی طرف۔ (۲۲۳/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: جس نے امام کی امامت میں کسی ایسے شخص کو شریک کیا جس کی امامت اللہ کی طرف سے نہیں تو درحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ (۳۷۳/۱) ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان

ایک علامت بنایا ہے جس نے ان کو پہچانا وہ مؤمن ہے۔ جس نے انکار کیا وہ کافر ہے جو ان سے جا مل رہا وہ مگر اسی کے رستے پر ہے جس نے ان کے ساتھ کسی اور کو شامل کیا وہ مشرک ہے۔ جس نے ان کی ولایت کا اقرار کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ (۱/۴۳۷)

میں کہتا ہوں یہ صفات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہو سکتی ہیں۔

ان سے روایت ہے: علی (علیہ السلام) ایک دروازہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کھولا ہے جو اس میں داخل ہو وہ مؤمن ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ان سے ہی روایت کہ آیت کریمہ: ﴿فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ﴾ کا مطلب اللہ نے ان لوگوں کو ان کا ایمان اور کفر ہماری ولایت کے ذریعے بتلایا اور سمجھایا ہے اس دن جب وہ ابھی آدم کی پشت میں تھے ابھی وہ اولاد تھے۔ (۱/۴۱۳)

ان سے ہی روایت کہ آیت کریمہ اس طرح تھی ﴿سَأَلْ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ﴾ (بولایہ علی) لیس لہ ذافع ﴿(۷۰/المعارج: ۲۰)﴾ پھر کہا: اللہ کی قسم! جبرائیل یہ آیت ایسے ہی لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارے ہیں۔ (۱/۴۲۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ یہ آیت اس طرح ہے: ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (بولایہ علی) قُطِعَتْ لَهُمْ رِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ﴿(اصل آیت، الحج: ۲۰)﴾

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: احکام کے باب میں علی (علیہ السلام) کی بات نہ ماننا ایسے ہی ہے جیسے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے اور ان کی کسی بھی چھوٹی یا بڑی بات کو رد کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کی طرف ایک دروازہ ہیں۔ اللہ تک پہنچنے کے لیے اس دروازہ سے آنا لازم ہے اور جو ان کے راستے کے خلاف چلے گا وہ ہلاک ہوگا۔ (حوالہ سابقہ)

ان سے روایت ہے کہ: ﴿وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر: ۶۵) ”یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلاشبہ آپ کا عمل بھی ضائع ہو جائے گا۔“

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تو نے علی کی ولایت میں شرک کیا تو عمل ضائع ہو جائے گا۔ (۳۷۷/۱)
 میں کہتا ہوں اگر یہ مطلب ہے تو اس کے بعد والی آیت کا ہم کیا مفہوم مراد لیں گے:
 ﴿بَلِ اللّٰهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ اور اس کے بعد والی آیت: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ
 حَقَّ قَدْرِهِ وَالْاَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيَّٰتٌ بِيَمِيْنِهِ
 سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ کیا اختلاط ہے: ﴿سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾
 امیر المؤمنین (علیہ السلام) اس آیت کریمہ: ﴿وَإِنْ جَاهِدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِيَّ (۳۱)
 لَقَمْنُ (۱۵) کے متعلق کہا: یہ وصیت کے متعلق ہے اور جن کی اطاعت کا تمہیں حکم دیا گیا
 ہے۔ (۳۳۸/۱)

میں کہتا ہوں کیا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کے علاوہ کسی کی اطاعت کا حکم دیا ہے؟
 ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جس کسی نے اللہ تعالیٰ کا دین کسی صادق سے وصول
 نہ کیا تو اس نے زیادتی کی اور جس نے اس دروازے (علی) کے بغیر کہیں سے کچھ سنا تو اس
 نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، یہ اللہ کے علم اور اس کے رازوں کی طرف ایک ہی دروازہ ہے جو کہ
 علی ہے۔ (۳۷۷/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اللہ کا یہ فرمان: ﴿وَإِذَا تَنَلَّٰى عَلَيْهِمْ إِلٰهِنَا يَتَّبِعُ
 قَالَ الْاٰدِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰى الْقَرْيَقِيْنَ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا﴾
 (۱۹/مریم: ۷۳)

”جب اتر اتو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قریش کو بلایا کہ ہماری ولایت کا اقرار کرو مگر انہوں نے انکار کر
 دیا۔ تو قریش کے کافروں میں سے بعض نے ایمان والوں کو کہا جو امیر المؤمنین اور ہماری
 ولایت کا اقرار کر چکے تھے۔ بتاؤ کون سا گروہ اچھے مقام پر ہے: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِی الضَّلٰلَةِ
 فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾ (۱۹/مریم: ۷۵) ”کہا جو بھی علی (علیہ السلام) کی ولایت پہ ایمان نہ
 لایا وہ گمراہی پر ہے اور جو ہماری ولادت پہ ایمان نہ لایا وہ انتہائی گمراہی پر ہے۔ ﴿حَتّٰی
 اِذَا رَاَوْا مَا یُوعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا
 وَّاَضْعَفُ جَنْدًا﴾ اور کہا: ﴿حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوعَدُوْنَ﴾ کیا وہ قائم کا ٹکنا ہے اور یہ

قیامت ہے۔ (۳۳۱/۱)

پھر کہا: اس کے آخر میں ہے: ﴿اِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرُ﴾ (۳۶/یس: ۱۱) کہا: اس سے مراد امیر المؤمنین ہیں۔

ذیل میں چند آیات اور ان کی تفسیر کا ایک جدول (نقشہ) بیان کرنا چاہوں گا۔ جس میں ایک ایک کلمہ کے معانی بیان کیے گئے ہیں:

مطلب

کلمہ (لفظ)

① یُرِیْطُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ
امیر المؤمنین کی ولایت کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں

② هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
وہ ذات جس نے اپنے رسول کو وحی کی

بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ
ولایت کے لیے بھیجا اور یہی دین حق ہے

③ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
تاکہ قائم امام کے آنے سے اسے سب پر غالب کر دے

④ وَاللَّهُ مَعَهُ نُورُهُ
یعنی قائم امام کی ولایت پوری کرے گا

⑤ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ
یعنی علی کی ولایت کا انکار

① إِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ
کہتے ہیں میں نے کہا کیا یہ آیت اس طرح اتری تھی جس طرح آپ بیان کر رہے

② وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ الْمُنْفِقِينَ
ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں جو اس طرح بیان کرے گا تو وہ تفسیر ہوگی اور جو اس کے علاوہ

③ فَصَلُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
معانی بیان کرے گا تو وہ تاویل ہوگی۔

④ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا
مطلب

مطلب

کلمہ (لفظ)

① إِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ
تیرے وحی کی ولایت

② وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ الْمُنْفِقِينَ
علی کی ولایت میں (کاذبوں) جھوٹے ہیں

③ فَصَلُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
سبیل سے مراد وحی ہے

④ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا
یعنی تیری رسالت پر

① نعوذ باللہ: کیا رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری یہ تھی؟ عقیدہ و ایمان، صفات باری تعالیٰ

سب کچھ علی ہے۔ (معاذ اللہ)
کلمہ (لفظ)

مطلب

- ① (وَكَفَرُوا)
 - ② (وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا)
 - ③ (لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ)
 - ④ (أَلَمْ يَمْسُ مِجَنَّا عَلَى وَجْهِ أَهْلِي)
 - ⑤ (أَلَمْ يَمْسُ سَوِيًّا عَلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ)
 - ⑥ (إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ)
 - ⑦ (فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ)
- تیرے وصی کی ولایت کا انکار
یعنی علی کی ولایت کی طرف لوٹو
یعنی تیرے وصی پر ظلم کرنے والے
جو علی کی ولایت سے منہ موڑے
صراط مستقیم علی (علیہ السلام) ہیں
علی کی ولایت میں یہ قول ہے
جو علی کے متعلق حکم تھا (تھوڑے ایمان
لائے)

پھر کہا: اللہ نے قرآن اتارا اور فرمایا: علی کی ولایت اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔
اور ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا "محمد" بَعْضَ الْأَقَاوِيلَ لَا خَدْنًا مِنْهُ بِالْيَمِينِ نَمْ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾ کہ اگر محمد ہمارے متعلق کوئی بات اپنی طرف سے کریں تو ہم دائیں ہاتھ سے پکڑیں گے اور ان کی شہ رگ کاٹ دیں گے۔ پھر معطوف بیان کیا کہ ولایت علی مومنوں کے لیے نعمت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ جھٹلاتے ہیں۔ علی کافروں کے لیے حسرت کا باعث ہیں۔ اور ان کی ولایت حق الیقین ہے۔ ﴿فَسَبِّحْ﴾ (یا محمد) بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿اے محمد اپنے عظیم رب کی تسبیح بیان کریں ﴿لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ﴾﴾ کہا ہدایت سے مراد ولایت ہے۔ ہم اپنے مولیٰ پر ایمان لائے پس جو کوئی اس کے مولا پر ایمان لایا تو ﴿فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا﴾ میں نے کہا: اسی طرح نازل ہوئی؟ کہا: نہیں تاویل ہے۔

یاد رہے اس طرح ﴿فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا﴾ (الجن: ۱۳) کہا یؤمن برہ (رب پر ایمان لایا) کا مطلب علی کی ولایت پر ایمان لانا ہے؟ اور کیا علی نوح و ہاب اللہ رب ہیں؟ کیا قرآن کے ساتھ یہ مذاق جائز ہے۔

پھر کہا: آیت اس طرح تھی: ﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ (ان عصیتہ) أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً (فی علی)﴾ کتاب اللہ کے ساتھ مذاق اور استہزاء دیکھئے۔

میں نے کہا: کیا یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں پھر مزید تاکید کے طور پر کہا۔ یہ آیت اس طرح ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (فی ولایۃ علی) فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا﴾ میں نے کہا: ﴿فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ﴾ انہوں نے کہا: يقولون فيك (تیرے متعلق) ﴿وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهْلُهمْ قَلِيلًا﴾ میں نے کہا: کیا یہ ایسے ہی نازل ہوئی؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ ❀

کلمہ (لفظ)

مطلب

اللہ رسول اور ان کا وصی حق ہے

① لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

وہ وصی کی ولایت کے ساتھ ایمان میں

② وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا

زیادہ ہو گئے

علی کی ولایت کے ساتھ

③ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

وَالْمُؤْمِنُونَ

علی کی ولایت کے ساتھ

④ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْبَشَرِ

علی کی ولایت

⑤ إِنَّهَا لَا تَخَذِي الْكُفْرَ

جو ہماری ولایت کی طرف آیا جہنم سے

⑥ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ

دور ہو گیا اور جو ہماری ولایت سے دور ہوا

يَتَأَخَّرَ

وہ جہنم کے قریب ہو گیا۔

⑦ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ

اللہ کی قسم! یہ ہمارے شیعہ ہیں

جس نے محمد کی وصیت اور اوصیا کو دوست

⑧ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ

نہ بنایا اور نہ ہی ان پر درود پڑھا

❀ دیکھئے کس طرح اپنی طرف سے آیات بنانا کر یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں۔

جو ولایت سے منہ پھیرتے ہیں

۹) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ

وصیت

۱۰) كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ

ولایت

۱۱) يُوَفُّونَ بِالنُّصْرِ

علی کی ولایت کے متعلق قرآن اتارا

۱۲) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا

ہماری ولایت

۱۳) يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ

ولایت علی میں جو آپ کی طرف وصیت

۱۴) وَيُلْهِ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ

ہوئی

میں کہتا ہوں: ایسے محسوس ہوتا ہے اس شخص (مؤلف کافی) میں عقل نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ان آیات اور ان کے مطالب کو غور سے پڑھو تو یقیناً ایسے لگے گا جیسے کوئی پاگل بکواس کر رہا ہو۔ اگر کسی جانور کو بھی زبان ملے تو وہ اس طرح کی اول فول نہیں بکے گا۔

اے اللہ! ہمیں عافیت عطا کرنے پر تیرا شکر ہے۔

پانچویں فصل

تقیہ

تقیہ کی فضیلت

ابو جعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں: تقیہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے، جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں ہے۔ (۲/۲۱۹)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ تقیہ نبیذ اور موزوں پر مسح کے علاوہ ہر چیز میں ہے۔ (۲/۲۱۷) ان سے ہی روایت ہے کہ اللہ کی قسم! زمین پر تقیہ سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز عزیز نہیں ہے اے پیارے: جو تقیہ کرتا ہے اللہ اس کی قدر بلند کر دیتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں: یہ تو اللہ تعالیٰ کے دین کو تبدیل کرنے والی بات ہے اور رب العالمین کے دین کو توڑنے اور مسخ کرنے والی بات ہے اگر ان لوگوں کی بات مان لی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اس دعوت کے بدلے میں مصائب و پریشانیاں اور ان پر صبر اور قربانیوں کا فلسفہ ہی ختم ہو کر رہ جائے گا۔ سلطان جائز (ظالم حکمران) کے سامنے کلمہ حق کہنے کا پھر کیا مطلب ہوگا۔ سید الشہداء (علیہ السلام) کی شہادت اور اس آدمی کی شہادت کا کیا حکم ہوگا جس نے ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہا اور اس نے اسے قتل کر دیا۔ قرآن مجید تو پورے کا پورا گواہ ہے اسے افضل ترین جہاد قرار دیا ہے۔

نوٹ: قارئین شرعی طور پر اتنی اجازت تو ہے کہ جب انسان پر حالات اس قدر سخت ہو جائیں کہ وہ برداشت کی ہمت ہی نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کوئی بات فقط زبان سے کہہ کے جان چھڑالے جبکہ اس کا دل ایمان و یقین اور حقیقت حال پر پختہ اور پر عزم ہو۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ بعض حالات میں واجب ہوتا ہے جیسا کہ اگر کسی بات کو جہری اور علی الاعلان بیان کرنے میں مسلمانوں کو نقصان اور ان کا استحصال ہو یا انہیں کئی لحاظ سے ضرر اور نقصان پہنچتا ہو وغیرہ۔ عام طور پر یہ مباح ہے اور اس پر کوئی ثواب وغیرہ نہیں ہے یہ امت سے حرج

اور تنگی ختم کرنے کے لیے ہے۔ سوچنے کی بات ہے اس ایک استثنائی صورت کو ایک مستقل قاعدہ اور باعث ثواب کیسے بنالیا گیا۔ یہ فقط ایک رخصت ہے۔

یہ صورت حال شرعی طور جائز اور مباح تقیہ کی ہے تو وہ تقیہ دین میں کیسے راہ پاسکتا ہے جو جھوٹ، فریب، دغا بازی پر مشتمل ہے اور یہ لوگ غلط بیانی اور دجل و فریب کو تقیہ کا نام دیتے ہیں۔ ان کے فلسفہ کے مطابق تو مطلب یہ ہوگا کہ نوے فی صد دین دغا بازی اور جھوٹ پر مبنی ہے (نعوذ باللہ) صاحب کتاب کی تشریح سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔

تقیہ کا دعویٰ اور بعض مثالیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ تقیہ کے باب میں اصحاب کہف کے تقیہ کو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ ان کے میلوں اور عرسوں میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دو ہزار عطا فرمایا۔ (۲/۲۱۸)

میں کہتا ہوں یہ صاف جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔ قصہ اصحاب کہف سے ہمیں یہ بات سمجھ آئی ہے کہ اگر اہل حق کے پاس حالات کا مقابلہ کرنے کی قطعاً ہمت نہ ہو تو انہیں باطل سے الگ ہو جانا چاہیے۔ فرمان الہی کا ترجمہ ہے ”اور جب وہ ان سے الگ ہو گئے اور وہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اور انہوں نے ایک غار میں پناہ لے لی۔“ (۱۸/۱ الکہف: ۱۶) اور وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ ”اگر یہ لوگ تم پر غالب آ گئے تو تمہیں رجم (پتھر مار مار کر ہلاک) کر دیں گے یا تمہیں اپنے دین پر واپس لے آئیں گے (اگر ایسا ہوا) تو تم کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔“ (۱۸/۱ الکہف: ۲/۲۱۸)

سوچئے اس میں کہاں ہے؟ دعوت کا کام کرنے والے یہ انداز اپناتے آئے ہیں کہ جب قوم نے ان کی بات کو رد کیا تو وہ قوم سے علیحدہ ہو گئے جیسا کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَاَعْتَزِلْ لَكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَاَدْعُوا رَبِّي مُطْعَمِي﴾ **الَّا اَكُوْنَ بِدَعْوَا رَبِّيْ شَاقِيًا** (۱۹/۱ مريم: ۴۸) میں تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو سب کو چھوڑ رہا ہوں صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔

اور فرمان باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: ”اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔“ اور یہ فرمان: ”اس نے تمہارے اوپر کتاب میں یہ (حکم) اتارا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور مذاق ہوتا ہو اور دیکھو تو ان کے ساتھ مت بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔“ اور رسول کریم (ﷺ) کا ارشاد ہے: ”لوگوں کی ریس کرنے والے نہ بنو کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو یہ بھلائی کرے۔ اگر لوگ برائی کرنے لگ جائیں تو یہ بھی برائی کرنے لگ جائے بلکہ جب لوگ نیکی کریں تو یہ نیکی کرے اور لوگ برائی کرنے لگ جائیں تو یہ ان سے الگ ہو جائے۔“

تقیہ پر عمل واجب ہے اگرچہ حق اس کے خلاف ہو

ابو عبیدہ ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں مجھے انہوں نے کہا: اے زیاد! تیرا خیال ہے اگر ہم کسی شخص کو تقیہ کی بنیاد پر فتویٰ دیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ زیادہ جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا: فقط اسی فتویٰ پر عمل کرنا اس کے لیے بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے اگر وہ تقیہ چھوڑ کر کہیں اور دیکھنے کی کوشش کرے گا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ (۵۶/۱)

مرنے کو ترجیح دینا بھی تقیہ کے بغیر جائز نہیں ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: تمہیں مجبور کیا جائے کہ مجھے گالی دو تو دے دو پھر تم کو مجھ سے لاطعلق پر مجبور کیا جائے گا تو یاد رکھو میں دین محمدی پر ہوں۔ یہ نہیں کہا کہ مجھ سے لاطعلق کا اعلان نہ کرو سائل نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر وہ لاطعلق کے اعلان پر قتل کو ترجیح دے، کہا: نہیں! اس کے لیے یہ صحیح نہیں اس کو عمار بن یاسر کا معاملہ سامنے رکھنا چاہیے کہ جب مکہ والوں نے ان کو مجبور کیا تو ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔

میں کہتا ہوں: پھر ہم یاسر، سمیہ پر کیا فتویٰ لگائیں گے جنہوں نے دین سے لاطعلق کے اعلان پر موت کو ترجیح دی۔ اور ہم بلال (رضی اللہ عنہ) اور دیگر صحابہ کرام کے متعلق کیا کہیں گے؟

اس کے باوجود کلینی حسب عادت اپنے دعویٰ کو توڑتے ہوئے اس کے خلاف روایات نقل کرتا ہے ملاحظہ ہوں۔

عبداللہ بن عطاء کہتے ہیں میں نے ابو جعفر (علیہ السلام) سے پوچھا: دو آدمی اہل کوفہ میں سے گرفتار ہوئے اور ان سے کہا گیا امیر المؤمنین سے لائق کا اظہار کرو۔ ان میں سے ایک نے تو لائق کا اظہار کر دیا مگر دوسرے نے انکار کر دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ تو آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جس نے لائق کا اظہار کر دیا۔ دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والا تھا اور جس نے برأت کا اظہار نہیں کیا اس نے جنت کی طرف جلدی کی۔ (۲/۲۲۱)

میں کہتا ہوں: (اس نے جنت کی طرف جلدی کی) اس نے عمار کے راستہ کو کیوں نہیں اپنایا اور یہ کہتا ہے۔ جس نے تقیہ نہ کیا اس کا ایمان نہیں۔ یہ شخص جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا تو ایمان نہیں ہے۔

امام کوسچایا جھوٹا جواب دینے کا اختیار ہے

عبداللہ بن سلیمان ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے امام کے متعلق پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو سلیمان کی طرح امور عطا کر رکھے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ اس لیے کہ ایک آدمی نے ان سے ایک سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے وہی سوال کیا تو انہوں نے اس کے خلاف جواب دیا پھر ایک اور آدمی نے وہی سوال کیا تو انہوں نے پہلے دونوں جوابوں کے خلاف جواب دیا پھر کہا: ﴿هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَعْطْ﴾ بغیر حساب علی کی قرأت میں ایسے ہی ہے۔ (۱/۳۳۸) یاد رہے اللہ کی کتاب میں ﴿فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ﴾ اور ﴿أَعْطْ﴾ نہیں ہے میرا سوال یہ ہے کہ اگر معاملہ اسی طرح ہے تو پھر اماموں کے معصوم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

چند تطبیقی مثالیں

زرارہ بن اعمین ابو جعفر (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے پہلے جواب کے خلاف جواب دیا، پھر ایک آدمی آیا، اس نے بھی یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اس

کے خلاف جواب دیا، جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تو میں نے کہا: اے رسول اللہ کے چچا زاد بھائی! یہ دونوں آدمی اہل عراق میں سے اور آپ کی جماعت شیعہ میں سے تھے۔ یہ دونوں کچھ پوچھنے آئے تھے مگر آپ نے ان دونوں کو مختلف جواب دیا اور مجھے مختلف تو انہوں نے کہا: اے زرارہ! یہ ہمارے لیے بہتر ہے اور تمہارے اور ہمارے لیے بقا کا ذریعہ ہے۔ اگر تم سب ایک ہی چیز پر جمع ہو جاؤ تو لوگ ہمارے متعلق تمہاری تصدیق کریں گے یہ چیز ہماری اور تمہاری بقا کے لیے خطرہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے یہ بات ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے کہی اس طرح تو آپ کے شیعہ اختلاف کا شکار ہو کر لوگوں کے ہاں مذاق بن جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں انہوں نے مجھے وہی جواب دیا جو ان کے باپ نے دیا تھا۔ (۶۵/۱)

موسیٰ بن اُشیم کہتے ہیں میں ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس تھا تو ان سے ایک آدمی نے اللہ کی کتاب سے ایک آیت کے متعلق سوال پوچھا تو انہوں نے جواب دیا، پھر ایک اور آیا اور اس نے بھی ان سے اسی آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے پہلے کے خلاف جواب دیا پھر کئی لوگ آئے حتیٰ کہ مجھے محسوس ہوا کہ میرا دل چھری سے کاٹا جا رہا ہے۔ میں ابھی سوچ رہا تھا کہ ایک اور آدمی نے آکر مذکورہ آیت کریمہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو مختلف جواب دیا جو مجھے اور میرے پہلے ساتھی کو نہ دیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا یہ تقیہ ہی ہو سکتا ہے۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے ابن اُشیم! اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد کو اجازت دی تھی۔ اور کہا: ﴿هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۳۸/۳۹) ”یہ ہماری عطا ہے احسان کرو یا روک لو بغیر حساب کے اور یہ معاملہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بھی سپرد کیا تھا۔“ ﴿وَمَا إِلَيْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ ”جو کچھ ہمیں رسول دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔“ تو پھر کہا: جو کچھ اللہ نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سپرد کیا وہ سب کچھ انہوں نے ہمارے سپرد کر دیا۔ (۲۶۵/۱)

میں کہتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے سپرد یہ کیا تھا کہ وہ اپنے عقیدے کے خلاف جھوٹ سے کام لیتے رہیں اور باطل نظریات کا پرچار کرتے رہیں جس کو وہ ناپسند کرتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے۔ کیا اس شخص نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ بِمَا يُأْتِيهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ وَسَوَافِهِمْ يُبْغِضُ اللَّهُ مَا يَفْعَلُونَ﴾

عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَخَرَسُوا مَا فِيهِ ﴿١٧﴾
 (الاعراف: ۱۶۹) ”اور ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی
 طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں گے اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں
 تھا پڑھ لیا۔“

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کسی بڑے مجوسی عہدار کو خط
 لکھتا ہے۔ تو وہ اس کا نام اپنے نام سے بھی پہلے لکھتا ہے تو انہوں نے کہا اگر کوئی فائدہ حاصل
 کرنے کے لیے ایسا کر رہا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ (۶۵/۲)

جبکہ ایک روایت میں ہے: ان سے یہی سوال ہوا تو انہوں نے کہا ایسا کرنا ہرگز جائز
 نہیں ہے۔ (۶۵۰/۲)

ابو الحسن (علیہ السلام) سے ایک آدمی نے پوچھا کہ اگر میں ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں اور وہ
 عیسائی ہے تو کیا میں اس کو سلام کروں اور دعا دوں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں تم ایسا کرو تمہاری دعا
 اس کو فائدہ نہ دے گی۔ (۶۵۰/۲)

اللہ تعالیٰ کے متعلق

احمد بن محمد سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن رضا (علیہ السلام) سے ایک مسئلہ پوچھا تو
 انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا اور کہا اگر ہم تمہاری خواہش کے مطابق سب کچھ بتاتے
 جائیں تو یہ تمہارے لیے برا ہوگا اور اس طرح تو صاحب شریعت کی گردن پکڑ لی جائے گی۔
 ابو جعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنی ولایت جبرائیل کو خفیہ طریقے سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
 سپرد کی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خفیہ طریقے سے علی کے سپرد کی اور علی (علیہ السلام) نے خفیہ طریقے سے
 جس کو چاہا سپرد کیا اور تم لوگ اس کا اعلان کرنا چاہتے ہو۔ اہل داود کی حکمت میں بھی ہے کہ
 انسان کو اپنے آپ پر قابو رکھنے والا ہونا چاہیے، اپنے معاملے کو سمجھنے والا اور اپنے زمانے کے
 لوگوں پر نظر رکھنے والا ہونا چاہیے۔ اللہ سے ڈرو اور ہماری باتوں کو مشہور نہ کرو۔ (۲۳۳/۲)

میں کہتا ہوں جب انسان کثرت سے جھوٹ بولتا ہے تو اپنی باتوں کو جھٹلا دیتا ہے اور
 اسے بھول جاتا ہے کہ اس نے پہلے کیا جھوٹ بولا تھا اسی لیے کہا جاتا ہے۔ ”جھوٹ کی رسی کتنی

بھی لمبی ہو وہ جھوٹی ہی ہوتی ہے۔ اس شخص نے پہلے لکھا کہ غدیر خم کے مقام پر ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں علی کی ولایت کا اعلان کیا تھا بلکہ یہ ہے کہ انہوں نے سب لوگوں اور مخلوقات سے معاہدہ لیا جیسا کہ کلینی نے کہا کہ نبی (ﷺ) یہ معاملہ تمام لوگوں تک پہنچاتے تھے اور یہ کہ یہ اسلام کی کجی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد آدم سے بھی یہ وعدہ لیا ہے۔ (دیکھئے تفصیل: ۴۲۵، ۴۱۷، ۴۱۶، ۴۱۲/۱)

ان روایات کو پڑھنے کے بعد کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ولایت ایک راز ہے اور نبی (ﷺ) نے علی (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کسی کو مطلع نہیں کیا۔

یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کا کیا گناہ ہے کیونکہ انہیں یہ راز بتایا ہی نہیں گیا پھر صحابہ کرام نے اس وصیت کو کیسے چھوڑا؟ وہ اس راز کو جانتے ہی نہ تھے کیونکہ یہ راز نبی (ﷺ) اور علی (رضی اللہ عنہ) کے درمیان تھا اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی پھر یہ آل داؤد کی حکمت کیا ہے؟ کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ یہودی اپنے دین کی تبلیغ نہیں کرتے اور انہیں دین چھپانے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمارے لیے واضح کر دیا کہ (تقیہ) کا تعلق یہودیوں سے ہے۔

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے اگر تیرے ہاتھ میں کوئی چیز ہو اور تو اس کو لوگوں سے چھپانے کی استطاعت رکھتا ہو تو چھپالے۔

سعید سامان سے روایت ہے کہ میں ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس تھا کہ دو آدمی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کا تعلق زیدی مذہب سے تھا۔ انہوں نے پوچھا تم میں کوئی امام ایسا ہے جس کی اطاعت فرض ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ وہ دونوں کہنے لگے۔ ہمیں بعض بااعتماد لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں اور اس کا اقرار کرتے ہیں اور یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں ہم آپ کو ان کے نام بھی بتا دیتے ہیں فلاں فلاں آدمی ہیں یہ لوگ بااعتماد صاحب تقویٰ اور نیک صالح ہیں، وہ جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) غصے میں آگئے اور کہا میں نے تو ان کو ایسا حکم نہیں دیا جب انہوں نے ان کا غصہ دیکھا تو اٹھ کر چلے گئے (پھر انہوں نے ان دونوں پر لعنت کرنے کے بعد کہا) میرے پاس رسول اللہ (ﷺ) کی تلوار ہے۔ میرے پاس

رسول اللہ (ﷺ) کا جھنڈا، ان کے ہتھیار، زرہ اور ان کا خود بھی میرے پاس ہے۔

میرے پاس موسیٰ کی تختیاں ان کا عصا (ڈنڈا) ہے اور میرے پاس سلیمان کی انگٹھی ہے، میرے پاس وہ تھال ہے جس میں موسیٰ قربانی پیش کرتے تھے اور میرے پاس وہ اسم ہے جسے رسول اللہ (ﷺ) جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان رکھ دیتے کسی مشرک کا تیراں تک نہ پہنچتا تھا۔ (۲۳۲/۱، ۲۳۳)

میں کہتا ہوں: اگر معاملہ اسی طرح ہے تو پھر اس قدر خوف کیوں، کہ جھوٹ اور انکار تک نوبت جا پہنچی۔ امانت کہاں ہے؟ شجاعت کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے رستے میں اور دین کی سر بلندی کے لیے قربانی کا جذبہ کہاں ہے؟

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے وہ یہ کہ ابو عبد اللہ کلینی کے دعویٰ کے مطابق ان کو یہ احتیاطات اور حفاظتی تدبیر اختیار کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف امان و پناہ کا پیمانہ ہے۔ کوئی بھی نقصان وہ چیز ان تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ اور انہیں تبلیغ دین کا حکم بھی ہے۔ اگر اس سب کچھ کے باوجود وہ ڈرتے ہیں۔ تقیہ کرتے ہیں تو باقی لوگوں کا حال کیا ہوگا۔

پڑھو اور تعجب کرو

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) پر کتاب اتاری اور کہا: اے محمد! یہ آپ کی طرف وصیت آپ کے اہل میں سے (نجتہ) کے لیے ہے آپ نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ نجتہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹے، اس کتاب پر سونے کی مہر تھی۔ نبی (ﷺ) نے یہ کتاب امیر المؤمنین کو دے دی اور ان کو حکم دیا کہ اس کی مہر کھولو اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔ حتیٰ کہ پھر کہا: انہوں نے اس کو کھولا اس پر عمل کیا اور اسے اپنے بیٹے حسن کے حوالے کر دیا۔ حتیٰ کہ پھر کہا انہوں نے حسین (علیہ السلام) کے حوالے کر دی۔ پھر حسین نے علی بن حسین کے حوالے کر دی۔ انہوں نے کھول کر پڑھا تو اس میں تھا۔ کہ دستک دو، خاموش رہو اور اپنے گھر میں رہو اور اپنے رب کی عبادت کرو، حتیٰ کہ تمہیں موت آجائے۔ لہذا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (میں کہتا ہوں خاموش رہنے والا حجت اور

دلیل کیسے بنا؟) پھر انہوں نے یہ کتاب اپنے بیٹے محمد بن علی کو دی اس نے مہر کھولی تو اس میں لکھا تھا۔ لوگوں سے دین بیان کرو انہیں فتویٰ دو، اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو، یقیناً تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، لہذا انہوں نے ایسا کیا، پھر انہوں نے یہ کتاب اپنے بیٹے جعفر کو دی انہوں نے اس کی مہر کھولی تو اس میں لکھا تھا۔ لوگوں کو تبلیغ کرو، فتویٰ دو اہل بیت سے متعلقہ علوم کی نشر و اشاعت کرو، اپنے صالحین آباؤ اجداد کی تصدیق کرو، اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو کیونکہ تم اللہ کی حفظ و امان میں ہو۔ (۱/۲۸۰-۲۸۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ اسی طرح کی بات روایت کرتے ہیں: ان کی روایت میں ہے وہ اپنے باپ محمد بن علی سے بیان کرتے ہیں پھر انہوں نے اپنے سے بعد والے کو یہ کتاب دے دی (ابو عبد اللہ خود مراد ہیں) وہ کہتے ہیں میں نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ آپ خود ہیں؟ وہ کہتے ہیں انہوں نے کہا۔ ہاں اگر معاوضہ جاؤ اور اسے کہیں میرے متعلق بیان نہ کرو۔ (۱/۲۸۰)

یعنی وہ چھپا رہے تھے اس خوف سے کہ کہیں سائل جا کر مشہور نہ کر دے جیسا کہ اس روایت کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ مجھے میرے متعلق اظہار میں کوئی حرج نظر نہیں آتا بس یہ ہے کہ جب تم میرے متعلق بیان کرو گے تو میں مشہور ہو جاؤں گا (لہذا ایسا نہ کرو) اے قاری! کیا کبھی آپ نے اس طرح اختلاف پر مبنی کوئی روایت دیکھی ہے۔ اس روایت کے ایک حصے میں اظہار حق اور اس کو علی اعلان بیان کرنے کا حکم ہے اور اس پر حفظ و امان کی گارنٹی بھی ذکر کی جارہی ہے اور آخری حصے میں بھی اس روایت کے دوسرے حصے کو جھٹلا رہا ہے۔ اس میں پہلا سننے والا ہی محروم ہے اس سے ہی چھپایا جا رہا ہے۔ یعنی وہ امتحان میں فیل ہے۔ تو سوچیے اگر وہ جس کو حفظ و امان اور احتیاط دیا گیا ہے اس کا یہ عالم ہے تو جس کو اس میں سے کچھ عطا نہیں ہوا اس کا کیا حال ہوگا پھر دین کون پہنچائے گا؟ حق کیسے ظاہر ہوگا، جب معصوم اور محفوظ ہی ڈر رہا ہے اور حق کو چھپا رہا ہے تو پھر کسی اور کو کیا کہا جاسکتا ہے۔

مزید تعجب کیجئے

عبد العزیز بن نافع کہتے ہیں۔ ہم نے ابو عبد اللہ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت

چاہی تو انہوں نے کہا: تم لوگ دود کی تعداد میں داخل ہو، لہذا میں اور میرے ساتھ ایک آدمی داخل ہوا اس نے کہا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، میرا والد بنو امیہ کا غلام تھا اور میں جانتا ہوں کہ بنو امیہ کے ہاتھ میں اس لحاظ سے کچھ نہ تھا کہ وہ کسی چیز کو حلال کریں یا حرام۔ اور نہ ہی ان کے پاس قلیل و کثیر کا اختیار ہے۔ یہ تو آپ کا حق ہے۔ تو انہوں نے کہا: تم بھی اور تمہاری طرح کا کوئی بھی آدمی آزادی کا حق رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم وہاں سے نکلے تو محبت ان لوگوں کے پاس آئے جو انتظار کر رہے تھے کہ انہیں ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس آنے کی اجازت ملے۔ انہوں نے کہا: عبد العزیز بن نافع کو جو کامیابی ملی ہے کسی کو نہیں ملی۔ ان سے پوچھا گیا کونسی کامیابی؟ تو انہوں نے بتایا غلامی سے آزادی پھر دو لوگ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس آئے ان میں سے ایک نے کہا: میرا باپ بنو امیہ... میری خواہش ہے کہ آپ مجھے بھی آزاد کر دیں۔ تو انہوں نے کہا: کیا ہم اس کا حق رکھتے ہیں؟ ہمیں تو اس کا کوئی اختیار نہیں ہے کہ ہم حلال اور حرام مقرر کریں (اس روایت کے حاشیہ میں لکھا ہے یہ انہوں نے بطور تفسیر پھیل جانے کے ڈر سے کہا جبکہ پہلے سائل سے انہیں کوئی خوف نہ تھا۔ یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ یہ دوسرا سائل اہل مودت اور اہل ولایت میں سے نہیں تھا) جب یہ دونوں آدمی چلے گئے تو ابو عبد اللہ (علیہ السلام) انتہائی غصے میں آ گئے (میں کہتا ہوں پہلی روایت میں ہے کہ انہیں حکم دیا گیا ہے وہ اس سلسلہ میں نہ ہی تو خوف زدہ ہوں اور نہ ہی کوئی بات چھپائیں کیونکہ وہ اللہ کی حفظ و امان میں ہیں) پھر جو بھی ان کے پاس آیا تو وہ اس کو کہتے کہ کیا تمہیں اس بات پہ تعجب ہے کہ فلاں یہ سمجھتا ہے کہ ہم لوگوں کو غلامی سے آزادی دینے کا حق رکھتے ہیں جو کہ انہیں بنو امیہ نے ان کو غلام بنا لیا تھا۔ لہذا ان پہلے دو کے بعد کسی کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ (۱/۵۳۵-۵۳۶)

میں کہتا ہوں: یہ کون لوگ ہیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (۵/ المائدہ: ۵۴)

”اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی، وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے، کفار پر اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے۔“

اور یہ آیت کریمہ:

﴿الَّذِينَ يَخُذُوا عَلَى الْكُفْرِ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِثَاقٌ إِلَّا الْحَقُّ وَذَرُّوا مَا فِيهِمُ وَالذَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾

(۷/ الاحزاب: ۱۶۹)

”کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں گے اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا پڑھ لیا اور آخرت والا گھران لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔“

اور یہ آیت کریمہ:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ بَنَؤُهُ وَرَأَى ظُهُورَهُمْ وَاشْتَرَوْهُ بِمَنْفَعَةٍ قَلِيلٍ قَبِئْسَ مَا يَشْعُرُونَ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۸۷)

”اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے۔“

اور یہ آیت کریمہ:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۱۰)

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

اور یہ آیت کریمہ:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَكَتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(۲/ البقرة: ۴۲)

”اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور حق نہ چھپاؤ اور تم جانتے ہو۔“

اور یہ آیت کریمہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ﴾

(۲/ البقرة: ۱۵۹)

”اور جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں یا باوجود یہ کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں۔ وہ ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔“

کس معیار پر ہم پرکھیں؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) روایت ہے کہ اگر میں تجھے اس سال کوئی روایت بیان کروں اور اگلے سال اس کے خلاف بیان کروں تو تم کس کو اختیار کرو گے۔ میں نے کہا بعد والی کو تو انہوں نے کہا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ (۱/ ۶۸)

میں کہتا ہوں: حق کہاں ہے؟ ائمہ پر جھوٹ بولنے والے کاذب اور جھوٹ ہم کیسے جانچ سکتے ہیں؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے سوال ہوا: اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کی روایت پہنچے اور بعد والوں کی بھی پہنچے تو ہم کس کو اختیار کریں؟ کہا جو زندہ ہے اس کی روایت اختیار کرو جبکہ ایک روایت میں ہے جو نیا ہے اس کی بات لے لو۔ (۱/ ۶۸-۲/ ۲۱۸)

اہل سنت کے خلاف روایت اختیار کرو

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے سوال ہوا جب ہمارے پاس دو روایات پہنچیں ان میں سے ایک عامۃ (اہل سنت) کے موافق ہو اور دوسری مخالف ہو تو ہم کون سی روایت اختیار کریں تو انہوں

نے کہا جو عامۃ کے خلاف ہوگی اسی میں حق اور رہنمائی ہوگی۔ (۱/۶۸ حاشیہ: ۶۶)

نبی (ﷺ) نے قرآن کی تفسیر فقط علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے کی ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے کسی نے پوچھا کہ لوگوں کو کس قدر قرآن کافی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس قدر اس کی تفسیر مل جائے۔ تو ان سے پوچھا گیا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے تو اس کی تفسیر ہی نہیں کی ہے۔ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں آپ نے ایک آدمی کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے اور وہ ہے علی بن ابی طالب (علیہ السلام)۔

میں کہتا ہوں یہ کیسا خطرناک الزام ہے جو رسول اللہ (ﷺ) پر لگایا جا رہا ہے یعنی علم چھپانے کا۔

اگر نبی (ﷺ) فقط ایک کو قرآن سمجھانے اور اس کی تفسیر فقط ایک کے لیے کرنے آئے تھے تو پھر فقط ایک تک بات محدود رہتی اور ایک کو ہی بات پہنچانا کافی ہوتا۔ پھر اس ایک نے آگے ایک کو تفسیر بیان کی۔ جب ایک ہی ایک سے بیان کرتا گیا تو آخری کون ہے جس کو قرآن بیان ہوا اور اس کی تفسیر بتائی گئی۔ پھر امت کا اس قرآن کے متعلق کیا نظریہ ہوگا۔ وہ خود قرآن کو دیکھ سکتے ہیں یا اسی ایک کو تلاش کرنا ہوگا۔ یا پھر کیا فتویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے طاہری عبادت کی اجازت نہیں دی

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت سے روک دیا ہے مگر پوشیدہ طور پر۔ (۱/۲۵۰)

ابو جعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت جبرائیل کو خفیہ طریقے سے عطا فرمائی اور جبرائیل نے خفیہ طریقے سے محمد (ﷺ) کو عطا کی، محمد (ﷺ) نے خفیہ طریقے سے علی کو عطا کی اور علی نے جسے چاہی عطا کی مگر خفیہ طریقے سے۔ (۲/۲۲۲)

میں کہتا ہوں یہ کیا بے ہودہ کلام ہے؟

اپنا گھر اپنے ہاتھوں سے خراب کرتے ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے میں تمہیں دو ایسی خصلتوں سے منع کرتا ہوں جن میں

مردوں کی ہلاکت اور تباہی ہے۔ میں منع کر رہا ہوں تم کو اللہ کا دین باطل طریقے سے اختیار کرو اور یہ کہ تم لوگوں کو خفیہ علم کے فتویٰ دو۔ (۴۲۱/۱)

میں کہتا ہوں تفتیہ جھوٹا فتویٰ ہی تو ہے کیونکہ یہ حق کے خلاف ہوتا ہے، اس پر عمل کرنے اور باطل پر عمل کرنے میں کیا فرق ہے۔ بغیر علم کے فتویٰ دینے اور تفتیہ کے ذریعے فتویٰ دینے میں کیا فرق ہے بلکہ بغیر عمل کے فتویٰ دینے میں تو بعض دفعہ انسان صحیح فتویٰ بھی دے دیتا ہے جبکہ تفتیہ تو فقط باطل اور جھوٹ کا پرچار ہے۔

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جس نے لوگوں کو بغیر علم اور بغیر ہدایت کے فتویٰ دیا تو اس پر رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور جو کوئی اس کے فتویٰ پر عمل کرے گا اس کے گناہ کا بوجھ بھی اس پر ہوگا۔ (۴۲/۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے سوال ہوا: بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ لوگ وہ بات کریں جس کا ان کو علم ہے اور جس کا علم نہیں اس کے متعلق خاموش رہیں۔ (۴۳/۱)

میں کہتا ہوں: کیا تفتیہ کی بنیاد پر فتویٰ بغیر علم کے فتویٰ نہیں ہے؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو کتاب اللہ کی دو آیات کے ساتھ خاص کیا ہے پھر کہا: ان کو وہی بات کرنی چاہیے جس کا ان کو علم ہو اور جب تک انہیں علم نہ ہو تو لوگوں کو فتویٰ نہ دیں۔ پھر کیا: یہ آیت: ﴿الَّذِينَ يُؤْخَذُ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۶۹) اور ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ (۱۰/ یونس: ۳۹) ”کیا ان سے کتاب کا یہ پختہ وعدہ نہیں لیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق کے علاوہ کچھ نہ کہیں گے۔ بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور هنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ بھی نہیں ملا۔“

میں کہتا ہوں: کیوں؟ جو جواب شیعہ دیں گے وہی جواب ہم ان کو تفتیہ پر دیں گے۔ ان سے ہی روایت ہے: بصیرت و علم کے بغیر عمل کرنے والا اس مسافر کی طرح ہے جسے راستے کا علم نہ ہو اور وہ جتنا چلے اتنا ہی منزل سے دور ہو جائے۔ (۴۳۱)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب بدعات کا ظہور ہو تو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنا علم ظاہر

کرے جو ایسا نہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت۔ (۵۴/۱)

کلینی کا اعتقاد ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فوت ہونے کے بعد سے لے کر ابھی تک امت کفر اور بدعت کا شکار ہے مگر اس کے باوجود اس نے علم چھپایا اور دس میں سے نو حصے دین چھپا لیا۔ جیسا کہ اس نے ائمہ کی طرف یہ بیان منسوب کیا ہے کہ وہ علم ظاہر کرنے والے پر لعنت کرتے تھے۔ پھر دوسری جگہ کلینی کہتا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے نوح (علیہ السلام) کو مبعوث کیا ہے تب سے علم چھپا ہوا ہے۔ (۵۱/۱)

میں پوچھتا ہوں انبیاء علیہم السلام کہاں گئے؟ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان سے وعدہ لیا گیا کہ وہ لوگوں کے سامنے حق واضح کریں گے اور اسے کبھی بھی نہ چھپائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ پھر انبیاء نے حق واضح کیوں نہ کیا اور قوم کو بدعت و ضلالت اور شرک کی گمراہی میں دیکھ کر خاموش کیوں رہے؟ اس کے باوجود جو حق واضح نہ کرے اس پر لعنت ہے؟

ابو عبد اللہ سے روایت ہے ”جو مسلمانوں کو دو چیزوں اور دو زبانوں سے ملا تو قیامت کے دن آگ سے اس کی دوزبانیں ہوں گی۔“ (۳۲۳/۲)

اللہ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے کہا: اے عیسیٰ! ظاہر اور باطن میں تیری زبان ایک ہونی چاہیے اس طرح تیرا دل بھی، میں تمہیں خود سے ڈرا رہا ہوں اور میں خوب خبر رکھنے والا ہوں۔ ایک منہ میں دوزبانیں ٹھیک نہیں ہیں۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتی ہیں، ایک سینے میں دو دل نہیں ہو سکتے۔ اور ایک کھوپڑی میں دو دماغ نہیں ہوتے۔

میں کہتا ہوں: تقیہ کرنے والے کے کتنے چہرے اور کتنی زبانیں ہیں اور کیا اس کا باطن ظاہر کی طرح ہے؟

دین کو نقصان ہو تو تقیہ نہیں ہے

کلینی کہتا ہے بعض اخبار سے پتہ چلتا ہے کہ تقیہ دین اور اہل دین کے فائدے اور ان کو باقی رکھنے کے لیے ہے جب ضلالت دین کو تباہ و برباد کرنے کی حد تک پہنچ جائے تو تقیہ نہیں ہے، اگرچہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے جیسا کہ حسین (علیہ السلام) نے دین مٹا ہوا دیکھا تو تقیہ اور مسالمت (سلامتی) کو ترک کر دیا۔

تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کیا معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دور میں دین کو کوئی خطرہ نہ تھا اسی لیے تو حسن (رضی اللہ عنہ) نے ان کی بیعت کر لی تھی اور یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ کی بنا پر کی تھی۔ اور کیا حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے بعد دین کو کبھی خطرہ پیدا نہ ہوا کہ کوئی امام تقیہ چھوڑ کر قربانی دیتا کیونکہ شیعہ کا کہنا ہے کہ ائمہ تقیہ پر عمل کرتے تھے اور ان ائمہ میں سب سے بڑے اور پہلے امام ان کے نزدیک علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں دین کو کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ علی (رضی اللہ عنہ) تقیہ پر عمل کرتے تھے۔ اور پھر خود ان کے دور میں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ انہوں نے تقیہ چھوڑ دیا۔ یہ کیسی خط ملط معلومات ہیں؟ جب تجھے شرم نہ رہے پھر جو مرضی کرتا رہ

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: اللہ عزوجل نے برائی کو تالے لگائے ہیں اور ان تالوں کی چابی شراب ہے۔ اور جھوٹ شراب سے بھی برا ہے۔ (۳۳۹/۲)

ان سے ہی روایت ہے کہ: جھوٹ ایمان کو مکمل طور پر برباد کر دیتا ہے۔ (۳۳۹/۲)
ان سے ہی روایت ہے: جھوٹ کو سب سے پہلے اللہ جھٹلائے گا۔ پھر اس کے ساتھ دودو فرشتے جھٹلائیں گے پھر اسے تسلی ہو جائے گی کہ وہ جھوٹا ہے۔ (حوالہ سابقہ)
ان سے ہی روایت ہے: جھوٹا تو دلیل کے ساتھ ہلاک ہوتا ہے اور اس کے پیروکار شبہات کے ذریعے ہلاک ہوتے ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

لطیفہ:

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: جھوٹوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہتھیار ہے وہ ان کا بھول جانا (نسیان) ہے۔ (۲۴۱/۱)

اے کلینی! تم نے مجھے ہنساؤ الا

دیکھئے گزشتہ حکایت کی تفسیر میں حاشیہ لکھنے والا کیا کہتا ہے: یعنی نسیان (بھول جانا) لوگوں کی بے عزتی کا سبب ہے۔ یعنی وہ بعض دفعہ کچھ کہتے ہیں پھر بھول جاتے ہیں اور وہ پہلے کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں اور پھر ذلیل ہوتے ہیں۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے ہر جھوٹ کے بارے میں قیامت والے دن پوچھا جائے گا مگر تین جھوٹ: جنگ میں چال چلنے کے لیے جھوٹ اس سے پوچھ نہ ہوگی۔ لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے جھوٹ۔ گھروالی کو کسی چیز کا وعدہ کرنا جبکہ وہ اسے نہ دینا چاہتا ہو۔ (۳۳۲/۲)

میں کہتا ہوں: یہ (معصوم امام) چوتھی چیز شاید بھول گیا ہے اور وہ نقیہ ہے۔
امام لوگوں پر تلپیس کر رہا ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے ابان! جب تو کوفہ جائے تو یہ حدیث بیان کرو۔ ”جس نے سچے دل کے ساتھ (لا الہ الا اللہ) کہا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔“ وہ کہتے ہیں میں نے کہا: وہاں تو میرے پاس قسم قسم کے لوگ آئیں گے تو کیا ایسی حدیث میں وہاں بیان کر دوں؟ فرمایا: ہاں اے ابان! جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمام پہلے اور آخری لوگوں کو جمع کرے گا تو ہر ایک کے دل سے کلمہ چھین لیا جائے گا، مگر وہ لوگ جو اس کلمہ پر یقین رکھتے ہوئے فوت ہوئے۔ (۵۲۰/۲)

چھٹی فصل

عقیدہ بداء و رجوع

یہ عقیدہ بیان کرنے سے پہلے میں چند قرآنی آیات ذکر کرنا چاہوں گا
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مَا يَذُلُّ الْقَوْلُ لَدُنِّي وَمَا آتَا بِظُلَامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ (۵۰/ ق: ۲۹)
”میرے پاس بات بدلتی نہیں اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا ہوں۔“
اور فرمایا: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ (۴/ النساء: ۱۲۲)

”اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟“

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ (۴/ النساء: ۸۷)

”اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔“

اور فرمایا: ﴿وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنْ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

(۳۰/ الروم: ۶)

”اللہ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

اور فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ﴾ (۱۰/ یونس: ۲۰)

”کہہ دیجیے غیب صرف اللہ کے لیے ہے۔“

اور فرمایا: ﴿وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (۱۴/ ابراہیم: ۳۸)

”اور اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔“

اب ذرا غور کیجیے کہ کلینی کیا کہہ رہا ہے

اللہ تعالیٰ ایک بات کرتا ہے پھر اس کے لیے کچھ ظاہر ہوتا ہے تو وہ اسے بدل دیتا ہے۔

اور یہ انٹرنیشنل جمہور غلط بیانی اور فریب سے کام لے رہا ہے۔

البتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾

(۱۳/ الرعد: ۳۹)

”اللہ جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے ثابت رکھے لوح محفوظ اسی کے پاس ہے۔“

اور یہ فرمان:

﴿مَا نُنْسخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

”جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز قادر ہے۔“

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی بھی قول یا تو خبر ہوتا ہے یا انشاء (امر اور نہی) اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو فقط خبر ہے اسے تو اللہ تعالیٰ نہ ہی مٹاتا ہے اور نہ ہی منسوخ کرتا ہے۔ اس کا قول نہ ہی تو جھٹلایا جاسکتا ہے اور اس کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ البتہ امر اور نہی میں سے وہ جو چاہتا ہے تبدیل کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے مثلاً شروع اسلام میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا پھر کعبہ اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم نازل ہوا۔

یاد رکھیے خبر دو بنیادوں پر تبدیل ہوتی ہے۔

① یا تو خبر دینے والے کو خبر کا مکمل طور پر علم نہ ہو۔

② یا خبر دینے والا جھوٹا ہو۔

یہ دونوں باتیں اللہ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔

مگر دیکھیے کلینی کس جرأت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر رہا ہے حتیٰ کہ

اس نے مکمل طور پر ایک الگ باب قائم کر دیا۔ (۱/۱۳۶)

البداء

فضیلت: دونوں اماموں سے ایک روایت کرتا ہے (حوالہ سابقہ) بداء سے بڑھ کر کسی

چیز سے اللہ کی عبادت نہیں کی گئی۔ (حوالہ سابقہ)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اللہ کے ہاں سب سے عظیم چیز بداء ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ان سے ہی روایت ہے: اگر لوگوں کو بداء کے اجر و ثواب کا علم ہو جائے تو وہ اس کو کلام

میں نہ چھوڑیں گے۔ (۱/۱۳۸)

میں کہتا ہوں: اگر اللہ کی عبادت اور تعظیم کے لیے (بداء) اسی قدر ضروری ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں تو پھر تفسیر دین کے دس حصوں میں سے نو حصے کیسے ہو گیا؟

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: جب ہم تمہیں کوئی حدیث بیان کریں اور اس کے بعد اسی طرح واقع ہو جائے تو کہو: صدق اللہ: اللہ نے سچ فرمایا: اور اگر تمہیں کوئی حدیث بیان کریں اور اس کے خلاف واقع ہو تو پھر بھی کہو صدق اللہ: اللہ نے سچ فرمایا: تمہیں دہرا اجر عطا کیا جائے گا۔ (۳۶۹/۱)

(بداء) سے آغاز کس نے کیا؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ (بداء) کا آغاز عبد المطلب نے کیا۔ (۱۳۷/۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء تمام کے تمام (بداء) سے ناواقف تھے اور وہ اس عظیم عبادت سے محروم تھے اور یہ بات معروف ہے کہ عبد المطلب شرک کی حالت میں فوت ہوا لہذا ان لوگوں کو مبارک ہو جو اپنا عقیدہ مشرکوں سے لیتے ہیں۔

بداء ایک پوشیدہ علمی خزانہ ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: علم کی دو قسمیں ہیں: ① وہ جو اللہ کے پاس پوشیدہ خزانہ ہے جس پر کوئی اطلاع نہیں پاسکتا۔ ② وہ علم جو اس نے اپنے فرشتوں اور رسولوں کو سکھلایا ہے۔

وہ عنقریب واقع ہونے والا ہے۔ جو علم اس کے رسولوں اور فرشتوں کو سکھلایا اس میں نہ ہی تو وہ اپنے آپ کو جھٹلاتا اور نہ ہی اس کے فرشتے اور رسول جھٹلاتے ہیں۔ جو علم اس کے پاس ہے اس میں وہ رد و بدل کرتا ہے اس میں تقدیم و تاخیر سے بھی کام لیتا ہے۔ (۱۳۷/۱)

میں کہتا ہوں: یہ ابو جعفر (علیہ السلام) کیسے روایت کر رہے ہیں جبکہ انہوں نے خود روایت کیا کہ جب ہم تمہیں کوئی روایت بیان کریں اور اس کے خلاف واقع ہو تو کہو: صدق اللہ! اللہ نے سچ فرمایا۔ ”اور پھر یہ کہ جو اس نے فرشتوں اور رسولوں کو سکھلایا وہ واقع ہونے والا ہے۔“ پھر کون جانتا ہے کہ یہ مشہور مثل (جس نے اپنا راز چھپائے رکھا تو گویا معاملہ اس کے ہاتھ رہا) شاید یہ اسی پوشیدہ علمی خزانے سے ہی ہو۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ان سے: ﴿يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُنْبِتُ﴾ آیت کریمہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نہیں مٹاتا مگر جو ثابت شدہ ہو اور نہیں ثابت رکھتا مگر وہ جو نہیں تھا۔ (۱۳۷/۱)

میں کہتا ہوں: کیا کوئی ایسی چیز ہے جو اللہ کے علم میں تھی مگر وہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے بہتان سے بہت بلند ہے۔

ان سے ہی روایت ہے اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا تو اس سے تین چیزوں کا اقرار لیا۔

① اللہ کے لیے عبادت کا اقرار ② اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنا

③ کہ اللہ جو چاہتا ہے تقدیم و تاخیر کرتا ہے (بداء) مراد ہے۔ (۱۳۷/۱)

میں کہتا ہوں: یہ روایت بداء کے تحت ذکر کی گئی ہے اور یہ بھول گیا ہے کہ پہلے خود روایت ذکر کر آیا ہے کہ (بداء) سب سے پہلے عبدالمطلب نے استعمال کیا۔

ان سے ہی روایت ہے اللہ کے لیے دو علم ہیں: ① علم خزانہ شدہ (پوشیدہ) ② وہ علم جو اس نے ملائکہ اور رسولوں کو سکھایا ہے، اسے ہم بھی جانتے ہیں۔ (۱۳۷/۱)

ان سے ہی روایت ہے اللہ نے جس چیز کے متعلق بھی (بداء) کا استعمال کیا تو وہ اس کے ظاہر ہونے سے پہلے اللہ کے علم میں تھی۔ (۱۳۸/۱)

میں کہتا ہوں: پہلے ایک روایت میں ہے کہ نہیں وہ ثابت رکھتا مگر جو نہ تھی پھر اگر اللہ کے علم میں وہ چیز ظاہر ہونے سے پہلے ہی تھی تو جو پچھلی روایت میں ذکر ہے، تو کیا ظاہر ہوتا ہے اور کیا چیز تبدیل ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کے لیے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تو (بداء) کی نفی میں ہماری دلیل ہے۔ اس سب کے باوجود اس نے مندرجہ ذیل روایات ذکر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کئی دفعہ وقت مقرر کرتا ہے اور کئی دفعہ تبدیل کرتا ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے ستر سال کا وقت مقرر کیا۔ (ظہور مہدی) جب حسین قتل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا غصہ شدید تر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے زمین والوں سے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے اس کو ایک سو چالیس سال تک مؤخر کر دیا۔ اور جب

ہم نے تم کو یہ حدیث بیان کی اور تم نے اس کو عام کر دیا اور راز فاش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر اس کا کوئی وقت ہی مقرر نہیں کیا وہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے۔

میں کہتا ہوں کیا آپ نے کبھی ایسا تقاد اور ایسی غلط بیانی سنی ہے۔

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ مہدی کے غائب ہونے کا واقعہ بیان کر رہے تھے کہا مہدی کے لیے غائب ہونا حقیقت ہے مگر اس معاملہ میں کئی لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور کئی لوگ ہدایت پا جائیں گے۔ میں نے کہا: غائب ہونے اور اس حیرت کی موت کتنی ہوگی۔ انہوں نے کہا چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال میں نے کہا: کیا واقعہ ایسا ہی ہونے والا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں میں نے کہا پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ پھر جو اللہ چاہے گا کیونکہ اس کے لیے بداء غایت اور انتہا ہے۔ (۱/۳۳۸)

موسیٰ کا ظم اور حسن عسکری کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بداء

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ابو الحسن (علیہ السلام) کے پاس تھا اور اس وقت ان کے بیٹے ابو جعفر اٹھ کر چلے گئے تھے اور میں دل میں سوچ رہا تھا کہ ان کو کہوں: ابو جعفر اور ابو محمد موجودہ وقت میں ابو الحسن موسیٰ اور اسماعیل جو کہ جعفر بن محمد (علیہ السلام) کے بیٹے ہیں کے قائم مقام ہیں اور ان دونوں کا قصہ درحقیقت ان دونوں کا قصہ ہے کیونکہ ابو محمد ابو جعفر کے بعد تھے تو میرے بولنے سے قبل ہی ابو الحسن (علیہ السلام) میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ہاں اے ابوالبہائم: اللہ تعالیٰ کے لیے ابو محمد میں وہ بات ظاہر ہوئی، جو ابو جعفر (علیہ السلام) میں تھی اور وہ اسے جانتا تھا جیسا کہ موسیٰ میں اللہ کے لیے اسماعیل کے جانے کے بعد ظاہر ہوئی۔ اور اللہ کا حال ایسے ہی ہے جیسے میں نے بیان کیا اگرچہ جھٹلانے والے تسلیم نہ کریں۔ (۱/۳۲۷)

عقیدہ رجعت

الرحمہ: رجوع: (شیعہ ائمہ کا واپس آنا، علی (علیہ السلام) بادلوں میں ہیں واپس آ کر آواز لگائیں گے وغیرہ) یہ وہ یہودی، فارسی قدیم عقیدہ ہے جسے یہودیوں نے اپنے بڑوں کے متعلق اپنے ایمان کا حصہ سمجھا ہوا ہے۔ اور جب ان میں سے بعض نے ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہونے کا ڈھونگ رکھا تو یہ عقیدہ ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گیا۔ جیسا کہ

ابو مسلم خراسانی کے متعلق رجعت کا عقیدہ۔ پھر یہ عقیدہ ائمہ کی طرف منسوب کیا گیا، حالانکہ وہ اس سے بری الزمہ اور لاطلق ہیں۔ یہ انتہائی عجیب و غریب عقیدہ اور من گھڑت داستانیں جن کا ذکر قرآن مجید میں کہیں نہیں ملتا ہے۔ روایات ملاحظہ کیجئے۔

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے: میں جنت اور جہنم کے لیے لوگوں کو تقسیم کرنے والا ہوں جہنم میں میری تقسیم کے علاوہ کوئی نہ جائے گا۔ (آخر میں ہے) میں کئی بار لوٹنے، آنے اور جانے والا ہوں (یعنی دنیا میں لوٹنے والا ہوں) اور ساری دنیا کی دولت ہوں۔ (۱/۱۹۸)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: وہ ان فرشتوں کی بات کر رہے تھے جنہوں نے اللہ سے سوال کیا (کلینی کے دعویٰ کے مطابق) کہ وہ حسین (علیہ السلام) کے لیے مدد اتاریں تو اللہ نے ان کو مدد اتارنے کی اجازت دے دی۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے پھر اللہ کے لیے کچھ معاملہ ظاہر ہوا مدد نازل ہوئی مگر کام و فیصلہ ہو چکا تھا۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں: اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ ان کی قبر پر حاضری دو حتیٰ کہ تم اسے نکلتے دیکھو گے۔ ❀

تم ان کی مدد کرو اور اپنے فعل پر آہوبکا کرو کیونکہ تم سے پہلے کوتاہی ہو چکی لہذا اب اس کی نصرت کرو اور اپنی سابقہ غلطی پر آہوبکا کرو، لہذا فرشتوں نے خوب آہوبکا کی جب یہ امام نکلے گا تو وہ اس کی ضرورت دکریں گے۔ (۱/۳۸۳)

ساتویں فصل

خمس، زکوٰۃ اور عام اموال

تمام زمین امام کی ہے

اس بات کے تحت کلینی نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں چند ملاحظہ ہوں۔

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا اور دنیا کی زمین ان کو عطا کر دی۔ جو آدم کو عطا ہوئی وہ رسول اللہ (علیہ السلام) کے حصے میں آئی اور جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصے میں آئی وہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصے کو عطا ہوئی۔ (۴۰۹/۱)

ان سے ہی روایت ہے کہ ہم نے علی (علیہ السلام) کی کتاب میں یہ دیکھا: ﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۲۸)

پھر یہ لکھا تھا میں اور میرے اہل بیت جن کو اللہ نے پوری زمین کا وارث بنا دیا اور ہم ہی متقی ہیں اور ساری زمین ہماری ہے۔ (۴۰۷/۱)

میں کہتا ہوں: کیا اس طرح کی بات آپ نے بھی سنی ہے؟

عالمی جغرافیہ کے متعلق امام کے عجیب تصورات

کلینی کا دعویٰ ہے کہ امام ماضی اور مستقبل کے متعلق سب کچھ جانتا ہے، عرش سے لے کر فرش تک اور فرش سے لے کر سمندروں کی گہرائیوں اور زمین کی تہوں تک سب کچھ جانتا ہے۔ وہ اس مچھلی کو بھی جانتا ہے جس نے زمین کو اٹھایا ہوا ہے۔ کلینی نے امام کے متعلق عجیب و غریب حکایات نقل کی ہیں۔ پھر کہتا ہے۔ امام اپنی پیدائش کے وقت تمام علوم کمبیسٹری سے لے کر ریاضی کا ماہر ہوتا ہے۔ وہ پانی میں چلنے والی کشتی اور جغرافیائی لحاظ سے ہر جگہ اور ہر مقام کو جانتا ہے۔ مگر ہائے افسوس کے اس سب کے باوجود امام کی زمین اور جغرافیہ کے متعلق معلومات انتہائی محدود و بلکہ غلط ہیں اسے زمینی جغرافیہ کا علم ہی نہیں ہے چہ جائیکہ اسے پوری کائنات کا پتہ ہو۔ معلیٰ نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت کی ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ اس زمین میں سے کیا کچھ تمہارے لیے ہے۔ انہوں نے ہنس کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

جبرائیل (علیہ السلام) کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنا انگوٹھا زمین پر مار کر آٹھ نہریں نکالیں۔ ان میں سے ایک نہر سحان و حیحان ہے، یہ نہر بلخ اور خشوع، یہ نہر شاس اور مہران ہے، یہ نہر ہند اور نیل مصر ہے اور یہ دجلہ و فرات ہے۔ یہ جونہریں نکالی گئیں ان کا پانی جس کھیتی اور زمینوں کو لگتا ہے وہ سب ہماری ہیں وہ فقط ہمارے شیعہ کے لیے ہیں اور ہمارے دشمنوں کے لیے کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اس پر قبضہ کر لیں۔ (۴۰۹/۱)

میں کہتا ہوں: امام کی بادشاہت بہت ہی محدود ہے جیسا کہ اس کا علم جغرافیہ محدود ہے۔ اسے فقط قدیم دنیا کا پتہ ہے جدید دنیا اور اس میں پائی جانے والی نہروں کے متعلق قطعاً علم نہیں ہے ورنہ وہ ان کو بھی اپنی ملکیت میں ذکر کرتا جیسا کہ مشہور نہر امازون مسیسی وغیرہ۔ امام کا علم سات زمینوں کو بھی پھاڑ رہا ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: جبرائیل نے اپنے پاؤں سے پانچ نہریں کھودی ہیں پانی ان کے ہی تابع ہے۔ فرات، دجلہ، نیل مصر، نہر ان اور نہر بلخ، اس میں سے جو بھی پانی پایا جاتا ہے یا پیا جاتا ہے سب کا سب امام کا ہے اور وہ سمندر جو دنیا کے ہر تہہ در تہہ ہے وہ بھی امام کا ہے۔ (۴۰۹/۱)

اے امریکی اور آسٹریلوی باشندو! تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری نہریں اور دریا جبرائیل نے اپنے پاؤں سے پیدا نہیں کیے اسی لیے یہ امام کے قبضہ میں نہیں ہیں اور اہل عراق مسکین ہیں اور قرب و جوار والے بھی مظلوم ہیں جن کا پانی امام کے قبضے میں ہے۔ میں یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ گزشتہ روایت میں آٹھ دریاؤں یا نہروں کو اب پانچ کیوں بنا دیا گیا ہے؟

خمس بنی عبد المطلب کا حق

کلینی کہتا ہے: یہ لوگ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے خمس کا حصہ مقرر کیا ہے وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قربت والے ہیں اللہ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَأَنْزِلُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ ”یہ بنو عبد المطلب چاہے وہ مرد ہو یا ان کی عورتیں ہوں۔ (۵۴۰/۱) میں کہتا ہوں: عبد المطلب کے کئی بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے عباس (رضی اللہ عنہ)

بھی ہیں جن کی اولاد کو عباسی کہا جاتا ہے، پھر خمس فقط علویوں کے لیے کیوں ہے اور ان کی بیٹیوں کو کیوں محروم رکھا جاتا ہے؟

خمس بنی ہاشم کے لیے ہے

کہا: جس کی ماں بنی ہاشم سے ہو اور اس کا باپ قریش کے کسی قبیلہ سے ہو اس کے لیے صدقات (زکوٰۃ) تو جائز ہیں مگر خمس سے اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ادْعُوهُمْ لِابَائِهِمْ﴾ (حوالہ سابقہ) ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔

ائمہ پر زکوٰۃ حرام ہے

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ہمارے لیے صدقہ (زکوٰۃ) حلال نہیں ہے۔ اللہ نے اپنے نبی اور ہمیں لوگوں کے ہاتھ کی میل کچیل کھانے سے بلند رکھا ہے۔ (حوالہ سابقہ) زکوٰۃ لوگوں کے لیے ہے امام کے لیے نہیں

عبد صالح (علیہ السلام) نے زکوٰۃ کے اموال اور زراعت کے متعلق کہا: اسے والی (حکمران) حاصل کرے گا اور آٹھ حصوں میں خرچ کرے گا۔ فقرا مساکین، عمال، تالیف قلب، فی سبیل اللہ، مسافر وغیرہ آٹھ حصوں میں اسے تقسیم کیا جائے گا اور بقدر ضرورت ان پر خرچ کیا جائے گا۔ (۵۴۱/۱)

نصف خمس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقرباء کے لیے ہے

ان سے ہی روایت ہے کہ نصف خمس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقرباء کے لیے ہے۔ (۵۴۲/۱) کیا آپ کو علم ہے کہ (مہدی) کے غائب ہونے پر خمس ساقط ہے

عمر بن یزید کہتے ہیں: میں مسیح کو مدینہ میں دیکھا۔ وہ اس سال ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس کچھ مال لے کر آئے تھے مگر ابو عبد اللہ نے یہ مال واپس کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے مال کیوں واپس کر دیا؟ اس نے کہا: ابو عبد اللہ کہتے ہیں: ہم نے یہ تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ لہذا تم اپنا مال واپس لے جاؤ۔ جو کچھ مال ہمارے شیعہ کے پاس ہے وہ ان کے لیے حلال ہے حتیٰ کہ ہمارا امام آجائے جب وہ آجائے تو وہ ادا کریں۔ وہ

خراج ادا کریں گے اور زمین ان کے پاس رہے گی اور جو کچھ شیعہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس ہے تو زمین میں سے کچھ لینا ان کے لیے حرام ہے حتیٰ کہ جب ہمارا امام ظاہر ہوگا۔ تو زمین ان سے چھین کر انہیں ذلیل کر کے نکال دیا جائے گا۔ (۴۰۸/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا گیا: لوگوں پر زنا کی بلا کہاں سے نازل ہوئی۔ کہا ہمارے اہل بیت کے خنس کی وجہ سے مگر وہ شیعہ جو طہمین (پاک) ہیں ان کو تو یہ پیدائشی حق حاصل ہے۔ یہ تحقیق کہ زنا کہاں پایا جائے گا

کلینی نے روایت کی ہے ”قیامت والے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں صاحب خنس ہوگا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میرا خنس؟ ہم نے تو یہ اپنے شیعہ کے لیے بہتر جانا تھا تاکہ ان کی ولادت پاک ہو اور وہ اپنی ولادت کو پاک و صاف رکھیں۔ (۵۴۷/۱) خنس مطلق طور پر واجب نہیں ہے

کیونکہ یہ شیعہ کے لیے حلال ہے تاکہ ان میں کوئی زانی پیدا نہ ہو۔ خنس اور زنا میں کیا تعلق ہے یہ مجھ سے مت پوچھئے؟ یہ ایسا راز ہے جو خاص لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اگلی روایت ملاحظہ کریں۔

ابن عبد اللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ﴾ (۸/ الانفال: ۴۱) ”جان لو جو بھی تم غنیمت حاصل کرو اس میں پانچواں حصہ اللہ کا، رسول کا اور اقرباء کا ہے۔“ کہا: اللہ کی قسم! یہ تو ایک ایک دن کا فائدہ ہے مگر یہ ہے کہ میرے والد نے یہ شیعہ کا حق قرار دے دیا تاکہ ان میں زانی پیدا نہ ہو (۵۴۴/۱) یعنی وہ پاک رہیں اور ان کے ہاں حلال اور پاک بچوں کی ولادت ہو۔

ان سے ہی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ نہروں سے جس کھیتی کو پانی پلایا جائے یا نہروں کا جو پانی ہے سب ہمارا ہے۔ جو ہمارا ہے وہ ہمارے شیعہ کا ہے۔ ہمارے دشمنوں کا اس میں سے کچھ نہیں مگر یہ کہ وہ اس پر قبضہ کر لیں۔ ہمارا ولی (وصی) تمام زمین کا وارث ہے۔ (۴۰۹/۱)

واقعات اصولوں کے خلاف ہیں

میں کہتا ہوں: شیعہ ان تقسیمات کا خیال نہیں کرتے جو پہلے گزر چکی ہیں۔ نہ ہی وہ ان

قواعد کا خیال کرتے ہیں جو پہلے بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمل تطبیق الگ چیز ہے اور ائمہ کی طرف منسوب اقوال یہ الگ چیز ہے۔ ہم گزشتہ روایات کی روشنی میں چند قواعد ذکر کرتے ہیں اور پھر دیکھیں گے کہ واقعات اور ان قواعد میں کس قدر فرق ہے۔

- ① امریکہ اور آسٹریلیا کے باشندوں پر کوئی خُمس نہیں کیونکہ وہ اس وقت معروف نہ تھے۔
- ② خُمس اولاد علی (علیہ السلام) پر ظلم یا تنگی نہیں ہے۔
- ③ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ان کے لیے خُمس میں حق ہے جیسا کہ عباس، جعفر اور عقیل کی اولاد کے لیے ہے۔

④ علی (علیہ السلام) کی اولاد پر صدقہ حرام ہے جنہیں وہ (سادات) کہتے ہیں۔

⑤ ان پر زکوٰۃ بھی حرام ہے۔

⑥ نصف خُمس یتیموں، مسکینوں، مسافروں کے لیے ہے جو کہ بنی ہاشم سے ہوں۔

⑦ باقی نصف امام کے لیے ہے۔ یہ آج کل انہوں نے فقیہ کے لیے خاص کر دیا ہے کیونکہ وہ امام کا نائب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خُمس کے دو حصے ہیں ایک فقیہ کے لیے اور ایک فقراء بنی ہاشم کے لیے (یتیم، مسکین، مسافر وغیرہ) اس طرح غنی سادات کے لیے کچھ نہیں ہے۔

⑧ خُمس ہر حال میں شیعہ کے لیے جائز ہے۔

⑨ امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔

یہ اب ان سب قواعد پر کہاں عمل پیرا ہیں؟

امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا

ابو بصیر ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کیا امام زکوٰۃ ادا کرے گا تو انہوں نے کہا تو نے ایک مشکل چیز کے متعلق سوال کر دیا ہے۔ کیا تجھے علم نہیں ہے کہ دنیا و آخرت کا سب کچھ امام کے لیے ہے وہ جہاں چاہے خرچ کرے جس کو چاہے عطا کرے۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے اس کے لیے جائز ہے۔ امام کوئی رات ایسی نہیں گزارتا مگر یہ کہ اس کی گردن پر اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی حق ضرور ہوتا ہے۔ (۴۰۹/۱)

میں کہتا ہوں پھر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا باقی رہا۔ جس نے اپنے متعلق (مالک الملک)

اور مالک یوم الدین کہا ہے؟

کلینی کہتا ہے: نفس کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ فقیروں کے لیے لوگوں کے مال میں رزق رکھا ہے اور یہ آٹھ حصوں میں ہے۔ پھر کہا اس لیے نبی (ﷺ) اور والی کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے تاکہ وہ ضرورت مند باقی نہ رہے۔ مگر ان کے ذمے کچھ اور چیزیں ہیں جو زکوٰۃ کی قائم مقام ہیں اور ان کے لیے بھی کئی لحاظ سے حقوق ہیں جیسے واجبات ہیں۔

میں کہتا ہوں: شیعہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں یہ علی (ؑ) کے متعلق اتری ہے لہذا وہ امام ہیں۔

امام اور دراہم

ابو عبد اللہ (ؑ) سے روایت ہے ”اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ چیز امام کو دراہم دینا ہے۔ جو امام کو درہم دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں درہم عطا کرے گا اور جنت کا درہم احد پہاڑ جتنا ہوگا پھر کہا: اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً﴾ (البقرہ: ۲۴۵) ”جو کوئی اللہ کو قرض دے گا۔ قرض حسنہ تو وہ اس کو کئی گنا زیادہ بڑھا دے گا۔“ کہا: اللہ کی قسم یہ آیت کریمہ خاص طور پر امام کو دینے کے متعلق ہے۔ (۵۳۸/۱-۵۳۷)

یعنی کلینی یہ کہہ رہا ہے کہ امام کو درہم دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں توحید و عقیدہ، نماز و روزہ، زکوٰۃ و حج، حسن خلق اور اللہ کے ذکر سے بھی زیادہ پسند ہے۔ کیا آپ نے کبھی ایسا جھوٹ سنا ہے؟ میں کہتا ہوں کلینی کی اسی کتاب میں ایک روایت پہلے گزر چکی ہے کہ تفسیر دین کے دس حصوں میں سے نو حصوں پر مشتمل ہے۔ پھر آپ نے پڑھا کہ اس نے کہا سب سے بڑی عبادت (بداء) ہے اور یہاں کہتا ہے کہ درہم امام کی خدمت میں پیش کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ ہم اس کے کس قول کی تصدیق کریں۔ یہی ظاہر ہوتا ہے جب یہ کسی ایک کام کی جھوٹی لظم بیان کرتا ہے تو بھول جاتا ہے کہ اس نے دوسرے کام کے متعلق کیا کہا ہے؟

ابو عبد اللہ (ؑ) سے روایت ہے۔ وہ درہم جو امام کو دیا جاتا ہے وہ نیکی کے لحاظ سے

دوسرے دس لاکھ درہموں سے بہتر ہے۔ (۵۳۸/۲)

یہاں تو یہ ہے مگر سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کا قول ہے۔ ”یہ صلہ رحمی ہو یا زکوٰۃ ہو یا صدقہ ہو یہ اہل بیت پر حرام ہے۔“

کیا آپ نے کوئی اور دین بھی ایسا دیکھا ہے جو کلینی کے دین کی طرح تضادات کا مجموعہ ہو۔
خمس ہر مال پر ہے

سماعۃ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن (علیہ السلام) سے خمس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہر اس تھوڑے اور زیادہ مال پر ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: ہر مال پر خمس کی آیت کہاں نازل ہوئی ہے؟ اور کہاں اس کی عملی شکل ممکن ہے؟ یہ آیت کب اتری ہے؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حجۃ الوداع سے واپس آئے تو خمس کی آیت اتری ہے۔

میں کہتا ہوں: آیت خمس سورۃ انفال میں ہے۔ اور یہ سورۃ مبارکہ معرکہ بدر کے بعد اتری ہے اور اس میں احکام قال بھی اترے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنْتُمْ أَمْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَىٰ الْجَمْعِ طَوَّالَهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ طَوَّالَهُ تَوَّاعَدْتُمْ لَا خَتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَدِ وَلَكِنَّ لَيْفُضَىٰ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْمُ بَيْنَةٍ وَيُحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْمُ بَيْنَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (۸/ الانفال: ۴۱-۴۲)

حجۃ الوداع دس ہجری کو ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج فرمایا۔ اور یہ فتنہ پرور چھوٹے ہیں۔

مال فی، مال انفال اور خمس کی تفسیر میں اغلاط اور اختلاط

کلینی کہتا ہے جس مال و دولت پر دشمن غالب آجائے اور پھر ان سے لڑ کر یا غلبہ کے بعد

چھینا جائے تو یہ مال فے ہے یعنی یہ ان کی طرف لڑائی یا غلبہ کے بعد لوٹا ہے تو یہ مال فے ہے۔ تو اس میں وہ حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ﴾ (۸/ الانفال: ۴۱) یعنی وہ اللہ رسول اور ان کے اقرباء کا ہے اور یہ فے یعنی واپس آنے والا ہے۔ یہ غیروں کے ہاتھ میں تھا جو بزور شمشیر واپس ہوا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ فتویٰ کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال فے اس کو قرار دیا ہے جو بغیر لڑائی اور قتل کے ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا آتَاكَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ۔ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (۵۹/ الحشر: ۶)

”اور ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

پھر اس آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف (خرچ کی جگہ) بھی بیان کیے ہیں ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”بستیوں والوں کا مال اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے۔ وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قربت والوں کا اور قبیلوں، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔“ (۵۹/ الحشر: ۷)

پھر ان مذکورہ لوگوں کی تفسیر مہاجرین اور انصار اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کی شکل میں بیان فرمائی، یہ ان کی محبت ان سے راضی ہونے اور ان کی طلب بخشش کی بنیاد پر ہے (ترجمہ) ”فے کا مال ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلبگار ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔“ (۵۹/ الحشر: ۸)

یہ تو مہاجرین کے متعلق آیت کریمہ تھی جو نعوذ باللہ کلینی اور اس کے پیروکاروں کے ہاں ملعون ہیں پھر فرمایا (ترجمہ) ”اور ان کے لیے ہے جنہوں نے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے اس کے لیے دل میں تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ خود اپنے اوپر ان کو ترجیح دیتے ہیں خود کو کتنی سخت حاجت ہو۔ جو بھی اپنے نفس کے بھل سے بچایا گیا وہ کامیاب رہا۔“ (۵۹/المحشر: ۹)

یہ آیت کریمہ انصار کے متعلق ہے اور پھر فرمایا۔ ترجمہ ”اور ان کے لیے جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (دشمنی) نہ ڈال۔ اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔“ (۵۹/المحشر: ۱۰)

یہ قیامت تک آنے والی مسلمانوں کی ان تمام نسلوں کے متعلق ہے جو انصار اور مہاجرین سے محبت کرتے ہیں یہ ایسی فضیلت ہے جس سے شیعہ محروم ہیں۔

مال نے کو فقط نبی ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ خاص کرنے کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ یہ تو حتمی اور پکی بات ظاہر ہو رہی ہے کہ اس فتویٰ سے دولت کو ایک خاص طبقہ کے ہاتھوں میں دیا جا رہا ہے۔ جس سے آیت کریمہ واضح طور پر منع کر رہی ہے۔ یہاں تو یہ رد ہے کہ دولت فقط انبیاء کے ہاتھ میں ہی گردش نہ کرتی رہے۔ پھر اس کے بعد دولت کو ایک مخصوص طبقہ کے ساتھ کیسے خاص کیا جاسکتا ہے یہ تو واضح تناقض (خلاف ورزی) ہے۔

پھر کلینی کہتا ہے: جو بغیر گھوڑے دوڑائے اور لڑائی کے بغیر ہاتھ آئے یہ انفال ہے یہ اللہ اور رسول کے ساتھ خاص ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

یہ واضح طور پر غلط ملط اور آیت سابقہ کے ساتھ تناقض ہے کیونکہ جو مال بغیر لڑائی اور گھوڑے دوڑائے ہاتھ آئے، وہ تو فنی ہے۔ اور اس میں ہے کہ یہ نبی ﷺ اور دیگر لوگوں کا ہے۔ یہ تو ایک لحاظ سے ہے۔

اور دوسرے لحاظ سے یہ ہے کہ سورۃ انفال اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے سبب اتاری ہے اور

اس میں جو مال کفار سے بزرگوار حاصل ہوا، اسے انفال کا نام دیا اور اس میں فرمایا: (ترجمہ) ”جان لو جو کچھ بھی تمہیں غنیمت حاصل ہو۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے اور قربت داروں کا اور یمینوں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا، اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور رسول کا اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتاری جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دونو جہیں بھڑکئی تھیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اور یہ سورہ مبارکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے شروع ہو رہی ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (۸ / الانفال: ۱)

اس کا شان نزول یہ ہے: آپس میں اختلاف ہوا۔ نو جوانوں نے کہا: مال غنیمت ہمارے لیے ہے کیونکہ ہم نے لڑائی میں مباشرتاً حصہ لیا ہے۔ بوڑھوں نے کہا: مال غنیمت ہمارے لیے ہے کیونکہ ہم نو جوانوں کے پشت بان تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ انفال اللہ اور رسول کے لیے ہے۔

پھر آیت فُتس اتاری اور اس کے مصارف (خرچ کی جگہ) بھی واضح کی اور یہ کہ ان کے لیے اور بتایا کہ چار حصے ان کے لیے ہیں۔ اللہ نے اس مال کا نام انفال رکھا جو لڑائی کے بعد حاصل ہوا اور اسے غنیمت کہا: اور مال غنیمت کو انفال کہا: کیونکہ یہ ان کے لیے حلال ہوا اور ان سے پہلے یہ مال کسی کے لیے جائز نہ تھا۔ پھر یہ قول کیا ہے جس میں فے اور غنیمت کا فرق نہیں کیا گیا۔ ایسے لگتا ہے کہ اس شخص نے کبھی کتاب اللہ کی تلاوت بھی نہیں کی، یہ جہالت اس نے اپنے تک محدود نہیں رکھی بلکہ اسے ائمہ کی طرف منسوب کر دیا۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: انفال وہ مال ہے جس پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں اور نہ ہی لڑائی لڑی جائے۔ (۵۳۹/۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ﴾ (۸ / الانفال: ۴۱) کہا: یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قربت دار ہیں، خمس اللہ، رسول اور ہمارے لیے ہے۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں: یہاں پر اور بھی کئی لوگوں کا تذکرہ ہے جیسا کہ یتیم و مساکین اور مسافر وغیرہ اور یہ ذوی القربی (یتیمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے رشتہ داروں) کے علاوہ ہیں اس آیت کریمہ میں واو ہے جو یہ فائدہ دیتا ہے کہ یہ ذوی القربی کے علاوہ ہیں۔

عبد صالح سے روایت ہے: اعراب (بدوی) کے لیے مال کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے اگر چہ وہ والی کے ساتھ مل کر قتال ہی کیوں نہ کریں اور نہ ہی مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ میں کہتا ہوں: کیا رومیوں اور فارسیوں سے عربوں کے علاوہ بھی کوئی لڑا ہے۔ ان کے لیے تو مال غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار حصے تھے۔

ابو الحسن تحدید کرتے ہوئے کہتے ہیں (جیسا کہ کلینی نے ذکر کیا ہے) کہ مال غنیمت وہ ہے جس پر رسول اللہ (ﷺ) نے گھوڑے نہ دوڑائے ہوں اور نہ ہی لڑائی کی ہو اور یہ کہ ان (شیعہ) کا حق ہے۔ اور ان سے خلیفہ مہدی نے سوال کیا: اے ابو الحسن! مجھے اس مال کی تحدید تو بتائیے تو انہوں نے کہا: اس کی تحدید یہ ہے اور کہا جبل احد، اور پھر کہا عریش مصر دومتہ الجندل انہوں نے پوچھا: کیا یہ سب؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں اے امیر المؤمنین! ایسا ہی ہے اور فرمایا: یہ تمام وہ مال ہے جس پر نہ ہی تو گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی لڑائی کی گئی۔ (۵۴۳/۱)

میں کہتا ہوں: اس بات پر واضح ہو رہا ہے کہ کلینی فقط جغرافیہ سے ہی بالکل ناواقف نہیں تھا بلکہ اسے تاریخ کا بھی قطعاً علم نہ تھا کیونکہ عریش مصر عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت میں عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں فتح ہوا۔ اور یہ وہ سرزمین ہے جس پر لڑائی بھی ہوئی گھوڑے بھی دوڑائے گئے اور اسے بزور قوت فتح کیا گیا۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) نے اس پر چڑھائی کی۔ مگر کلینی اور شیعہ جھوٹی حکایات بنانے میں اور اسے نشر کرنے کے علاوہ کچھ نہیں جانتے جیسا کہ ہر زمانے میں ان کی عادات اور ان کا دین یہی رہا ہے۔

آٹھویں فصل

یہ کتاب تناقضات (اختلافات) کا مجموعہ ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے کہ ﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (۴/ النساء: ۸۲) ”یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی کی طرف سے ہوتا تو اس میں شدید اختلاف ہوتا۔“ یعنی تناقض اختلاف کا ہونا دلیل ہے کہ وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوگا اگر کسی کتاب یا مسئلہ میں تناقض (اختلاف) ہو تو سمجھ لو اس کا اللہ کے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کسی کتاب میں تناقض غالب یا بہت زیادہ ہے یا ایسا اختلاف ہو جس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں تو اس کو صاحب کتاب کی طرف ہی پھینک دو۔ اور خوب جان لو کہ لکھنے والا جھوٹا ہے یہ تو عام اختلاف کی بات ہے تو پھر اس اختلاف کو کیسے دین میں جگہ ملے گی جو کتاب اللہ کی آیات اور نصوص کے مخالف ہو۔

کلینی کی کافی میں اس قدر اختلاف ہیں کہ میں نے کوئی ایسی کتاب اور نہیں دیکھی ہے۔ وہ ایک جگہ ایک بات کرتا ہے اور دوسری جگہ اسے سرے سے ہی جھٹلاتا ہے جیسے کسی ذاتی لالچ کی وجہ سے وہ جان بوجھ کر ایسی باتیں نقل کرتا رہا۔ یہاں پر اس کے تناقض یعنی اختلاف کی چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

روح القدس

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ انبیاء اور اوصیاء میں پانچ روحیں ہوتی ہیں۔

- ① روح القدس ② روح الایمان ③ روح حیاة ④ روح قوت اور ⑤ روح شہوت۔
- لہذا وہ روح قدس کے ذریعے عرش سے لے کر فرش تک اور زمین کی تہوں کے حالات سے بھی باخبر رہتا ہے۔ (۲۷۲/۱)

پھر روایت بیان کرتا ہے: ابو عبد اللہ بیان کرتے ہیں: روح قدس ایک عظیم مخلوق ہے یہ

جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑی مخلوق ہے۔ محمد (ﷺ) کے علاوہ یہ کسی کے پاس نہ تھی بھریہ ائمہ کی طرف منتقل ہو گئی۔ (۲۷۳/۱)

دیکھئے کس طرح پہلی روایت میں دعویٰ کیا کہ یہ انبیاء کے ساتھ ہے اور دوسری روایت میں کہا کہ روح القدس فقط محمد (ﷺ) کے ساتھ ہے۔

روح، روح القدس اور روح الامین

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ”یہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے روح میرے رب کا امر ہے اور تمہیں انتہائی کم علم دیا گیا ہے۔“

یہاں جس روح کا ذکر ہے یہ وہی روح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا اور اس میں روح پھونکی تو فرشتے سجدے میں گر گئے اور اس کے ذریعے مٹی کا پتلا انسان بن گیا۔ ہم اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جس کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

قرآن مجید میں روح کا اطلاق اس طرح بھی کیا گیا ہے کہ روح کے بغیر لوگ مردے ہیں اور یہ وہ روح ہے جو کافر میں زندگی پھونک دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَوَمَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۲۲) ”ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا وہ اس کو لیے ہوئے لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔“

اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ (۸/ سورۃ الانفال: ۲۵) یہاں روح ان معانی میں ہے کہ اصل زندگی بخشنا یعنی معنوی اعتبار سے استعمال ہوا ہے قرآن مجید روح جبرائیل (علیہ السلام) پر بھی بولا گیا ہے کیونکہ وہ وحی لانے کے ساتھ خاص ہیں اور یہاں بھی معنوی استعمال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق بھی فرمایا: ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَّا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا...﴾ (۴۲/ الشوری: ۵۲) ”اور اس طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے لیکن ہم نے اسے نور بنایا۔“ اور فرمایا: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَقْرِئُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ﴾ (۱۶/ النحل: ۲) ”وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں پس تم مجھ سے ڈرو۔“

اور جبرائیل علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾ (۲۶/ الشعراء: ۲۹۳-۱۹۴) ”اسے روح الامین لے کر اترا ہے آپ کے دل پر تاکہ آپ آگاہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔“

اور فرمایا: ﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ (۱۶/ النحل: ۱۰۲) ”کہہ دیجئے کہ اسے جبرائیل آپ کے رب کے پاس سے حق کے ساتھ لے کر نازل ہوئے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ (۳۰/ النبأ: ۷۸) ”اس دن روح اور فرشتے صفوں میں کھڑے ہوں گے، بات نہیں کریں گے مگر جسے رحمن اجازت دے اور وہ صحیح بات کرے گا۔“

ان آیات سے واضح ہوا کہ روح، روح القدس، روح الامین جبرائیل (علیہ السلام) ہیں یہ اوصاف والقباب صفات کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ورنہ موصوف (جبرائیل) ایک ہی ہیں اور کلینی کا دعویٰ آپ پڑھ چکے ہیں یہ کوئی اللہ کی مخلوق ہے جو جبرائیل اور میکائیل کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

مزید روایات ملاحظہ ہو

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا

مَا كُنْتُ تَدْرِى مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَأَنْتَ أَتَاهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: الروح یہ اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑی مخلوق ہے اور یہ رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ تھی انہیں خبریں دیتی اور ان سے دشمنی اور مصائب کو روکے رکھتی اور ان کے بعد ائمہ کے ساتھ ہے۔ (۲۷۳/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے آیت کریمہ: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ جبرائیل اور میکائیل سے بڑی مخلوق ہے۔ محمد (ﷺ) کے علاوہ کسی کے ساتھ نہ تھی اور آپ کے بعد یہ ائمہ کے ساتھ ہے جو ان کا ہر لحاظ سے تعاون کرتی ہے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ائمہ نے کسی آدمی سے علم نہیں سیکھا ہوتا اور نہ ہی کسی کتاب سے حاصل کیا ہوتا ہے بلکہ انہیں روح نے پڑھایا ہوتا ہے اور یہ فضیلت اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (۲۷۴/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے امام کے علم کے متعلق ان سے پوچھا گیا کہ وہ ساری دنیا کی خبریں جانتا ہے حالانکہ وہ اپنے گھر میں چھپا رہتا ہے۔ کیا روح القدس نے پڑھایا ہوتا ہے۔ (۲۷۵/۱) ابو حمزہ سعد الاسکاف سے روایت ہے کہ ایک آدمی امیر المؤمنین (علیہ السلام) کے پاس آیا اور روح کے متعلق پوچھا کہ کیا اس سے مراد جبرائیل نہیں ہیں؟ تو امیر المؤمنین نے کہا: جبرائیل (علیہ السلام) تو فرشتوں میں سے ہیں جبکہ روح جبرائیل کے علاوہ مخلوق ہے۔ یہ بات انہوں نے دوبار کہی تو اس آدمی نے دوبارہ کہا: آپ بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں پہلے تو کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ روح جبرائیل کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ امیر المؤمنین نے اسے کہا: تو انتہائی گمراہ آدمی ہے اور گمراہ لوگوں سے روایت بیان کرتا ہے پھر یہ آیت پڑھی: ﴿أَتَسْمِعُ أَمْرَ اللَّهِ فَلَا تَسْمَعُ جُلُوهُ سُبْحَنَهُ وَتَعْلَى عَمَّا يُشْرِكُونَ يَنْزِلُ الْمَلَكُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ اور پھر فرمایا دیکھو یہاں آیت میں روح ملائکہ (فرشتوں) کے علاوہ ذکر ہے۔ (اور جبرائیل تو فرشتہ ہے)

میں کہتا ہوں! پھر اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہوگا: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾ (الشعراء: ۱۹۳-۱۹۴)
 اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (النحل: ۲) میں روح سے مراد وحی ہے۔ یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ وحی مردہ دلوں کو زندہ کرتی ہے۔ جو جہالت اور نفسانی خواہشات پر عمل کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہوتے ہیں جیسا کہ بدن روح سے زندہ ہوتے ہیں۔

اللہ کی پناہ کہ سیدنا علی (ؑ) ایسی بات کریں جو گزشتہ کلام میں ان کی طرف منسوب کی گئی ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کے عالم تھے اور کلینی کی طرح قرآن سے جاہل نہ تھے کلینی اور اس کے ہم نوا اپنے پاس سے جھوٹ بنا بنا کر لکھتے رہتے ہیں۔

العرش

کلینی عرش کی تفسیر کبھی علم سے کرتا ہے اور پھر بھول جاتا ہے یا پھر جان بوجھ کر ایسے معانی بیان کرتا ہے جو اس کے خلاف ہیں اور شاید ایسا اپنے ذاتی مفاد کے لیے کرتا ہے اور یہ ایسے معانی بیان کر رہا ہے جیسے وہ کوئی محسوس ہونے والی چیز ہو۔

ایک ہی روایت اختلاف پر مبنی ہے

ابوالحسن (ؑ) سے روایت ہے عرش اللہ نہیں ہے۔ عرش درحقیقت علم اور قدرت کا نام ہے۔ عرش میں ہر چیز ہے۔ (پھر کہا) عرش یہ اللہ کی مخلوق ہے کیونکہ اس کی مخلوق عرش کو اٹھا کر عبادت سرانجام دے رہی ہے (پھر کہا) وہ اس کے علم کو اٹھانے والے ہیں ایک مخلوق عرش کے ارد گرد تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور وہ اس کے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں..... اللہ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس نے وضاحت کی ہے۔ عرش اور جو اسے اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے ارد گرد ہیں ان سب کو اللہ اٹھائے ہوئے ہے۔ (۱/۱۳۱)

یہ کیسا بے معنی کلام اور یہ کیسا یوٹرن ہے،

ابو عبد اللہ (ؑ) کہتے ہیں عرش اٹھانے والے (اور عرش علم ہے) آٹھ ہیں چار ہم

میں سے اور چار جن میں سے اللہ نے چاہا۔ (۱۳۲/۱)

اس روایت پر حاشیہ میں لکھا ہے۔ کاظم (علیہ السلام) کہتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کا عرش اٹھانے والے آٹھ ہوں گے۔ چار پہلے لوگوں میں سے، نوح، ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ اور چار آخری ہم میں سے محمد، علی، حسن و حسین۔

میں کہتا ہوں: باقی لوگوں کا کیا تصور بقیہ انبیاء اور ائمہ وغیرہ کیا اللہ کے علم سے ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

داود الرقی کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا: ﴿وَتَكُنْ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (۱۱/ ہود: ۷) اس آیت کریمہ کا کیا مطلب ہوگا؟ انہوں نے کہا: لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا لوگ تو کہتے ہیں عرش پانی پر تھا اور اللہ عرش کے اوپر تھا۔ انہوں نے کہا وہ جھوٹ کہتے ہیں اس طرح تو انہوں نے رب کو محمول (جس کو اٹھایا گیا ہو) بنا دیا حالانکہ وہ دین، اور اپنے علم کو اٹھانے والا ہے اس سے بھی قبل کہ زمین و آسمان، جن و انس اور سورج و چاند تخلیق کیے گئے تھے۔ میں کہتا ہوں: کیا یہ بات تصور میں لائی جاسکتی ہے جو یہ کہہ رہا ہے؟ کہ اللہ کا علم پانی پر تھا۔ ماشاء اللہ کیسی زبردست تفسیر ہے؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ جب امام کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے عرش کے نیچے سے پانی کا گھونٹ لینے کا حکم فرشتے کو دیتا ہے لہذا اسی گھونٹ سے امام پیدا ہوتا ہے۔ (۳۸۷/۱)

میں کہتا ہوں: اگر عرش سے مراد علم ہے تو اللہ تعالیٰ علم کے نیچے سے گھونٹ لینے کا حکم صادر فرماتا ہے؟

ان معانی کو آنے والی روایت کے مطابق دیکھئے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: جب اللہ پہلے اور بعد والے سب لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک شخص کو بلائے گا جس کی طرح کا خوبصورت انسان پہلے لوگوں نے نہ دیکھا ہوگا۔ پس اچانک مومن دیکھیں گے کہ وہ تو قرآن ہے۔ وہ کہیں گے یہ تو ہم میں سے ہے۔ مگر وہ ان کے پاس سے ہوتا ہوا عرش کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ کہے گا۔ مجھے میری

عزت و جلال اور عظمت مقام کی قسم! آج میں اسے عزت دوں گا جس نے تجھے عزت دی اور اسے ذلیل کروں گا جس نے تجھے عزت نہ دی۔ (۶۰۲/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں..... جس کو چھینک آئے..... اس کے ناک کے دائیں حصے سے ایک پرندہ نکلتا ہے جو ٹنڈی سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے اور مکھی سے بڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے عرش کے نیچے چلا جاتا ہے اور قیامت تک اس کے لیے پناہ مانگتا رہتا ہے۔ (۶۵۷/۲)

انبیاء کی وراثت

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”یقیناً علما انبیا کے وارث ہیں وہ درہم و دینار کے وارث نہیں ہوتے وہ تو علم کے وارث ہوتے ہیں جس نے علم حاصل کر لیا اس نے بہت بھلائی اکٹھی کر لی۔“ (۴۳/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ علما انبیا کے وارث ہیں، اس لیے کہ وہ انبیا کے درہم و دینار کے وارث نہیں ہوتے وہ تو احادیث کے وارث ہیں۔ جس نے اسے حاصل کیا اس نے بہت زیادہ بھلائی حاصل کر لی۔ (۳۲/۱)

علی (علیہ السلام) سے روایت ہے جبکہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کے پاس شکایت کر رہے تھے۔ آپ کی بیٹی کو اللہ کے حضور خفیہ دفن کیا گیا ہے۔ اور اس کا حق مارا گیا ہے اور اس سے وراثت کو روکا گیا ہے۔ (۴۵۹/۱)

علم غیب

یہ کتاب ان روایات سے بھری پڑی ہے کہ ائمہ غیب جانتے ہیں اور ان سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ اس کو جانتے ہیں۔ میں قاری سے ایک ہی درخواست کروں گا کہ اس کتاب کا مطالعہ کیجئے اور اس میں موجود عجیب و غریب روایات پڑھ کر تعجب کیجئے۔ اور ابواب پر بھی غور کیجئے گا۔

ایک باب یہ ہے: ائمہ ماضی مستقبل کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں اور ان پر کوئی چیز بھی ہرگز مخفی نہیں ہے۔ (۲۶۰/۱)

اس باب کے تحت کلینی نے بہت سی روایات ذکر کی ہیں چند ملاحظہ ہوں۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ میں زمین و آسمان اور جنت و جہنم کی ایک ایک چیز کو جانتا ہوں اور میں ماضی اور مستقبل کے متعلق سب معلومات رکھتا ہوں۔ کہتے ہیں پھر کچھ دیر کے بعد کہا جبکہ انہیں محسوس ہوا کہ یہ بات سننے والوں کو بھاری محسوس ہو رہی ہے کہ یہ سب کچھ مجھے کتاب اللہ سے پتہ چلا ہے کیونکہ اللہ اسی کتاب میں فرماتا ہے: ﴿بِئْسَ مَا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ ”اس میں ہر چیز کی وضاحت ہے۔“

سیف تمار سے روایت ہے کہ ہم ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے ساتھ شیعہ کی ایک جماعت میں مقام حجر پر موجود تھے کہ انہوں نے کہا: ہمارے پیچھے جاسوس نظر نہیں آتا۔

انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! (تین مرتبہ) اگر میں موسیٰ اور خضر کے پاس ہوتا تو انہیں بتاتا کہ اس کی ان کو بھی خبر نہ ہوتی کیونکہ موسیٰ اور خضر کو ماضی کا علم تو دیا گیا تھا مستقبل کا نہیں حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ ہم نے تو یہ علم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وراثت میں حاصل کیا ہے۔ (۲۶۱/۱)

میں کہتا ہوں یہ کیسا اختلاف ہے اسے ماکان (ماضی) و ما یكون (مستقبل) کا علم تو ہے مگر یہ علم نہیں کہ ان کے پیچھے جاسوس ہے یا نہیں۔

مفضل ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس تھے تو مفضل نے کہا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایک بندے کی اطاعت فرض قرار دیتا ہے اور اس سے آسمانوں کی خبر پوشیدہ رکھتا ہے انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے اپنے بندوں پر زیادہ رحم اور لطف و عنایت والا ہے کہ اپنے بندوں پر کسی بندے کی اطاعت واجب کرے پھر اس سے صبح و شام کی خبر مخفی (پوشیدہ) رکھے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں جبکہ وہ انتہائی غصے میں تھے کہ ان لوگوں پر تعجب ہے کہ جو کہتے کہ ہم غیب جانتے ہیں اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا میں نے اپنی لوٹڈی کو سزا دینے کا ارادہ کیا وہ بھاگ گئی اب مجھے علم نہیں کہ اس نے کس گھر میں پناہ لے رکھی ہے؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: جب وہ رات آئی جب علی بن حسین (علیہ السلام) نے

وعدہ کیا تھا تو انہوں نے محمد (ﷺ) سے کہا: اے بیٹے! وضو کا پانی لاؤ میں اٹھا پانی لے کر آیا تو انہوں نے کہا: مجھے یہ پانی نہیں چاہیے کیونکہ اس میں کوئی چیز مری ہوئی ہے۔ میں چراغ لے کر آیا (میں کہتا ہوں چراغ کی کیا ضرورت ہے امام تو ہر چیز جانتا ہے) تو دیکھا کہ اس میں چوہیا مری ہوئی ہے۔ پھر میں اور پانی لے کر آیا۔ (۴۶۸/۱)

نبی (ﷺ) کے بعد علی (رضی اللہ عنہ) کتنی دیر زندہ رہے

علی (رضی اللہ عنہ) کہ انہیں ایک یہودی نے پوچھا کہ محمد (ﷺ) کے بعد ان کا وصی کتنی دیر زندہ رہے گا؟ اور کہا: وہ طبعی موت مرے گا یا پھر قتل ہوگا۔ انہوں نے کہا: اے ہارونی! وہ ان کے بعد تیس سال زندہ رہے گا ایک دن بھی کم یا زیادہ نہ ہوگا پھر اسے یہاں (گردن پہ) مارا جائے گا اور یہ الگ کر دی جائے گی راوی کہتا ہے، ہارونی نے چلایا اور اس کی ہچکی بند ہو گئی پھر کہنے لگا۔ أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله اور یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ آپ ان کے وصی ہیں۔

میں کہتا ہوں نبی (ﷺ) ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو فوت ہوئے جیسا کہ کلینی نے خود بھی یہ بات کہی ہے۔ اس لحاظ سے لازم ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) کی شہادت ۱۲ ربیع الاول ۴۱ھ کو ہو، مگر کلینی ہی نقل کرتا ہے آپ ۲۱ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے کلینی کے وقت محد سے چھ ماہ کا فرق ہے۔ یہ بات معروف ہے کہ ریاضی کے امور میں ایسی غلطی کا امکان نہیں۔ کیا پھر کلینی جان بوجھ کر جھوٹ بول رہا ہے یا پھر کوئی اور مسئلہ ہے؟

امام کو اپنی امامت کا کب پتہ چلتا ہے

ابو عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے سوال کیا گیا کہ امام کو اپنی امامت کا کب پتہ چلتا ہے؟ اور معاملہ کب اس پر آ کر ختم ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: پہلی زندگی کے آخری منٹ میں۔ (۷۵/۱)

ابو عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) امام کے حمل اور ولادت کے متعلق بیان کر رہے ہیں۔ جب وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو دونوں ہاتھ زمین پہ ہوتے ہیں اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ جب وہ ہاتھ زمین پر رکھتا ہے تو وہ تمام علم حاصل کر لیتا ہے جو اللہ نے زمین پہ اتارا ہوتا ہے اور جب سر اوپر اٹھاتا ہے تو عرش کے نیچے سے اللہ رب العزت کی طرف سے منادی

کرنے والا آواز دیتا ہے اور اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے: فلاں بن فلاں تو ثابت قدم ہو جا میں نے تجھے ایک بہت بڑے کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو میرا پسندیدہ اور انتخاب شدہ ہے اور تو میرا راز ہے، تو میرے علم کا شاہکار، میری وحی امین اور زمین میں میرا خلیفہ ہے۔ تیرے لیے اور جو تیرا دوست ہو اس کے لیے میری رحمت واجب ہوگئی اور میں نے تجھے اپنی جنتوں کا وارث بنا دیا۔ حتیٰ کہ فرمایا: اللہ اسے پہلے اور بعد کا سب علم عطا کرتا ہے اور لیلۃ القدر کو اسے جبرائیل کی زیارت بھی ہوتی ہے۔ (۱/۲۸۶)

میں کہتا ہوں: اس کا مطلب یہ ہے کہ امام جب پیدا ہوتا ہے تو اسے اپنی امامت کا علم ہوتا ہے یا پھر امامت کا علم اس میں شامل نہیں جو وہ پیدائش کے لمحہ کے وقت سیکھتا ہے، گویا یہ ہر اس علم کی تمثیل ہوتا ہے جو اللہ نے آسمان سے اتارا ہے اور اول و آخر سب کا علم اس کے پاس ہوتا ہے مگر پچھلی روایت میں ہے زندگی کے آخری لمحے میں اسے امامت کا علم ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین (علیہ السلام) جب فوت ہونے لگے تو انہوں نے اپنے بیٹے حسن سے کہا: اے بیٹے! مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا ہے کہ میں تیرے لیے وصیت کروں... اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ جب تو فوت ہونے لگے تو تم حسین کے حق میں وصیت کرنا۔ پھر وہ حسین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ مجھے بھی یہ حکم رسول اللہ کی طرف سے ہے کہ تو اپنے بیٹے کو وصیت کرے۔ پھر انہوں نے علی بن حسین (علیہ السلام) کا ہاتھ پکڑا اور انہیں کہا کہ تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے محمد بن علی کے حق میں وصیت کرنا۔ (۱/۲۹۷-۲۹۸)

میں کہتا ہوں اس روایت سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ چار ائمہ نے اپنی امامت کا علم ایک ہی وقت میں حاصل کیا اور اپنی پہلی زندگی کے آخری لمحے کے وقت حاصل نہیں کیا۔ چچھے اکٹھے بارہ ائمہ والی روایت بھی گزری ہے جس میں یہ نام بھی شامل ہیں۔

جبہ یا انگوٹھی؟ اس کے باوجود کہ امام پرزکوۃ نہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ: ﴿الَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رِكَعُونَ﴾ (۵۰/ المائدہ: ۵۵) کی تفسیر یوں ہے کہ امیر المؤمنین ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے ایک قیمتی جبہ پہن رکھا تھا جس کی قیمت تقریباً ایک ہزار درہم تھی ابھی انہوں نے

دور کعات ادا کی تھیں کہ ایک سائل آیا اور کہا: اے ولی اللہ اور مومنوں کی جانوں کے وارث آپ پر سلام ہو۔ آپ مسکینوں پر کچھ صدقہ کیجئے۔ انہوں نے جب اتار کر ایک طرف پھینک دیا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ لے جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔ (۱/۲۸۸-۲۸۹)

ان تناقضات (اختلافات) پر غور کیجئے

① شیعہ کے ہاں مشہور خبر یہ ہے کہ وہ انگوٹھی تھی نہ کہ جبہ تھا کیونکہ شاید انہوں نے دیکھا کہ نمازی نماز کے اندر جبہ کیسے اتار سکتا ہے؟ تو انگوٹھی مشہور کر دی۔ (واللہ اعلم)

② جبہ ذاتی استعمال کے لیے تھا اور ذاتی استعمال والی چیز پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

③ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق مشہور ہے کہ ان کو دنیا کے مال سے کوئی رغبت نہ تھی ان کا لباس، کھانا پینا اور رہن سہن انتہائی سادہ تھا۔ یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اتنا قیمتی جبہ پہنتے ہوں۔ اس زمانے میں ایک دینار ایک مٹکال سونے کے برابر تھا۔ اس لحاظ سے یہ جبہ ایک لاکھ عراقی دینار سے بھی قیمتی تھا۔ یہ بات تصور سے باہر ہے۔

④ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے پتہ چلتا ہو کہ ان کے پاس اتنا مال تھا جو نصاب زکوٰۃ کو پہنچتا تھا۔

⑤ یہاں عجیب تناقض ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔ (مثلاً دیکھئے ۱/۴۰۸)

امام کو امام ہی غسل دے

کلینی نے باب قائم کیا ہے کہ امام کو فقط امام ہی غسل دے اور یہ بات بھی معروف اور ناقبل تردید ہے کہ موسیٰ بن جعفر کو ان کے بیٹے علی نے غسل نہیں دیا کیونکہ وہ اس وقت وہاں موجود نہ تھے وہ اس وقت مدینہ میں تھے جبکہ ان کے والد بغداد میں فوت ہوئے تھے۔ اسی طرح حسن عسکری کو بھی امام نے غسل نہ دیا۔ (۱/۲۸۴-۲۸۵)

امام کے جسم پر کتابت کا مقام

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) امام کی پیدائش اور تخلیق کے متعلق بیان کر رہے تھے جب اس کی ماں

اسے جنم دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جس کے پاس (عرش کے نیچے سے پانی) کا گھونٹ ہوتا ہے وہ فرشتہ امام کے دائیں بازو پر لکھتا ہے: ﴿وَكَمَّمْتُ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ﴾ (۳۸۷/۱) تیرے رب کے کلمات سچائی اور عدل کے ساتھ پورے ہو گئے اس کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں۔

پھر اس کے خلاف روایت کرتے ہوئے کلینی کہتا ہے: جب امام پیدا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھتا ہے: ﴿وَكَمَّمْتُ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾ (۳۸۷/۱) پھر تیسری روایت اس کے خلاف نقل کرتا ہے: جب امام پیدا ہوتا ہے تو اس کے کندھوں کے درمیان فرشتہ لکھتا ہے: ﴿وَكَمَّمْتُ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ﴾ (حوالہ سابقہ)

عجیب بات تو یہ ہے کہ یہ تینوں روایات ایک ہی صفحہ پر موجود ہیں مگر کسی کو کیا پتہ ہے کہ ان کے ہاں معنوی طور پر دوایاں بازو، آنکھوں کا درمیانی حصہ اور کندھے ایک ہی ہیں یہ فرق اب کون کرے؟

عقیدہ بداء، علم مکشوف یا علم مکفوف (واضح یا پوشیدہ)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) فرماتے ہیں: اللہ کے علم کی دو اقسام ہیں ایک جو کہ چھپا ہوا خزانہ ہے اور دوسرا جو اس نے فرشتوں، رسولوں اور انبیاء کو سکھایا ہم اس علم کو حاصل کرتے ہیں۔ (۱۴۷/۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جب ہم آپ کو کوئی حدیث بیان کریں اور اسی طرح ہی واقع ہو تو کہو صدق اللہ (اللہ نے سچ فرمایا) اور اگر ہم تمہیں کوئی حدیث بیان کریں اور اس کے خلاف واقع ہو تو کہو اللہ نے سچ کہا تو تمہیں دوسرے مرتبہ (دہرا) اجر ملے گا۔ (۳۶۹/۱)

کتا ہیں اور وصیت کس کے پاس

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جب حسین (علیہ السلام) کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے وصیت جو کہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی تھی، فاطمہ کو دی، جب حسین (علیہ السلام) کا واقعہ پیش آیا تو انہوں نے یہ وصیت علی بن حسین کو دی۔ میں نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، اس میں کیا

تھا؟ تو انہوں نے کہا: اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی بنی نوع انسان کو ضرورت ہے حتیٰ کہ دنیا ختم ہو جائے۔ (۳۰۴/۱)

مگر وہ اسی حکم پر دوسری روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: جب حسین عراق جانے لگے تو انہوں نے یہ وصیت اور کتاب ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کو دی جب علی بن حسین واپس آئے تو ام سلمہ نے یہ وصیت و کتاب ان کے سپرد کر دی۔

حسن اور حسین کے درمیان وقفہ ایک طہر کا ہے..... فاطمہ کو ماہواری نہ آتی تھی ابو عبد اللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: حسن اور حسین (علیہ السلام) کے درمیان ایک طہر کا وقفہ ہے اور دونوں کے درمیان مدت ولادت کا فرق چھ ماہ اور دس دن ہے۔ (۳۶۴/۱)

ابوالحسن (علیہ السلام) کہتے ہیں فاطمہ (علیہ السلام) صدیقہ اور شہیدہ ہیں اور انبیاء کی بیٹیوں کو ماہواری نہیں آتی ہے۔ (۳۵۸/۱)

میں کہتا ہوں: اگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو ماہواری نہیں آتی تھی تو حسن و حسین کے درمیان طہر کا وقفہ کیسے ہوا؟

میں کہتا ہوں بھائیوں کے درمیان وقفہ ولادت کو اس طرح بیان کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مورخ ان کی تاریخ ولادت سے اچھی طرح واقف ہو مگر کلینی اس معاملہ میں اضطراب (بے چینی) کا شکار ہے کبھی کہتا ہے حسن (رضی اللہ عنہ) رمضان المبارک ۲ھ کو پیدا ہوئے اور کبھی کہتا ہے ۳ھ کو پیدا ہوئے اور وہ حسین کی تاریخ ولادت بھی ذکر نہیں کرتا۔

وہ کہتا ہے حسین بن علی (علیہ السلام) رمضان میں بدر کے سال ۲ھ کو پیدا ہوئے اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ ۳ھ کو پیدا ہوئے۔ (۳۶۱/۱)

وہ روایت کرتا ہے کہ حسین بن علی (علیہ السلام) ۳ھ کو پیدا ہوئے۔ (۳۶۳/۱)

ان دونوں میں سے کون فضیلت والا ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اور وہ ابوالحسن (علیہ السلام) کی بات کر رہے تھے کہ ہم شیعہ میں اس بچے سے بڑھ کر کوئی برکت والا بچہ پیدا نہیں ہوا۔ (۳۰۹/۱)

ابو الحسن الرضا (علیہ السلام) سے روایت ہے جبکہ وہ ابو جعفر (علیہ السلام) اپنے بیٹے کے متعلق کہہ رہے تھے: یہ وہ بچہ ہے کہ اس جیسا بابرکت بچہ ہم شیعہ میں پیدا نہیں ہوا۔ (۳۲۱/۱)
کافر یا نہیں

یزید الصائغ سے روایت ہے میں نے عبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: اگر کوئی آدمی ایسا ہو کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب امانت دی جائے تو خیانت کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: ”یہ کفر کی ادنیٰ منزل پر ہے مگر کافر نہیں۔“

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”جس میں تین خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اگرچہ وہ نماز پڑھے یا روزہ رکھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے۔ جب اسے امامت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔“ (۲۹۱/۱)

میں کہتا ہوں منافق کافر سے بھی بدتر ہے اس میں کفر سے بھی ایک چیز زیادہ ہے یہ کیسا تضاد ہے کہ ایک حدیث میں منافق ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ کافر ہیں۔
اللہ نے انہیں زیارت کروائی

یہ بات معلوم اور معروف ہے کہ جمہیہ، معتزلہ اور شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا دیدار (جنت میں) ممکن نہیں۔ یعنی نہ ہی تو دنیا میں نہ ہی آخرت میں۔ مگر کلینی اس کے خلاف روایت کرتا ہے کہ اللہ کا دیدار ممکن ہے بلکہ یہ واقع ہو چکا ہے۔

ابو جعفر (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: آدم (علیہ السلام) کی پشت سے قیامت تک آنے والی نسل کو اللہ تعالیٰ نے نکالا تو وہ بیچ کی مانند نکلے اللہ نے ان کو اپنا تعارف کروایا اور انہیں اپنا دیدار کروایا کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی پہچان نہ سکتا۔ (۱۹۶/۲)

دس نیکیاں یا دس لاکھ یا پھر کتنی؟

ابو عبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لیے

چلتا ہے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اور یہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور یہ مسجد حرام میں ایک مہینہ اعتکاف سے بہتر ہے۔ (۱۹۶/۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں۔ جو اپنے بھائی کی حاجت کے لیے چلا تو اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر ہزار فرشتوں سے سایہ کرتا ہے۔ وہ جو قدم اٹھاتا تو اس کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہے اور ایک غلطی (گناہ) مٹا دی جاتی ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ (۱۹۷/۲)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائی کی حاجت کے لیے چلا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے۔ (۱۸/۲)

لا الہ الا اللہ عظیم یا امام کی ولایت

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: مجھے ایمان کی حدود بتائیے تو کہا: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس کا اقرار پانچ نمازیں، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا، اور ہمارے ولی کی ولایت کا اقرار کرنا اور ہمارے دشمن سے عداوت رکھنا اور سچے لوگوں کے ساتھ شامل ہونا۔ (۱۸/۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت اور جس قدر ولایت کی اہمیت دلائی گئی ہے کسی اور چیز کی نہیں ہے۔ (۱۸/۲)

میں کہتا ہوں اس روایت میں شہادتین کا اقرار نہیں ہے کیوں؟

ایک روایت میں ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا: ان سب میں سے افضل چیز کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سب سے افضل ولایت ہے۔ (۱۹/۲)

ایک روایت میں ہے: اسلام کی چوٹی، اس کی چابی، تمام شریعت، تمام اشیاء کا دروازہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی امام کی اطاعت اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ (۱۹/۲)

اسلام اور ایمان

دونوں میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے اور اسلام

بلا عمل کے اقرار کا نام ہے۔ (۲/۲۳-۲۵)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اسلام وہ ظاہر چیز ہے جس پر آج لوگ نظر آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار یعنی یہ کہ وہ اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے اور وحدہ لا شریک ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور یہ اسلام ہے جبکہ ایمان اس معاملہ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں اے قاری! تو ہی بتا تو کس تعریف کی تصدیق کرے گا۔

معصوم افضل یا غیر معصوم

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ اخلاق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صفت ہے جو اپنی مخلوقات کو ہدیہ کرتا ہے۔ ایک اخلاق تو فطرتی ہے اور ایک نیت والا ہے۔ کہتے ہیں میں نے پوچھا: ان دونوں میں سے کون سا افضل ہے تو انہوں نے کہا: فطرتی اخلاق رکھنے والا وہ تو مجبور ہے کیونکہ وہ اس کے علاوہ کچھ کر ہی نہیں سکتا جبکہ نیت والا اطاعت و فرمانبرداری پر صبر کر رہا ہے لہذا یہی افضل ہوا۔ (۲/۱۰۱)

میں کہتا ہوں کہ کلینی کے مطابق امام کی عصمت (معصوم ہونا) یہ تو فطرتی ہے اور عصمت کے بغیر بھلائی اور اصلاح یعنی نیت کے ساتھ یہ اصل کمال ہے تو پھر اے قاری! آپ ہی بتائیے کون افضل ہوا۔ معصوم یا پھر وہ نیک آدمی جو غیر معصوم ہے؟

ولایت کتب نازل ہوئی

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے ایک فریضہ دوسرے فریضہ کے بعد نازل ہوتا تھا اور فرائض میں سے سب سے آخر میں ولایت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ (۵/ المائدہ: ۳) کہتے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس فریضہ کے بعد میں تم پر کوئی فریضہ نازل نہ کروں گا کیونکہ فرائض مکمل ہو گئے ہیں۔

میں کہتا ہوں: کلینی نے بے شمار روایات ذکر کی ہیں کہ ولایت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہ ولایت اسلام کی چابی ہے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ

(بولاية علی) لیس لہ دافع ﴿کہا اللہ کی قسم! یہ اسی طرح جبرائیل لے کر محمد (ﷺ) پر نازل ہوئے۔ (۳۲۲/۱)

ان سے ہی روایت ہے: ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ﴾ کہا: یہ بناء (بڑی خبر) ولایت ہے۔ (۳۱۸/۱)

اور ان سے ہی روایت ہے: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا﴾ کہا: یہ ولایت ہے جو کہ نوح (علیہ السلام) کے زمانہ میں نازل ہوئی۔ (۳۲۳/۱)

نویس فصل

عصمت انبیاء پر طعنہ زنی

دانیال علیہ السلام

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ تم میرے بندے دانیال کے پاس جاؤ اور ان کو کہو کہ آپ نے میری نافرمانی کی مگر میں نے آپ کو بخش دیا۔ آپ نے پھر نافرمانی کی مگر میں نے بخش دیا۔ آپ نے پھر نافرمانی کی مگر میں نے آپ کو بخش دیا۔ اب اگر آپ نے چوتھی دفعہ نافرمانی کی تو میں ہرگز نہ بخشوں گا۔ جب سحری کا وقت ہوا تو دانیال کھڑے ہوئے اپنے رب سے مناجات (سرگوشیاں) کرتے ہوئے کہنے لگے اے پروردگار! تیرے بندے داؤد نے مجھے بتایا ہے کہ میں نے تیری نافرمانی کی اور تو نے بخش دیا اور اگر میں نے چوتھی دفعہ نافرمانی کی تو تو ہرگز نہ بخشے گا۔ مجھے تیری عزت کی قسم! اگر تو مجھے نہ بخشے تو میں تیری نافرمانی کروں گا، پھر نافرمانی کروں گا، پھر نافرمانی کروں گا۔ (۳۳۶/۲)

ابراہیم واسماعیل علیہما السلام

ابو عبد اللہ سے روایت ہے اس آیت کریمہ: ﴿فَنَظَرْنَا لَهُ فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَمِيعٌ﴾ (۳۷/ الصافات: ۸۸-۸۹) ”انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا میں بیمار ہوں۔“ کا مطلب ہے کہ انہوں نے حسین پر آنے والی مصیبت دیکھی تو کہا میں بیمار ہوں جو کچھ حسین پر اترنے والا ہے۔ (۳۶۵/۱)

میں کہتا ہوں: یہ افضل ترین نبی ابراہیم علیہ السلام پر بہتان یعنی گویا کہ وہ ستاروں کی تاثیر پہ یقین رکھتے تھے۔ یہ تو جادو کی ایک قسم تھی جو باطل میں مشہور تھی۔

ابراہیم (علیہ السلام) کی قوم میں یہ چیزیں عام تھیں اور ان کو ختم کرنے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو بھیجا تھا۔ اور ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی قوم کی ہدایت اور رہنمائی کی بھرپور کوشش کی۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ اور اسماعیل کھڑے ہوئے جب لوگ ان کے

پاس آئے تو انہوں نے ایک سرخی مائل سفید رنگ کی خوبصورت عورت کو دیکھا تو اس کا حسن ان کو پسند آیا، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ان کی شادی اس عورت کے ساتھ ہو جائے۔ وہ عورت شادی شدہ تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے خاوند کو موت دے دی۔ وہ مکہ میں اپنے خاوند کی موت کا غم مٹانے کے لیے رک گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل سے خاوند کا خیال نکال دیا اور اسماعیل نے اس سے شادی کر لی۔ ابراہیم حج پر آئے تو دیکھا کہ یہ عورت موافقت کرنے والی ہے۔ اسماعیل طائف کی سمت اپنے گھر والوں کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لیے گئے اس عورت نے ابراہیم کی طرف دیکھا۔ (حتیٰ کہ کہا) جب اسماعیل واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا تو جانتی ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے کہا: یہ بزرگ بہت خوبصورت ہیں اور آپ کے ساتھ ان کی شکل بھی ملتی ہے۔ اسماعیل نے کہا: یہ ابراہیم ہیں تو وہ کہنے لگی ہائے افسوس ان کا برا ہو۔ تو اسماعیل نے کہا: کیوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ تیرے جسم کی خوبصورتی دیکھتے رہے ہیں۔ (۲۰۴، ۲۰۳/۱)

یہ جھوٹ کلینی خبیث کا ہے جو اس نے اسماعیل علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ یہودیوں نے داؤد پر بہتان باندھا تھا کہ انہوں نے اپنے سپہ سالار اوریہ کی بیوی کو عریاں دیکھا تھا۔ ایک عام آدمی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ اس کا والد اس کی بیوی کے جسم پر میلی نظر ڈالتا ہے۔ یہ بہتان اس کی طرف کیسے منسوب کیا جاسکتا ہے جو ایک کریم نبی ہے اور کریم نبی کا بیٹا ہے۔

آدم علیہ السلام

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: کفر کے اصول تین ہیں۔ حرص، تکبر اور حسد، لالچ کی مثال یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو درخت کا پھل کھانے سے روکا گیا مگر لالچ نے ان سے یہ کام کر وادیا۔ تکبر کی مثال یہ ہے کہ ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا مگر تکبر کی بنا پر اس نے انکار کر دیا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور حسد کی مثال آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ (۲۸۹/۱)

علی بن حسین (علیہ السلام) سے روایت ہے تکبر نے سب سے پہلے اللہ کی نافرمانی کی اور یہ ابلیس کی نافرمانی ہے۔ اور حرص کی بنیاد پر ہوئی اور یہ آدم اور حوا کی نافرمانی ہے۔ (۱۳۱-۱۳۰/۲)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے لوگوں کے لیے ہماری معرفت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ہم سے جاہل رہنے والوں کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ جس نے ہمیں پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے، جو ہمیں نہ ہی پہچانے اور نہ ہی انکار کرے تو وہ گمراہ ہے حتیٰ کہ وہ ہدایت کی طرف پلٹ آئے۔ (۱۸۷/۱)

میں کہتا ہوں کلینی نے آدم (علیہ السلام) کو اسی قسم میں شامل کر دیا ہے۔

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ نَاسِيٍّ وَلَمْ

نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾

اس آیت کریمہ میں عہدنا (وعدہ لیا ہم نے) یعنی ہم نے ان سے عہد اور ان کے بعد آنے والے ائمہ کے لیے وعدہ لیا۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا اگرچہ ہم نے اسے کپے عزم والا نہ پایا۔ ایک روایت میں ہے آدم نے نہ ہی تو انکار کیا اور نہ ہی اقرار کیا۔ (۸/۲)

میں کہتا ہوں کلینی کے ہاں آدم (علیہ السلام) کے لیے کیا حکم ہے جبکہ وہ یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ جس نے ہمارا اقرار بھی نہ کیا اور انکار بھی نہ کیا تو وہ گمراہ ہے۔

یعقوب (علیہ السلام)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ یعقوب (علیہ السلام) کے پاس سے جب بنیامین رخصت ہوا تو انہوں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھ پر رحم کیوں نہیں فرماتا۔ میری بیٹائی بھی ختم ہو گئی اور بیٹا بھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اگر میں نے تیری بیٹائی چھین لی ہے تو عنقریب واپس کر دوں گا، بیٹائی بھی اور بیٹا بھی مگر تم بھی ذرا اس بکری کو یاد کرو جسے تو نے ذبح کیا، بھونا اور کھا گیا اور فلاں آدمی تیرے پہلو میں روزہ دار تھا مگر اسے تو نے کچھ نہ دیا۔ (۶۶۷/۲)

یوسف (علیہ السلام)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جب یعقوب (علیہ السلام) یوسف (علیہ السلام) کے پاس تشریف لائے تو انہیں تکریم دی مگر ان کا استقبال نہ کیا تو جبرائیل آئے اور کہا: اے یوسف! اپنی ہتھیلی آگے کیجئے۔ اس سے ایک زبردست نور نکلا اور ہوا میں جا کر رک گیا۔ یوسف نے

پوچھا: اے جبرائیل! یہ میری ہتھیلی سے کیسا نور نکلا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ کے خاندان سے نبوت ختم ہوگئی ہے کیونکہ آپ یعقوب کے استقبال کے لیے نہیں نکلے۔

(۳۱۱/۲-۳۱۲)

یہ روایت کلینی نے (باب تکبر) کے تحت بیان کی ہے۔

محمد (ﷺ) اور نوح علیہ السلام

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَخَافَتُهُمَا﴾ میں فاشی کے علاوہ تو کچھ مراد نہیں ہے۔ اور رسول اللہ (ﷺ) نے بھی فلاں سے شادی کرا دی تھی۔

(۳۰۴/۲) یعنی عثمان۔

انبیا میں سے کوئی نبی (ﷺ)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انبیا میں سے کسی نبی نے اللہ تعالیٰ سے ضعف قوت اور قلت جماع کی شکایت کی تو اللہ نے ہر یہ کھانے کا حکم دیا۔ (الفروع: ۲/۴۰۳)

داؤد (علیہ السلام)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ”داؤد جب عرفہ میں کھڑے ہوئے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں تو وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور دعا کرنے لگے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو جبرائیل (علیہ السلام) آئے اور کہا: اے داؤد! آپ کا رب آپ کو کہہ رہا ہے۔ آپ پہاڑ پر کیوں چڑھے ہیں کیا آپ نے یہ خیال کیا کہ آپ کا رب آپ کی آواز نہیں سن رہا۔ پھر اس نے داؤد کو پکڑ کر جدہ کے سمندر میں پھینک دیا۔ وہ چالیس دن سمندر میں نیچے لے جاتا رہا۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک پتھر پھٹ گیا اس کے اندر سے ایک کیڑا نکلا اس نے کہا: اے داؤد! آپ کا رب آپ کو کہہ رہا ہے کہ میں سمندر کی گہرائیوں اور اندھیروں میں اس پتھر کے اندر اس کیڑے کی آواز سنتا ہوں۔“ (۲۱۳/۴)

یہ داؤد (علیہ السلام) پر بہتان اور جھوٹ ہے جس سے عام لوگ بھی آگاہی رکھتے ہیں۔ یہ جاہل جو کہ جغرافیہ کی معلومات نہیں رکھتا ہے جھوٹی روایت بنا کر یہ تصور رکھتا ہے کہ سمندر کی کوئی

حد نہیں فرشتہ چالیس دنوں تک نیچے اتار تا رہا حتیٰ کہ وہ گہرائی تک پہنچا۔

نبی (ﷺ) کی شخصیت کے استہزاء اور طعن و تشنیع

ایک روایت تو پہلے گزر چکی ہے کہ جس میں یہ اشارہ ہے کہ سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نبی (ﷺ) کی بیٹیوں کی شادی ہونا فاحشہ (زنا کاری) ہے۔

کلینی اپنے بعض اصحاب سے روایت کرتا ہے کہ جب نبی (ﷺ) کسی عورت سے شادی کا ارادہ کرتے تو ایک قاصد کو بھیجتے یا جس عورت کو بھیجتے اسے کہتے اس کے غنّے کو غور سے دیکھنا کیونکہ غنّے پر گوشت کا زیادہ ہونا اس کی شرمگاہ کے بڑے ہونے پر دلیل ہے۔

(الفروع، ۵/۳۳۵)

میں کہتا ہوں یہ روایت جس میں نبی (ﷺ) کے اخلاق پر انتہائی خطرناک حملہ ہے جو کہ ایک آدمی کے اخلاق کے بھی مناسب نہیں۔ یہی ایک روایت کتاب کے غلط اور جھوٹ پر مبنی ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس کا مؤلف انتہائی گرا ہوا انسان ہے ورنہ کیا ممکن ہے کہ کوئی انسان نبی کریم (ﷺ) کی ذات گرامی پر ایسا گھٹیا اور جھوٹا الزام لگائے اور ایسی روایات نقل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (ﷺ) کے بلند اخلاق اور عالی اوصاف کی قسم کتاب اللہ میں کھائی ہے: ﴿إِنَّ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِمُعْجِزٍ لِّكَ بِمَعْجُونَةٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝﴾ (۶۸/ القلم: ۱-۴) ”یہ بد بخت انسان کس قدر ذلیل اور گھٹیا ہے اور حد درجہ بے وقوف ہے۔“

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) ایک دن میں ستر دفعہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے تھے۔ میں نے کہا رسول اللہ (ﷺ) توبہ کے بعد اس گناہ کی طرف نہ لوٹتے تھے جبکہ ہم توبہ کے بعد پھر گناہ کی طرف لوٹ آتے ہیں تو انہوں نے کہا: (واللہ المستعان) (۲/۴۳۸)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) کہتے ہیں: میں اور رسول اللہ (ﷺ) بیٹھے تھے۔ تو انہوں نے اپنا سر میری گود میں رکھا ہوا تھا۔ وہ سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگ گئے اور عصر کی نماز کے لیے میں نے ان کے سر کو حرکت دینا پسند نہ کیا۔ کہ میں میں اپنا پاؤں ہلا کر نبی کریم (ﷺ) کو

تکلیف نہ دوں حتی کہ عصر کی نماز کا وقت ختم ہو گیا۔ پھر نبی (ﷺ) بیدار ہوئے اور پوچھا: اے علی! کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے۔ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیوں نہیں پڑھی؟ میں نے کہا: میں نے آپ کو تکلیف دینا پسند نہیں کیا۔ کہتے ہیں آپ قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور دعا کی اے اللہ! سورج کو واپس بھیج دے تاکہ علی نماز پڑھ لے، سورج عصر کے وقت پر واپس آ گیا حتی کہ میں نے عصر کی نماز پڑھ لی پھر وہ ایک تارے کی طرح ٹوٹ گیا۔ (الفروع: ۴/۵۶۲-۱/۱۶۳-۱۶۵)

ایک دفعہ رسول کریم (ﷺ) نے جبرائیل سے کہا: میں نے تمہیں پہلے کبھی بھی اتنی خوبصورت شکل میں نہیں دیکھا۔ فرشتے نے کہا میں جبرائیل نہیں ہوں۔ (۱/۴۶۰)

دسویں فصل

عصمتِ ائمہ میں طعنہ زنی

جن شیعہ نے ائمہ کی طرف عصمت (معصوم ہونا) کی نسبت کی ہے۔ انہوں نے فقط ذہنی اور فکری طور پر ہی کی ہے مگر عملی اور واقعی طور پر انہوں نے ائمہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے ہیں جو کسی عام انسان کے لائق بھی نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ وہ ان لوگوں کی طرف منسوب ہوں جو صالح ہوں یا ان کے متعلق معصوم ہونے کا دعویٰ کیا جائے۔

ان کے قواعد کے مطابق عصمتِ ائمہ بھول جانے، غفلت برتنے اور غلطی کرنے کے برعکس ہے آئیے چند روایات ملاحظہ کیجئے۔

ابو جعفر (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: جب علی بن حسین کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور کہا: اے بیٹے! میں تجھے وہی وصیت کرتا ہوں جو مجھے میرے باپ نے کی تھی جب ان کی وفات کا وقت آیا تھا۔ پھر انہوں نے ذکر کیا کہ ان کے باپ نے انہیں کہا تھا۔ اے بیٹے! ظلم سے بچنا کیونکہ مظلوم کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (۳۳۱/۲) میں کہتا ہوں: کیا کسی معصوم انسان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے گا حتیٰ کہ اسے مرتے وقت ظلم سے بچنے کی وصیت کرنا پڑے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ مجھے میرے باپ علی بن حسین (علیہ السلام) نے کہا: پانچ لوگوں کو کبھی دوست نہ بنانا۔ نہ ہی ان سے بات کرنا اور نہ ہی ان کی محبت اختیار کرنا۔ میں نے کہا: ابا جان وہ کون سے پانچ لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: جھوٹے آدمی کی صحبت سے بچو..... (۶۴۱/۲)

علی بن زید بن علی سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا جو مجھے انتہائی محبوب تھا اتنا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں ایک دن ابو محمد کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا میرے گھوڑے کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: وہ میرے پاس ہے اور آپ کے دروازے پر باندھا ہوا ہے اور میں ابھی اس سے اتر کر آ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: شام ہونے سے پہلے پہلے

اپنا گھوڑا تبدیل کر لو۔ اگر کوئی گاہک ملتا ہے تو دیر نہ کرو۔ اتنی دیر میں ایک آدمی آیا اور ہمارا سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا۔ میں پریشان ہو کر اٹھا اور اپنے گھر چلا آیا اور اپنے بھائی کو ساری بات بتائی اس نے کہا: مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اس معاملہ میں کیا کہوں؟ میں نے لوگوں میں گھوڑا فروخت کرنے کا اعلان کر دیا۔ شام کے وقت گھوڑا بان آیا، ہم عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ اس نے کہا: آقا! آپ کا گھوڑا مر چکا ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا اور مجھے پتہ چل گیا کہ (مذکورہ) قول پورا ہوا ہے۔ کہتے ہیں پھر میں ابو محمد کے پاس آیا اور میں دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش! میرے گھوڑے کا نعم البدل مل جائے کیونکہ میں ان کی بات سے انتہائی غمگین تھا۔ جب میں ان کے پاس بیٹھ گیا تو انہوں نے کہا: ہاں، ہم آپ کو گھوڑے کا نعم البدل دیں گے پھر کہا: اے غلام! انہیں میرا سرخ گھوڑا دے دو اور کہا: یہ میرے گھوڑے سے کہیں بہتر ہے یہ سواری کے لیے بہترین اور لمبی عمر والا ہے۔ (۵۱۰/۱)

میں کہتا ہوں یہ دھوکہ کیسے جائز ہو سکتا ہے جس کو یہ علم ہو کہ اس کا جانور آج شام کو مر جائے گا یا کچھ دیر کے بعد دم توڑ دے گا تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کو یہ جانور فروخت کرے۔

حسن عسکری کا وکیل لوطی۔ اس کا نشہ باز خادم، کیا تم اس کی تصدیق کر دو گے۔ یحییٰ بن القشیری کہتے ہیں ابی محمد کا ایک وکیل تھا۔ انہوں نے اپنے گھر کے ساتھ ایک حجرہ بنا رکھا تھا جس میں وہ اور ان کا گورا چٹا خادم رہتے تھے، اس وکیل نے خادم کے ساتھ شہوت پوری کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے انکار کر دیا مگر یہ کہ وہ اس کے لیے نبیذ لے کر آئے تو اس کے لیے نبیذ مہیا کیا۔ (۵۱۱/۱)

میں کہتا ہوں اس کا ذکر مقصد فقط طعن و تشنیع ہے جیسا کہ پچھلی روایت ہے۔ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) ایک دن جابر مدینہ کی گلیوں میں پریشان پھر رہے تھے کہ اچانک وہ ایک ایسے رستے سے گزرے کہ اس رستے میں کاتبوں کی جماعت نظر آئی، جس میں محمد بن علی بھی تھے۔ (۴۶۹/۱) میں کہتا ہوں یہ تو امام کے علم کے خلاف روایت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع

زرارہ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں جو کہ ام کلثوم بنت علی (علیہ السلام) کے متعلق ہے کہ یہ وہ شرم گاہ ہے جو ہم سے قبضہ میں لے لی گئی ہے۔ (۱/۲۶۹)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جب عمر نے ام کلثوم کے لیے مگنی کا پیغام بھیجا تو علی (علیہ السلام) نے کہا: وہ ابھی بچی ہے، کہتے ہیں وہ عباس سے ملے اور کہا: کیا میرے اندر کوئی عیب ہے تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ عمر نے کہا: میں نے آپ کے بھتیجے (علی) کی طرف مگنی کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے رد کر دیا۔ اللہ کی قسم! میں زمرہ کا کٹواں بند کر دوں گا۔ میں تمہاری ہر قابل عزت جگہ کو برباد کروں گا۔ میں دو جھوٹے گواہ لے کر آؤں گا کہ علی نے چوری کی ہے اور میں اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دوں گا۔ عباس علی کے پاس آئے اور کہا کہ بیٹی کی شادی عمر سے کر دو تو انہوں نے کر دی۔ (الفروع: ۵/۳۶۳)

کلینی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام کے رہنما اور خلفائے اسلام و مسلمین اور امراء یا تو زانی تھے یا بزدل تھے اور ان میں دیوث پن تھا ان کی بیٹیوں کی شرمگاہ پر قبضہ کیا گیا اور وہ خاموش رہے کیونکہ وہ خوف کے مارے بول نہ سکتے تھے ادنیٰ سی عزت رکھنے والا انسان یہ برداشت نہیں کر سکتا تو اس شخص کی طرف اس بے غیرتی کی نسبت کیسے کی جاسکتی ہے جو شجاعت کا پیکر غیرت کا سرچشمہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد بنی ہاشم میں سے سب کا سردار ہے؟ اس پر مزید تعجب ہے کہ وہ (شیعہ) ان کو معصوم اور زبردست طاقت کا مالک گردانتے ہیں۔

مولفین کی ائمہ کے متعلق طعن و تشنیع

مولفین نے ائمہ کی طرف ایسے امور کی نسبت کی ہے جو ان کو فقط دائرہ عصمت (معصوم ہونا) سے ہی خارج نہیں کرتے بلکہ ان کو عام لوگوں کے اخلاق سے بھی نیچے گرا دیتے ہیں۔ اور بعض دفعہ تو اسلام سے ہی خارج کرنے کا سبب ہیں۔ ذیل میں چند کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

☆ یہ کتاب ہی ایسے متناقض واقعات اور خرافات سے بھری ہوئی ہے۔

☆ ائمہ کی طرف ان صفات کو منسوب کیا گیا ہے۔ جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ مثلاً

ان کے متعلق علم غیب کا دعویٰ جو کہ خالص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

☆ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم تحریف (تبدیل) شدہ ہے

☆ آیات کی ایسی تفسیر جو عقل و نقل اور لغت عربی ہر لحاظ سے خلاف حقیقت ہے۔ مثلاً:

﴿وَآخِذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾ ابو جعفر کی اس تشریح کے مطابق جیسا کہ کلینی کا دعویٰ ہے۔

میثاق وہ کلمہ ہے جس سے نکاح منعقد ہوا اور (غلیظا) سے مراد وہ پانی ہے جو مرد اپنی بیوی کی

طرف ڈالتا ہے۔ (۵۶۱/۵)

دین کا طالب علم بھی جانتا ہے (غلیظا) یہ کلمہ (میثاقا) کی صفت ہے۔ کسی قاعدہ کے تحت

یہ تفسیر کی گئی ہے؟

اس موضوع پر آپ کتاب میں خاص فصل دیکھ سکتے ہیں اس میں عجیب و غریب باتیں ہیں۔

☆ ائمہ کی طرف جھوٹ کی نسبت (تقیہ) کے نام پر کی گئی ہے۔

☆ ایسے فتادہ جو واضح طور پر اسلام کے خلاف ہے۔

☆ ایسے باطل امور جن کو شمار کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ سرسری نظر سے بھی ان کو پڑھیں تو یہ

تعداد انتہائی زیادہ ہے۔

گیارہویں فصل

علم کی تبلیغ یا علم کو چھپالینا

یہ چند روایات ہیں جو انتہائی عجیب و غریب اور ایک دوسرے کے متناقض (مخالف) ہیں۔ یہاں پر وہ روایات ذکر کی جارہی ہیں جن کا تعلق علم و دعوت اور تبلیغ سے ہے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں میں نے علی (علیہ السلام) کی کتاب میں پڑھا: اللہ نے جاہلوں سے علم کے حصول کا کوئی عہد نہیں لیا بلکہ علما سے عہد لیا کہ وہ جاہلوں کو علم سکھائیں کیونکہ علم جہالت سے قبل تھا۔ (۴۱/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے حتیٰ کہ فرمایا: اے بنی اسرائیل! جاہلوں کے ساتھ حکمت کے ساتھ بات نہ کرو کہ تم ان پر ظلم کرو گے اور اس کے اہل سے اس کو (حکمت و علم) کو نہ روکو کہ تم ان پر ظلم نہ کر بیٹھو۔ (۴۲/۱)

ابو بصیر اپنے کسی ساتھی کو ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کی کسی حدیث کے ساتھ وصیت کر رہے تھے کہ کہا: اگر تجھے دنیا کے تمام علم میں سے فقط یہ ایک حدیث ہی سنادی جاتی تو یہ کافی تھی اس حدیث کو نہ سناؤ مگر فقط اہل لوگوں کو۔ (۵۲۸/۱)

تقدیر کا بہانہ بنا کر تبلیغ و دعوت کا کام نہ کرنے کا حکم

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ تم لوگوں سے دور رہو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نکتہ پیدا کرتا ہے اور پھر اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اس نکتہ کی بنا پر چلتا پھرتا اور علم طلب کرتا ہے۔ ❀

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے ثابت! تیرا اور لوگوں کا معاملہ کیا ہے؟ لوگوں کو کچھ بتایا نہ کرو، اپنا معاملہ کسی دوسرے کے سپرد نہ کرو۔ اللہ کی قسم! اگر زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اکٹھی ہو کر کسی ایک بندے کو ہدایت دینا چاہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کرنا چاہیں تو کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا اور اگر زمین و آسمان کی تمام مخلوقات مل کر کسی کو

گمراہ کرنا چاہیں اور اللہ اس کو ہدایت دینا چاہے تو کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ لوگوں کو کوئی بات مت پہنچاؤ۔ کوئی یہ نہ کہے کہ میں اپنے بچا، بھائی، بھتیجے کو تبلیغ کروں؟ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی روح کو پاک کر دیتا ہے۔ وہ جب بھی کوئی بھلائی کی بات سنتا ہے۔ تو اسے پہچان لیتا ہے اور جب بری بات سنتا ہے تو اس کا انکار کر دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایک کلمہ ڈال دیتا ہے جس کی بنا پر وہ بھلائی کو جمع کرتا رہتا ہے۔ (۱۶۷/۱)

کیا آپ نے اس طرح کا کلام کبھی سنا ہے؟ یا کتاب اللہ میں اس سے ملتا جلتا بھی کلام دیکھا ہے۔ کیا قرآن اول تا آخر اس کے خلاف نہیں ہے؟

فضیل بن یسار کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا کیا ہم لوگوں کو دین کی طرف بلائیں؟ تو انہوں نے کہا: اے فضیل! جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے وہ اسے گردن سے پکڑ کر دین میں داخل کر دیتا ہے چاہے وہ خوشی سے آئے یا زبردستی۔ (۱۶۷/۱)

جب سے اللہ تعالیٰ نے دین اتارا وہ پوشیدہ ہی ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے نوح کو مبعوث کیا ہے تب سے دین تو پوشیدہ ہے۔ (۵۱/۱)

ان سے ہی روایت ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے انکار کر دیا ہے مگر یہ کہ اس کی عبادت فقط پوشیدہ طور پر کی جائے۔ (۲۵۰/۱)

دین کو چھپانے میں عزت اور نشر کرنے میں ذلت ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: اے سلیمان! تم ایسے دین کے پیر و کار ہو کہ جو اس کو چھپائے گا اسے اللہ عزت دے گا اور جو کوئی اس کو نشر کرے گا اللہ اسے ذلیل و خوار کر دے گا۔ (۲۲۱/۲)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: اگر کسی بندے تک ہماری حدیث پہنچے جس کا تعلق دین سے ہو، اگر وہ اس کو راز رکھے اپنے اور اللہ کے درمیان تو یہ اس کے لیے دنیا میں عزت اور آخرت میں نور کا ذریعہ ہے۔ اور اگر کسی کو ہماری حدیث پہنچے اور وہ اس کو نشر کر دے تو یہ اس

کے لیے دنیا میں ذلت اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے نور کو چھین لے گا۔ (۲۲۱/۲)
میں کہتا ہوں: سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ لوگوں کو علم کیسے سکھلاتے تھے اور کیسے دین
سمجھاتے تھے اور پھر ایسی احادیث نقل کرتے تھے۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے معلیٰ! ہمارا معاملہ پوشیدہ رکھو
اور اس کو نشر نہ کرو جس نے ہمارا معاملہ پوشیدہ رکھا اور اس کو عام نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا
میں عزت عطا کرے گا اور آخرت میں اس کی آنکھوں کے درمیان نور بنا دے گا جو اسے جنت
میں لے کر جائے گا۔ اور اے معلیٰ! جس نے اس معاملہ کو پھیلایا اور نشر کیا اور نہ چھپایا تو اللہ
تعالیٰ اسے دنیا میں ذلیل کر دے گا اور آخرت میں اس کا نور ختم کر دے گا اور اس کے لیے
اندھیرا بنا دے گا جو اسے جہنم میں لے جائے گا۔ اے معلیٰ! تقیہ میرے دین کا حصہ ہے اور یہ
میرے آباء و اجداد کا دین ہے، جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ اے معلیٰ! اللہ پسند
کرتا ہے کہ اس کی عبادت پوشیدہ کی جائے جیسا کہ وہ ظاہر پسند کرتا ہے۔ اے معلیٰ! ہمارے
معاملہ کی تشہیر کرنے والا درحقیقت انکار کرنے والا ہے۔ (۲۲۲/۲)

ابو الحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اگر میرے ہاتھ میں کچھ ہے تو کوشش کر کہ لوگوں کو
اس کا علم نہ ہو سکے۔ ایسا ممکن ہو تو ضرور کرنا۔ (۲۲۵/۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ میرا وہ ساتھی
ہے جو ہماری احادیث کو چھپالے۔ (۲۲۳/۲)

مزید تعجب کیجیے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب میری امت میں بدعت کا ظہور ہو تو عالم اپنا علم
ظاہر کرے اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (۵۴/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: میرے بعد کے
ظہور کے وقت ایمان میرے اہل بیت کے اولیا کے پاس ہوگا وہ اس بدعت کا رد اللہ تعالیٰ کی
طرف سے الہام شدہ علم کے ذریعے کرے گا۔ وہ حق کا اظہار کرے گا اور وہ دھوکے بازوں کی
سازش کو بے نقاب کرے گا۔ اور ضغفاء کی طرف سے رد اور ان کا دفاع کرے گا۔ اے عقل
والو! نصیحت پکڑو اور اللہ پر توکل کرو۔ (۵۴/۱)

بارہویں فصل

امتِ اسلام کی تکفیر اور امتِ عرب پر طعن و تشنیع

صحابہ کی تکفیر جو کہ امت کے بہترین لوگ ہیں

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے سب لوگ مرتد ہو گئے تھے مگر تین دین پر پکے رہے۔ سلمان، ابوذر، مقداد، پھر کچھ لوگوں نے توبہ کر لی سب سے پہلے توبہ ابو ساسان، عمار، ابو عروہ اور شقیرہ۔ یہ سات لوگ ہیں۔ امیر المؤمنین کے حقوق ان سات کے علاوہ کوئی نہیں پہچان سکا۔ (۳۳۲/۲) حمران بن اُعمین کہتے ہیں۔ میں نے ابوجعفر (علیہ السلام) سے پوچھا میں آپ پر خدا ہو جاؤں ہماری تعداد کس قدر کم ہے؟ اگر ہم ایک بکری کھانے بیٹھ جائیں تو وہ بھی ختم نہ ہو۔ انہوں نے کہا: میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب والی بات بتاتا ہوں۔ مہاجر اور انصار سب دین سے پھر گئے مگر فقط تین قائم رہے۔ (۳۳۲/۲)

(اس روایت پر حاشیہ لکھنے والا کہتا ہے یہ تین سلمان، ابوذر، اور مقداد ہیں جیسا کہ انکشی نے نقل کیا ہے۔ یہ روایت ابوجعفر اور باقر کی سند سے ہے۔ کہا لوگ تو تین ہی ہیں سلمان ابوذر، مقداد، راوی کہتے ہیں میں نے کہا: عمار؟ کہا وہ تو رستے سے ہٹ گئے تھے پھر حق کی طرف پلٹ آئے۔ کہا جس میں کوئی شک نہیں وہ مقداد ہے)۔ (۳۴۱/۲)

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے ”رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حنین کے موقع پر عرب سرداروں کو تالیفِ قلب کے لیے مال عطا فرمایا جیسا کہ مضر قبیلہ وغیرہ۔ یہ دیکھ کر انصار ناراض ہوئے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ انہیں لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے۔ تو اللہ نے ان سب کا نور ختم کر دیا۔ (۳۱۱/۲)

میں کہتا ہوں اس خبیث کے ہاں انصار کی یہ قدر ہے، یہ مجوسی انصار پر الزام لگا رہا ہے اللہ تعالیٰ ان کا نور ختم کرے۔ (ان کا نور ختم ہو چکا)

خلفائے راشدین کی تکفیر..... وہ سب سے بہتر اور عظیم ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ان سے ایک آدمی نے امام قائم کے متعلق پوچھا کہ

کیا ان کو امیر المؤمنین (علیہ السلام) کہہ کر سلام کروں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! یہ نام تو اللہ نے امیر المؤمنین (علی) کا رکھا ہے اور ان سے پہلے کسی کا نہیں اور نہ ہی ان کے بعد کسی کا ہے۔ جو کسی اور کو کہے گا وہ کافر ہے۔ (۴۱۱/۱)

بقیہ امت کی تکفیر (جو کہ سب سے بہترین امت ہے)

ابو الحسن (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ﴾ ”یقیناً متقی سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔“ کی تفسیر میں کہا: اللہ کی قسم! یہ ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ ابراہیم کی ملت پر ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ باقی سب لوگ جنت سے لاتعلق ہیں۔ (۴۳۵/۱)

اہل مکہ و مدینہ و شام کا کفر عیسائیوں سے زیادہ شدید ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں اہل شام اہل روم سے زیادہ برے ہیں۔ اور اہل مدینہ اہل مکہ سے برے ہیں اور اہل مکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واضح کفر کرتے ہیں۔ (۴۰۹/۲)

یہ بھی ان سے ہی روایت ہے۔ اہل مکہ تو اللہ تعالیٰ کا واضح انکار کرتے ہیں اور اہل مدینہ اہل مکہ سے زیادہ خبیث ہیں وہ تو ان سے ستر درجے زیادہ خبیث ہیں۔ (۴۱۰/۲)

میں کہتا ہوں: کیا یہی لوگ ہیں جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موت کے بعد دین پر ثابت قدم رہے جبکہ لوگ مرتد ہو گئے۔ اور اہل مدینہ کے متعلق ان کا حسن و بغض دیکھیں کہ وہ اہل مکہ سے بھی ان کے ہاں زیادہ برے ہیں اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ مدینہ اسلام کا پہلا دار الخلافہ ہے اسی مرکز سے اسلام فارس میں داخل ہوا اور موجودہ وقت میں بہترین مسلمان یہاں آباد ہیں۔ اگر تو ان سے حقیقی مرتدین کے متعلق پوچھتے تو یہ لوگ ان کی تعریف کریں گے گویا کہ ان کے نزدیک برے لوگ اچھے ہیں اور اچھے لوگ برے ہیں۔ کوئی آدمی جس قدر شر اور برائی میں بڑھا ہوا ہو گا وہ کلینی کے نزدیک اتنا ہی اچھا ہو گا۔ اور جو جس قدر اچھا ہو گا وہ اس کے نزدیک اتنا ہی برا ہو گا۔

اہل بصرہ کی تکفیر

ابو سروق کہتے ہیں مجھ سے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: اہل بصرہ کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: وہ مرجع، حروب، اور قدر یہ ہیں تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کافر ملتوں پر لعنت کرے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی بھی طریقے پر نہیں کرتے۔ (۴۰۹/۱-۷۸۳)

امت اسلام پر لعنت اور خنازیر سے مشابہت

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) اس معاملہ کے صاحب کی یوسف (علیہ السلام) سے تشبیہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے ان سے کہا: شاید آپ ان کی زندگی اور ان کے غائب ہونے کو عجیب محسوس کرنے کی بات کر رہے ہیں انہوں نے کہا: خنازیر سے مشابہہ اس امت کے لوگ ان کے غائب ہونے کو عجیب محسوس کرتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ یوسف کے بھائی جو کہ ان کے حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے ان کو نہیں پہچانا حتیٰ کہ یوسف نے کہا: ﴿أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي﴾ (۱۲/ یوسف: ۹۰) میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ یہ ملعون امت جو اللہ تعالیٰ کی دلیل کا انکار کر رہی ہے تو ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جا رہا ہے جو یوسف کے ساتھ کیا گیا تھا۔ (۱/ ۳۳۶) دیکھئے یہ شخص اس امت کے ساتھ کتنا حسد اور بغض رکھتا ہے۔

جو مسلمان شیعہ نہیں وہ ذمی (کافر) سے بھی بدتر ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے سوال ہوا کہ ایک ذمی مجھے ملا ہے اور میں نے اس سے مصافحہ کیا ہے تو انہوں نے کہا: اپنا ہاتھ مٹی یا دیوار پر رگڑ لو۔ کہتے ہیں میں نے کہا: اگر کسی نا صبی (مسلمان غیر شیعہ) سے ہاتھ ملاؤں تو انہوں نے کہا: ہاتھ دھو لو۔ (۲/ ۶۵۰)

عرب شیعوں پر بھی طعنہ زنی کا مظاہرہ

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ عرب سرکشوں کے لیے بربادی ہے۔ میں نے پوچھا میں آپ پر فدا ہو جاؤں امام قائم کے ساتھ کتنے عرب ہوں گے؟ انہوں نے کہا: بہت ہی کم۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! جو اس معاملہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں وہ تو بہت زیادہ ہیں۔ انہوں نے کہا: لازمی ہے کہ لوگوں کی جانچ کی جائے اور انہیں چھلنی سے گزار کر الگ کیا جائے۔ (۱/ ۳۷۰)

میں کہتا ہوں: اس روایت میں عربوں پر طعنہ زنی نہ گئی ہے کہ وہ دین کو تھامنے والے نہیں ہیں اور جو عرب شیعہ ہیں ان پر بھی طعن و تشنیع کی گئی ہے کہ وہ شیعہ ہیں جو امام قائم کی مدد کرنے والے نہیں ہیں۔ گویا کہ شیعہ عرب ان لوگوں کے نزدیک مومن نہیں ہیں کیونکہ یہ عجیبی ہے۔ کیا یہ قبائلی اور نسلی تعصب کی دعوت نہیں ہے؟

جو شیعہ نہیں اس کا مال حلال ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ شیعہ کے علاوہ جو دوسروں کے ہاتھ میں ہے وہ ان کے لیے حرام ہے حتیٰ کہ امام قائم آئے گا اور ان سے یہ زمین و دولت زبردستی واپس لے گا۔ اور ان کو ذلیل کر کے نکال دے گا۔ (۱/۴۰۸)

عربوں کے نسب میں طعن و تشنیع

کلبی نسب (نسب کا ماہر) سے روایت ہے کہ وہ جعفر بن محمد (علیہ السلام) کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: کلبی نسب ہوں انہوں نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور کہا: اللہ کے رستے سے ہٹنے والوں نے جھوٹ بولا ہے اور گمراہ ہوئے ہیں اور گھانا پانے والے بن گئے۔ اے کلب بھائی! اللہ کہتا ہے: ﴿وَعَادًا وَكُفْرًا وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا﴾ (۲۵/ الفرقان: ۳۸) پھر کہا: کیا تو ان کا نسب بیان کرے گا۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا تو اپنا نسب بیان کرے گا؟ میں نے کہا: جی ہاں! میں فلاں بن فلاں بن فلاں..... ہوں انہوں نے کہا: رک جاؤ ایسے نہیں جیسے تو بیان کر رہا ہے۔ کیا تجھے پتہ ہے یہ فلاں بن فلاں کون ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں فلاں بن فلاں ہے۔ انہوں نے کہا: یہ فلاں بن فلاں بن فلاں گودی چرواہا ہے۔ یہ گودی چرواہا فلاں علاقے میں پہاڑ پر بکریاں چراتا تھا۔ کیا تو ان ناموں کو جانتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں میں آپ پر فدا ہو جاؤں، اگر آپ کہتے ہیں کہ میں خاموش ہی رہوں تو بہتر ہے۔ (ذرا سوچو یہ اس کے حسب و نسب میں طعن کر رہے ہیں اور وہ ان کی تعریف کر رہا ہے) انہوں نے کہا: میں نے تو تیرے کہنے پر ہی اصل حقیقت بتائی ہے میں نے کہا: میں آئندہ حسب و نسب بیان نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا: پھر میں بھی بیان نہ کروں گا..... پھر کہا اس کے بعد کلبی اہل بیت سے شدید محبت کا اظہار کرتا رہا حتیٰ کہ فوت ہو گیا۔ (۱/۳۵۰-۳۵۱)

میں کہتا ہوں کیا امام کسی کے نسب میں اس طرح طعن کر سکتا ہے؟ جب ان کا اپنا نسب ہی ٹھیک نہیں تو اس کے علاوہ دوسروں کا حال کیا ہوگا۔ عربوں کے ہاں حسب و نسب اور قبائل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نعمت اور معروف چیز ہے۔ اگر ان حاسدوں اور بد بختوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک اور صاف حسب و نسب سے محروم کر دیا ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟

تیرھویں فصل

بیت اللہ اور حج بیت اللہ کا مذاق

کعبہ کا طواف جاہلیت والا طواف ہی ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا تو کہا: جاہلیت میں بھی لوگ ایسا ہی طواف کرتے تھے (اسلام میں) تو ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ طواف کریں اور پھر ہماری خدمت میں حاضر ہوں۔ ہم سے ولایت اور ہماری محبت کا درس لیں اور ہمیں اپنی نصرت کا یقین دلائیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿فَاَجْعَلْ اَفْنِئَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوٰى اِلَيْهِمْ﴾ (۱۴ / ابراہیم: ۳۷) ”کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکنے والے بنادے۔“ (۳۹۲/۱)

میں کہتا ہوں یہ لوگ اللہ کی نشانیوں کی اس طرح توہین کرتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُعِظَّمْ شَعَاوِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰى الْقُلُوْبِ﴾ (۲۲ / الحج: ۳۲) یہ فقط اس لیے ہے کہ ان لوگوں نے ایسی چیزوں کے ساتھ دل لگایا جن کے ساتھ نہیں لگانا چاہیے تھا۔ اور طواف کے بعد ان شرط کا اضافہ فقط لوگوں کو حج سے متفر کرنے کے لیے ہے۔ یہ آل بیت کی محبت کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ جیسے لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور جس عقیدت سے اللہ کے گھر میں حاضری دیتے ہیں ایسے ہی ان لوگوں کے پاس حاضری دیں اور بار بار چکر لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے طواف اور بیت اللہ کی حاضری کا حکم تو اپنی کتاب میں دیا ہے اور فرمایا ہے: ﴿وَلْيَسْطَوْا فَوْقَ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (۲۲ / حج: ۲۹) کہ وہ بیت عتیق کا طواف کریں اور اسی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں نے طواف کے ساتھ بدعات اور خرافات ایجاد کی ہوئی تھیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو بیت اللہ، حج بیت اللہ اور طواف کی شان کو کم کرنے قبروں، مزاروں اور آستانوں کی شان بلند کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ ان کو کعبہ سے بھی افضل شمار کرتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا ہے کہ کر بلا کی عظمت کعبہ سے کہیں زیادہ ہے۔

وہ کہتا ہے: وفی حدیث کربلا والکعبۃ لکربلا بان علو الرتبة.

یعنی ”کربلا اور کعبہ کی بات کریں تو کربلا کی شان واضح طور پر بلند ہے“ جو ہمارے اس دعویٰ کی دلیل دیکھنا چاہتا ہو تو وہ شیعہ کی ان بنیادی اور معتبر کتابوں کا مطالعہ کرے۔

① بحار الانوار: اس میں تین مجلدات مزاروں کی فضیلت اور ان کی آباد کاری پر لکھی گئی ہیں جلد نمبر ۱۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

② وسائل الشیعة، مؤلف حرعالمی۔ ابواب المزار: اس کتاب میں ۱۰۶ ابواب مزاروں کی فضیلت پر لکھے گئے ہیں جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۵۱ اور مزید اس کے بعد بھی بحث دیکھی جاسکتی ہے۔

③ الوافی (الجامع لأصول الأربعة) اس میں ۳۳ ابواب مزارات کے متعلق ہیں جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۹۳۔

④ اس موضوع پر مستقل کتب لکھی گئی ہیں: جیسا کہ (مناسک الزیارات) مؤلف شیخ مفید وغیرہ۔

کلینی کی کتاب کافی میں بھی ایسا مواد پڑھنے کو ملتا ہے چند روایات ملاحظہ ہوں۔
بشیر الدہان سے روایت ہے کہ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: کبھی میں حج پر اگر نہ پہنچ سکوں اور عرفہ کے دن عرفہ کا وقوف حسین (علیہ السلام) کی قبر کے پاس کروں تو کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: تو نے بہت اچھی بات کی ہے۔ جو شخص کسی عید کے دن کے علاوہ حسین کا مقام و مرتبہ پہچانتے ہوئے ان کی قبر پر آیا تو اسے نبی مرسل کے ساتھ کیے گئے بیس مقبول حج اور بیس مقبول عمرے کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ اور جو کوئی عید کے دن آیا تو اسے نبی مرسل کے ساتھ کیے گئے سو حج اور سو عمرے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہا: عرفہ کے وقوف کے برابر کیسے ثواب ہوگا۔ تو انہوں نے مجھے غضب ناک نگاہوں سے دیکھا اور کہا: جب تو قبر حسین (علیہ السلام) پر آئے تو نہ فرات میں غسل کر (عرفہ کے دن) اور پھر قبر کی طرف چلنا شروع کر دے۔ ہر قدم کے بدلے تجھے حج اور حج کے مناسک کا ثواب عطا ہوگا اور شاید یہ بھی کہا کہ غزوۃ کا ثواب ہوگا۔

(الفروع: ۴/ ۵۸۰)

ابو الحسن اوّل سے روایت ہے جو حسین (علیہ السلام) کا مقام و مرتبہ پہچانتے ہوئے ان کی قبر

پر آیا تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آئندہ بھی اس کے گناہ لکھے نہیں جاتے۔ (الفروع ۴/۵۸۲)

اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) قبروں کی زیارت کرتا ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ ایک آدمی کو اس کی غلطی سے آگاہ کر رہے تھے جو ان کے پاس آیا مگر اس نے امیر المؤمنین کی قبر کی زیارت نہیں کی تھی۔ انہوں نے کہا تو نے بہت ہی برا کیا، اگر تو ہمارے شیعہ میں سے نہ ہوتا تو میں تیری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔ کیا تو نے اس کی زیارت نہیں کی جس کی زیارت اللہ، فرشتے، انبیاء اور تمام مومن کرتے ہیں۔ (۵۸۰/۴)

اللہ تعالیٰ ان کے مکرو فریب اور بہتان و جھوٹ سے کہیں بلند ہے۔

کعبہ میں قبریں

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کا درمیانی حصہ انبیاء کی قبروں سے بھر پڑا ہے۔ آدم کی قبر بھی حرم میں ہے۔ (الفروع: ۴/۲۱۴)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ستر انبیاء کی قبریں ہیں جو بھوک اور پریشانی میں فوت ہوئے۔ (الفروع ۴/۲۱۴)

حج جاہلیت کا کام ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے جب انہوں نے لوگوں کو مکہ میں طواف کرتے دیکھا تو کہا یہ تو جاہلیت کا کام ہے۔ (۳۹۲/۱)

کعبہ تو فقط پتھر ہیں

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے لوگوں کو حکم ہوا کہ وہ ان پتھروں کا طواف کریں اور پھر ہماری ولایت کا اقرار کرنے ہمارے پاس آئیں۔ (۳۹۳/۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ پتھر ہیں تو گویا ان کے پاس آنے کا مقصد ولایت کا تعارف ہے نہ

کہ طواف؟

چودھویں فصل

عقیدہ حلول، مہدی منتظر اور دیگر اشیاء

ائمہ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہماری شکل و صورت عرش کے نیچے سے مٹی لے کر بنائی گئی اس نور نے یہاں قرار پایا، لہذا ہم دونوروں سے بنے ہیں (اللہ کا نور، تحت العرش مٹی کا نور) یہ فضیلت ہم سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ (۳۸۹/۱)

ان سے ہی روایت ہے اللہ نے ہمیں علمین سے پیدا کیا اور روح کو اس سے بھی بلند مقام سے بنایا جبکہ ہمارے شیعہ کی ارواح کو علمین سے پیدا کیا اور ان کے بدن اس سے نچلے درجے سے پیدا کیے۔ (۳۸۹/۱)

آدم کی روح اللہ تعالیٰ کی اپنی روح سے ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: آدم (علیہ السلام) نے کہا: اے پروردگار! کیا تو مجھے کچھ بات کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں بات کرو کیونکہ تیری روح تو میری اپنی روح سے ہے اور تیری طبیعت میرے قاعدہ کن کے خلاف ہے۔ (۹/۲)

اللہ کے اسماء (نام) اور صفات مخلوق ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نام حروف کے ذریعے پیدا کیے مگر ان کی آواز نہیں ہے۔ (۱۱۲/۱ باب حدوث الاسماء)

ابو جعفر (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو تھا مگر اس کی مخلوق نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان وسیلہ کے لیے اسماء (نام) پیدا کیے تاکہ لوگ ان کے ذریعے اللہ کے حضور عاجزی کریں اور اس کی عبادت کریں یہ اللہ کا ذکر ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ تھا مگر ذکر نہ تھا لہذا اسماء و صفات دونوں مخلوقات ہیں۔ (۱۱۶/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) اللہ کے اس فرمان: ﴿الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ (۷/ الاعراف: ۱۸۰) ”اللہ کے پیارے نام ہیں ان ناموں سے اسے موسوم کرو۔“ کی تشریح میں

کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم اسماء الحسنى (پیارے نام) ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا کوئی بھی عمل ہماری معرفت کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

میں کہتا ہوں یہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں مسیح (علیہ السلام) کلمہ ہے اور کلمہ غیر مخلوق ہے لہذا مسیح غیر مخلوق ہیں شیعہ نے وہی عقیدہ اپنایا مگر الٹ کہ ائمہ اللہ کے اسماء (نام) ہیں اور نام مخلوق ہیں لہذا ائمہ مخلوق ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں عیسیٰ (علیہ السلام) کلمہ کے ذریعے پیدا ہوئے جن کا باپ نہ تھا نہ کہ وہ عین کلمہ باری تعالیٰ ہیں۔ یہاں کلمہ کی اضافت فقط عزت و توقیر کے لیے کی گئی ہے۔ اسی طرح آدم کی طرف روح کی نسبت بھی عزت و شرف کے لیے کی گئی ہے جیسا کہ (ناقلہ اللہ) اللہ کی اونٹنی قرآن میں بیان ہوا ہے۔

حسن عسکری کا کوئی وارث نہیں

کلینی حسن عسکری (علیہ السلام) کی وفات کے متعلق کہتا ہے۔ یہ لوگ وہاں رہے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔ ایک شور بلند ہوا اور یہ بات راز ہی بن گئی۔ بادشاہ نے ان کے گھر میں تلاش کرنے کے لیے کچھ لوگ بھیجے۔ انہوں نے اس کے حجرے کی تلاشی لی اور جو کچھ اس میں تھا اس کو سر بھر کر دیا۔ انہوں نے بچے کے متعلق نشانیاں اکٹھی کیں۔ وہ کچھ ایسی عورتوں کو لے کر آئے جو حمل دیکھنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ وہ عورتیں ان کی لونڈیوں کے پاس آئیں اور حمل تلاش کرنے لگیں بعض نے کہا کہ ایک لونڈی کو حمل ہے۔ اس کو حجرہ میں رہائش دی گئی۔ اسے خادم اور کچھ عورتیں اس کی حفاظت پر مامور کیے گئے۔ یہ لوگ اس لونڈی کی نگرانی کرتے رہے اور یہ لوگ میراث تقسیم کرنے سے رکے رہے۔ حتیٰ کہ واضح ہو گیا کہ اس لونڈی کو حمل نہیں ہے۔ جب واضح ہو گیا کہ لونڈی کو حمل نہیں ہے تو ان کی وراثت ان کی ماں اور ان کے بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی۔ (۵۰۵/۱)

میں کہتا ہوں: اگر یہ روایت سچ ہے تو یہ لوگ ان کا بچہ کہاں سے لے آئے ہیں۔ کلینی نے تو ان کی ولادت مؤخر طور پر ذکر کی۔ نصف شعبان دوسو و پچپن ہجری (۵۱۴/۱)

مہدی قتل کے خوف سے غائب ہو گئے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ قائم امام غائب ہو چکا ہے کہتے ہیں میں نے کہا:

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ڈرتے ہیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا (اپنے پیٹ کی طرف یعنی قتل) (۳۳۸/۱)

میں کہتا ہوں: دنیا کے کئی ممالک میں شیعوں کی حکومت قائم ہے۔ پھر شیعہ کی حکومت بھی قائم ہوئی جو ابھی تک موجود ہے۔ اس طرح فاطمی حکومت بھی قائم ہے اور شیعہ حضرات مہدی کے جلد نکل آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اب میں نہیں سمجھتا کہ وہ کہیں اسے قتل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ان کی حکومت کے باوجود ان کے پاس نہیں آتا۔ اگر وہ قتل کے خوف سے چھپا تھا تو آج ان کی حکومت ہونے کے باوجود کیوں نہیں آتا۔

پھر کیا آپ پہلے یہ بات پڑھ نہیں آئے کہ وہ اپنی اجازت سے ہی فوت ہوتا ہے اسے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ وہ کہاں فوت ہوگا۔ اور وہ غیب بھی جانتا ہے جیسا کہ کلینی نے باب قائم کیا ہے کہ ”ائمہ غیب جانتے ہیں اور خود اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔“ (۲۵۸/۱)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے؟

عمر سے روایت ہے کہ اس نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) رجبہ میں دفن ہوئے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: پھر بتائیے کہاں دفن ہیں؟ انہوں نے کہا: جب وہ فوت ہوئے تو ان کو حسن (علیہ السلام) نے اٹھایا۔ اور وہ کوفہ کے پاس آئے جو کہ نجف کے قریب ہے، الغری کے دائیں اور الحیرۃ کے بائیں ان کو ذکوات ابیض میں دفن کر دیا۔ کہتے ہیں میں بعد میں اس جگہ پر گیا مگر مجھے یہ مقام اچھی طرح یاد نہ رہا میں ان کے پاس دوبارہ آیا تو انہوں نے تین مرتبہ فرمایا: تو صحیح جگہ پر پہنچا تھا۔ (۳۵۶/۱)

عبد اللہ بن سنان سے روایت ہے کہ میرے پاس عمر بن یزید آئے اور کہا: سوار ہو جاؤ۔ میں ان کے ساتھ سوار ہو گیا۔ ہم حفص کناس کے گھر آئے میں نے اسے بھی ساتھ لیا۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ الغری مقام پر آئے اور ہم قبر کے پاس پہنچ چکے تھے انہوں نے کہا: یہ امیر المؤمنین کی قبر ہے۔ ہم نے کہا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا: میں کئی دفعہ ابو عبد اللہ کے ساتھ آیا ہوں جب وہ حیرہ تھے تو انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ یہ ان کی قبر ہے۔ (۳۵۶/۱)

ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ میں ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے ساتھ تھا جب وہ کوفہ کے پاس سے گزرے تو اتر پڑے اور دو رکعت نماز ادا کی پھر تھوڑا سا آگے بڑھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر تھوڑا سا آگے چلے اور دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا یہ امیر المؤمنین کی قبر کی جگہ ہے۔ میں نے پوچھا: میں آپ فدا ہو جاؤں! آپ نے پہلے بھی تو دو مقامات پر نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ایک جگہ پر تو حسین کا سر ہے اور دوسری جگہ پر امام قائم کا گھر ہوگا۔ (الفروع: ۵۷۲/۴)

میں کہتا ہوں ان روایات میں کس قدر اختلاف اور تناقض ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ سیدنا علی (علیہ السلام) کی قبر بلند ہے، بعض میں ہے کہ نہیں اور تمام روایات سے پتہ چلتا ہے سیدنا جعفر کے زمانے تک ان کی قبر کا علم نہ تھا۔ حتیٰ کہ کلینی کے زمانے تک یعنی چوتھی صدی ہجری تک اس قبر کا کوئی پتہ نہ تھا اور یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ قبر نجف میں نہ تھی۔ سوال یہ ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ مزید آنے والی روایات کا مطالعہ کریں۔

حسین (علیہ السلام) کا سر شام نہیں لایا گیا

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ وہ چند لوگوں کے ہمراہ سوار ہوئے حتیٰ کہ مقام ثوید سے آگے گزر گئے ہم حیرۃ اور نجف کے درمیان ذکوات بیض کے مقام پر اترے تو ابو عبد اللہ نے کہا: اٹھو اور اپنے دادا حسین (علیہ السلام) کو سلام کرو، میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! کیا وہ کربلا میں دفن نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں مگر جب ان کا سر شام لے جایا گیا تو ہمارے ایک غلام نے وہ سر چوری کر لیا تھا اور امیر المؤمنین کے پہلو میں دفن کر دیا تھا۔ (الفروع: ۵۷۲/۴)

قبر فقط چار انگلیاں بلند ہونی چاہیے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیان کرتے کہ آپ نے فرمایا: اے علی! ”مجھے یہاں پر دفن کرنا اور میری قبر زمین سے فقط چار انگلیوں کے برابر بلند کرنا۔“ (۳۵۱/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میرے باپ نے اس مقام پر مجھے الوداع کیا اور

جب ان کی وفات کا وقت آیا تھا تو انہوں نے جعفر بن محمد کو وصیت کی تھی کہ ان کی قبر چوکور اور زمین سے فقط چار انگلیوں کے برابر بلند کی جائے۔ (۱/۳۰۷)

موسیٰ کاظم نے ہارون الرشید کی اطاعت کا حکم دیا

جو خط انہوں نے یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن کو لکھا اس میں وہ خلیفہ کے خلاف خروج کرنے سے ڈرا رہے ہیں۔ کہتے ہیں: میں تمہیں خلیفہ کی نافرمانی سے ڈرا رہا ہوں اور تجھے ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی ترغیب دے رہا ہوں۔ اس سے پہلے کہ تو گرفتار کر کے ان کے سامنے پیش کر دیا جائے اپنے آپ ان کے پاس حاضر ہو کر امان (پناہ) طلب کر لو۔ اگر تو پکڑا گیا تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور خلیفہ کی خاص رحمہ لی کے علاوہ کوئی چیز تجھے بچانہ سکے گی۔ اپنے آپ کو بچاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی قربت داری کا کچھ خیال کرو۔ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کا پیر و کار ہے کیونکہ ہم یہ بات جانتے ہیں جو جھٹلاتا اور منہ پھیرتا ہے اس کے لیے عذاب ہے۔ (۱/۳۶۷)

میں کہتا ہوں: کیا امام معصوم سے ایسی بات ہو سکتی ہے جو (ایک کافر اور خلافت پر قبضہ کرنے والے) کے حق میں کہی جا رہی ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کی پناہ میں آنے کی ترغیب اور خود اس کے لیے دعا کی جا رہی ہے۔

اولاد حسن کے لیے کچھ نہیں ہے..... آخر کیوں؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے میں کتاب فاطمہ میں دیکھا کرتا تھا۔ اس کتاب میں ہر اس شخص کا نام لکھا تھا جو امامت و خلافت کا وارث بنے گا۔ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی موجود تھا مگر اس کتاب میں حسن (علیہ السلام) کی اولاد کا نام موجود نہیں تھا۔ (۱/۲۳۲)

میں کہتا ہوں کلینی جھوٹ بول رہا ہے۔ حسن (علیہ السلام) کی اولاد میں اور یس بن عبد اللہ حسن بن حسن بن علی ہیں جنہوں نے مغرب میں اُداوستہ کی حکومت کی بنیاد رکھی یہ ہارون الرشید کا ہی زمانہ تھا۔ اللہ اس بد بخت کو تباہ و برباد فرمائے۔ اس کو تاریخ کی ادنیٰ سی معلومات بھی نہیں ہیں۔

شیعہ ابو جعفر سے پہلے دین کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ شیعہ ابو جعفر (علیہ السلام) سے پہلے ایک وہی اور خیالی

مسک و مذہب کے پیروکار تھے اور دین کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے۔ وہ مناسک حج حلال و حرام اور دین کے متعلق ادنیٰ سی معلومات بھی نہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ لوگ اس کی طرف محتاج ہوئے بعد اس کے کہ وہ لوگوں کی طرف محتاج ہوئے تھے۔ (۲۰/۲)

ابوطالب کو علم غیب تھا

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے فاطمہ بنت اسد ابوطالب کے پاس آئیں تاکہ انہیں نبی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی مبارک باد دیں۔ تو ابوطالب نے کہا: کچھ عرصہ صبر کرو میں بھی تمہیں ایسی خوش خبری دوں گا۔ بس اتنی بات ہے کہ وہ نبی نہ ہوگا۔ (ایک روایت) میں ہے کہ اس کے وحی اور وزیر سے تو حاملہ ہوگی۔ (۲۵۳/۱)

اہل کتاب بھی علم غیب جانتے ہیں

نخاس سے روایت ہے جس نے اپنی لونڈی ابوالحسن الکاظم کو فروخت کی تو اس لونڈی سے رضا پیدا ہوئے، وہ کہتے ہیں میں نے اس کو مغرب (مقام) کے ایک کنارے کے پاس سے خریدا تھا۔ مجھے اہل کتاب کی ایک عورت ملی تو اس نے کہا: یہ تمہارے پاس وصیت کیسی ہے؟ میں نے کہا: میں نے اس کو اپنے لیے خریدا ہے وہ کہنے لگی۔ ایسی عورت آپ کے پاس تو نہیں ہونی چاہیے۔ یہ لونڈی تو زمین میں سب سے بہتر انسان کے پاس ہونی چاہیے پھر کہنے لگی آپ اس کے پاس زیادہ نہ ٹھہریں کیونکہ عنقریب یہ لونڈی ایک ایسے بچے کو جنم دے گی کہ اس طرح کا بچہ مشرق و مغرب میں بھی نہ ہوگا۔ (۴۷۶/۱)

میں کہتا ہوں: کلیسیا کے ہاں یہود و نصاریٰ اور ان کی عورتیں بھی علم غیب جانتی ہیں یہ عورت مسلمان کیوں نہ ہوئی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ وہ زمین میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

تیسری گواہی

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے میں اہل بیت کا پہلا فرد ہوں جس کا نام خود اللہ نے لیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا تو ایک منادی کرنے والے نے آواز لگائی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ (۳ مرتبہ) وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ (تین مرتبہ) اَشْهَدُ اَنْ عَلِيًّا

امیر المؤمنین حقاً (تین مرتبہ) (۴۴۱/۱)

میں کہتا ہوں: اگر یہ سچ ہے تو یہ تیسری شہادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں چھپالی اور اذان میں اس کا اعلان کیوں نہیں کروایا اور جب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے ایسا کیوں نہ کیا؟ ✽
یوسف علیہ السلام کی قمیص

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا: کیا تمہیں پتہ ہے یوسف (علیہ السلام) کی قمیص کہاں تھی؟ کہتے ہیں میں نے کہا: نہیں؟ انہوں نے کہا: جب ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے آگ جلائی گئی تو جبرائیل جنت سے یہ قمیص لائے اور ابراہیم علیہ السلام کو پہنا دی تو انہیں گرمی سردی کا کوئی احساس نہ ہوا۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اس قمیص کا تعویذ بنا کر اسحاق کی گردن میں ڈال دیا۔ اسحاق نے یعقوب کی گردن میں ڈال دیا۔ جب یوسف پیدا ہوئے۔ تو یعقوب نے ان کے بازو پر باندھ دی حتیٰ کہ جو ہوا سو ہوا۔ جب یوسف نے مصر میں اس کو تعویذ سے نکالا تو اس کی خوشبو یعقوب تک پہنچ گئی۔ لہذا یہ وہ قمیص ہیں۔ جسے اللہ نے جنت سے نازل کیا ہے۔ (۲۳۲/۱)

میں کہتا ہوں کہ شاید یہ علمی مسکین نہیں جانتا کہ قمیص ایک نہیں بلکہ کئی ہے جو کہ اس نے ایک ہی تصویر کی ہے۔ یہ کس قمیص کے متعلق بات کر رہا ہے؟

عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا ترک کرنا

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جو نبی بھی موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد آیا اس نے توراۃ کی تعلیم کو اپنایا اور وہی شریعت اور راستہ اختیار کیا حتیٰ کہ مسیح (علیہ السلام) انجیل لے کر آئے، انہوں نے موسیٰ کی شریعت کو ترک کر دیا تھا جو نبی بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو اپنایا حتیٰ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے وہ قرآن اور اپنی شریعت لے کر آئے۔ (۱۷/۲)

✽ مزید یہ بھی دیکھئے کہ محمد بن علی بن بابویہ قمی الملقب الصدوق اپنی کتاب (فقیہ من لا یحضرہ العقیقہ ج ۱، ص: ۱۸۸-۱۸۹) میں کہتا ہے المفوہ (فرقہ کا نام) پر اللہ لعنت کرے کہ انہوں نے اخبار میں جھوٹے الفاظ کا اضافہ کر لیا۔ اشہد ان علیاً ولی اللہ ۲ مرتبہ۔ کسی نے اشہد ان علیاً امیر المؤمنین حقاً ۲ مرتبہ۔ یہ بات بیان کر کے وہ المفوہ کا رد کرنا چاہتا ہے مگر شیعہ کے اضافہ کو کیا کہیں گے؟ کیونکہ حاشیہ میں ہے کہ المفوہ گمراہ فرقہ ہے۔

میں کہتا ہوں عیسیٰ (علیہ السلام) تورات کی تصدیق اور اس کی تکمیل کے لیے آئے تھے اور موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت کی تائید کے لیے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَتَّبِعُنِي أَتَىٰ يَلِ إِلَهِ رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مَصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾

(٦١/ الصف: ٦)

”جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے جو توراۃ میں ہے اس کی تصدیق کرنے والا اور ایک ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ جب وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا۔ تو انہوں نے کہا یہ تو واضح جادو ہے۔“

اور فرمایا:

﴿قُلْ يَا هَلَالِ الْكِتَابِ لَسْتُ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُفَيْمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ (٥/ المائدہ: ٦٨)

”کہہ دیجیے اے اہل کتاب! تم کسی چیز پہ نہیں ہو حتیٰ کہ تم توراۃ اور انجیل کو اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے قائم نہ کرو۔“

یہ تو ایک نکتہ ہے اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تک کوئی نبی آیا ہی نہیں تو پھر یہ فحش اغلاط ایک امام کی طرف کیسے منسوب کی جاسکتی ہیں۔

گردی جن ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اپنی بہنوں بیٹیوں کے نکاح گردوں سے نہ کرو یہ تو

جنوں کی ایک قسم میں سے ہیں جن کا پردہ ختم کر دیا گیا (ظاہر ہو گئے) (القرو: ٥/ ٣٧٥)

زنجی جلی بھنی مخلوق

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے زنجی لوگوں سے نکاح نہ کیا کرو یہ تو ایک جلی بھنی

مخلوق ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

پندرھویں فصل

اخلاق و عادات اسی طرح ہی تباہ ہوئے

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو ثواب اور عقاب (سزا) رغبت اور رہبت (ڈرانا) کے توازن پر پیدا کیا یعنی رجا (امید) اور خوف برابر برابر ہیں اگر ان میں سے ایک دوسرے پر دوڑے تو خلل واقع ہوا۔

مگر کلینی نے اس قانون کی خوب دھجیاں اڑادی ہیں۔ اس نے ثواب اور امیر کے پہلو کو غالب کر دیا اس کی باتوں کو پڑھ کر ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جنت میں جانے کے لیے اعمال کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یعنی انسان جو مرضی جرائم کرتا رہے اور اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کو توڑتا رہے۔ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ انہوں نے ائمہ کی زبانی ایسی جھوٹی اور باطل احادیث گھڑی ہیں کہ جس سے لوگوں کا اخلاق بھی خراب ہوا اور زمین میں فساد بھی پھیل گیا۔ اور ان کی دین و دنیا تباہ و برباد ہو گئی۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

ایمان فقط امام پر اعتقاد کا نام ہے عمل کی ضرورت نہیں

نصرانیت کی تاریخ میں یہ بات معروف ہے کہ بولس Bolas یہودی نے دین نصرانیت میں تحریف (تبدیلی) کر ڈالی۔ اس نے یہ بات (مخلص) کے واسطے سے داخل کی اور اس نے یہ فکر پروان چڑھائی کہ اللہ کے ہاں نجات عمل کے ذریعے ممکن نہیں ہے، فقط (مخلص) پر ایمان ضروری ہے اور (مخلص) سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی تو اس اطمینان کے ساتھ گناہ کرتا رہ کہ عیسیٰ علیہ السلام تجھے آگ سے خلاصی دلا دیں گے اس لیے تو ان کا نام (مخلص) رکھا۔ یہ دین فقط ایک فکر اور سوچ کی شکل اختیار کر گیا جس کے کچھ بھی معافی نہ تھے یعنی اس کا دین عمل اور پیروی سے کوئی تعلق نہیں۔

کلینی اور اس کے آبا و اجداد پر یہ آیت کریمہ صادق آئی ہے: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (٦١ / الصف: ٨)

”یہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے

والا ہے، اگرچہ کافر ناپسند کریں۔“

نصرانیوں کا عقیدہ فدا

عیسائیوں (نصرانیوں) کا جو عقیدہ (مخلص) بیان ہوا ہے یہی شیعہ کا عقیدہ ہے۔ ابوالحسن روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ شیعہ پر غضبناک ہوا تو مجھے اختیار دیا کہ اپنے آپ کو بچالو یا شیعہ کو، میں نے اللہ کی قسم! اپنا آپ قربان کر کے ان کو بچالیا ہے۔ (۲۶۰/۱)

مخلص

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان کو عذاب میں مبتلا کر دوں گا جس نے ظالم امام کی امامت و ولایت کا اقرار کیا اور اس کا دین اختیار کیا اگرچہ ان کے اعمال اچھے ہوں۔ اور میں ہر اس مسلمان کو معاف کر دوں گا جس نے عادل امام کی ولایت کا اقرار کیا اور اس کا دین اختیار کیا اگرچہ ان کے اعمال برے اور وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ (۳۷۶/۱)

تمہارا کیا خیال ہے

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا پابند بنایا۔ پوری کوشش کی مگر اس کا امام نہ تھا تو اس کی ساری کوشش بیکار ہے، وہ گمراہ ہے، اگر وہ اس حال میں مر گیا تو وہ کفر و نفاق کی موت مرے گا۔ (۳۷۵/۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دینے سے نہیں شرماتا جو کسی ایسے امام کی ولایت کا اقرار کریں جو اللہ کی طرف سے مقرر نہیں ہے چاہے ان کے اعمال کتنے ہی بہترین اور نیکی والے کیوں نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دینے سے بہت ہی شرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کی ولایت کا اقرار کریں اگرچہ ان کے اعمال کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں؟ (۳۷۶/۱)

ابوعبداللہ بن یعفور سے روایت ہے میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے کہا: میں لوگوں کے ساتھ ملتا جلتا رہتا ہوں اور میرا تعجب اس وقت بڑھ جاتا ہے جب وہ آپ کی ولایت سے

وابستہ نہیں ہوتے فلاں فلاں ❁ سے ہوتے ہیں جبکہ وہ صاحب امانت، صاحب وقار اور سچے لوگ ہوتے ہیں اور کچھ لوگ آپ لوگوں کی ولایت کا اقرار کرتے ہیں مگر وہ نہ ہی تو صاحب امانت ہوتے ہیں نہ ہی صاحب وقار نہ ہی وہ سچے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں ابو عبد اللہ سید مہی ہو کر بیٹھ گئے اور میری طرف غضبناک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فرمایا: جس نے عالم امام کی ولایت کا اقرار کیا اس کا کوئی دین نہیں۔ وہ امام جو اللہ کی طرف سے مقرر نہیں اور اس پر کوئی سزا اور سرنش نہیں، جس نے عادل نام کی ولایت کا اقرار اور پیروی کی۔ میں نے پوچھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کا دین کوئی نہیں اور ان کو سرنش کوئی نہیں یہ کیسی بات ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان کا کوئی دین نہیں اور ان کو کوئی سرنش نہیں ہے، کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَلِىُّ الْاٰدِیْنَ اٰمَنُوْا بِخَبْرِ جُھُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلٰی النُّوْرِ﴾ (البقرہ: ۲۷۵) ”اللہ ایمان والوں کا دوست ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔“ کہنے لگے یعنی گناہوں کے اندھیروں سے نکال کر توبہ، مغفرت اور ولایت ائمہ جو کہ عادل ہیں کی طرف نکالتا ہے اور پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَوَّلَیٰئِهِمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلٰی الظُّلُمٰتِ﴾ (البقرہ: ۲۵۷) ”اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں وہ ان کو روشنی سے اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔“ کہا یعنی اللہ نے کافروں کے ساتھ ان پر بھی آگ واجب کر دی ہے۔ (۳۷۵/۱)

میں کہتا ہوں اگر میں اس خیالی مکالمہ کے وقت حاضر ہوتا تو کہتا ان لوگوں کے ہاں صدق و امانت اور اخلاص اس لیے تھا کہ وہ (مخلص) پر ایمان نہ رکھتے تھے اور ان لوگوں کے پاس صدق و امانت اور اخلاص اس لیے نہیں کہ یہ (مخلص) پر ایمان رکھتے تھے اس لیے اللہ فرماتے ہیں: ﴿صَلِّ سَعِیْہُمْ فِی الْحَیْوَۃِ الدُّنْیَا وَہُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ (السکھف: ۱۰۴) ”دنیا کی زندگی میں ان کی کوشش بیکار ہو گئی اور وہ گمان کرتے ہیں وہ اچھا کر رہے ہیں۔“

شیعہ ان علی کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ نے مجھے مٹی

میں میری امت کی شبیہ دکھائی اور اللہ نے مجھے اس طرح سب کے اسماء (نام) سکھلائے جس طرح آدم کو سکھلائے تھے۔ جب بھی میرے سامنے سے جہنذوں والے گروہ گزرے تو میں نے علی اور ان کے شیعہ کے لیے اللہ سے استغفار طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ شیعہ کے متعلق ایک امتیاز کا وعدہ کیا ہے۔ ”کہا گیا اللہ کے رسول (ﷺ) وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ”مغفرت! ہر چھوٹا اور بڑا گناہ معاف ہونے کا وعدہ جو بھی ان میں سے ایمان لایا اور ان کے تمام گناہ نیکوں میں بدل دیے جائیں گے۔ (۴۳۴/۱)

شیعہ کے گناہ دوسروں کی نیکیوں سے اچھے ہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین اپنے خطبہ میں اکثر یہ کہا کرتے تھے: اے لوگو! اپنے دین کو مضبوطی سے تھام لو تمہاری خطائیں اور گناہ بھی دوسروں کی نیکیوں سے بہتر ہیں۔ تمہارے دین میں غلطیاں بھی معاف ہیں اور تمہارے علاوہ لوگوں کی نیکیاں بھی قابل قبول نہیں ہیں۔ (۴۶۴/۲)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے عمل ایمان کے ساتھ نقصان دہ نہیں ہے اور کفر کے ساتھ عمل فائدہ مند نہیں ہے۔ (۴۶۴/۲)

رضا (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ پوشیدہ غلطی معاف ہے۔ (۴۲۸/۲)

یومیہ چالیس کبیرہ گناہ خطرناک نہیں

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: اگر کوئی مومن ایک دن اور ایک رات میں چالیس کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے اور پھر یہ دعا پڑھے: ”استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحی القيوم بدیع السموات والأرض ذو الجلال والإکرام وأسأله أن یصلی علی محمد وأن یتوب علی“ تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ ہاں! اگر ایک دن اور ایک رات میں اگر کوئی چالیس سے زیادہ گناہ کبیرہ کرے تو اس بندے میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں۔ (۴۳۸-۴۳۹)

اے قاری! غور کرو

اگر انسان روزانہ کھانے پینے، آرام کرنے، قضائے حاجت اور اپنی ڈیوٹی دینے کا قائم

شمار کرے۔ اگرچہ وہ نماز نہ ہی پڑھتا ہو، تو کیا اس کے پاس اتنا وقت ہوگا کہ روزانہ چالیس گناہ کر سکے۔ ہم اس مخلوق کا کیا نام رکھیں جو اس قدر جرأت اور اس تیزی کے ساتھ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے خوش ہے اور روزانہ اپنے رب کے پاس چالیس کبیرہ گناہ بھیج کر بھی مومن ہے، یہ کوئی وحشی مجرموں کی قوم ہے یا پھر یہ کون ہیں؟ کون ہے جو اپنی عمر اس طرح کے اندھیروں میں گزار دے؟ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں گناہ غیر محدود ہیں۔ یعنی اگر وہ اپنی ماں، بہن بیٹی وغیرہ سے منہ کالا کرے، شراب پی لے، چوری، قتل، ڈاکہ اور تہمت لگانے جیسے عمل میں شریک رہے اور پھر یہ نام نہاد (مومن) فقط ایک لمحہ کے لیے نادم ہو اور مذکورہ کلمات ادا کر لے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بس شرط یہ ہے کہ امام کی ولایت کا اقرار کرنے والا ہو مگر میرا سوال یہ ہے کہ ایک انسان کس طرح ایک دن میں چالیس کبیرہ گناہ کر سکتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ سے تو بالاتر ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ کب نادم ہو، ہر گناہ کے بعد یا پھر تمام گناہ کرنے کے بعد آخر میں نادم ہو۔

دیکھو یہ لوگ کس طرح لوگوں کے اسحاق خراب کر رہے ہیں اور معاشرے کو کس طرح بگاڑ رہے ہیں اور کس طرح اس تمام فساد کو امام کی طرف منسوب کر رہے ہیں ان کے نزدیک جب کلام یا روایت امام کی طرف منسوب کر دی تو بس بات ختم ہوگئی، اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

مزید خرافات کا مطالعہ کیجئے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے جس شخص نے ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ سو مرتبہ پڑھی اس کے پچیس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، سوائے خون (قتل) اور اموال کے۔ اور جس نے اسے چار سو دفعہ پڑھا اس کے لیے چار سو شہداء کا اجر ہے جن کی رگیں کاٹ دی گئیں اور خون بہایا گیا اور جس نے رات دن میں ہزار مرتبہ پڑھا تو وہ اپنا ٹھکانا جنت میں دیکھنے سے پہلے فوت نہیں ہو سکتا۔ (۶۱۹/۲-۶۲۰)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جس نے سورہ فاتحہ اور آیت کریمہ ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ﴿ اور آیہ الکرسی آیہ الملک پڑھی تو اللہ فرماتا ہے: میں نے تم کو تمام گناہوں سمیت قبول کر لیا ہے۔ (۶۲۰/۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: جس نے بستر پر لیٹے ہوئے ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ سو مرتبہ پڑھ لی تو اللہ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ❀

سولہویں فصل

اخلاقی اور جنسی خرافات

عورتوں کی محبت

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جو شخص جس قدر ایمان میں زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے اسی طرح عورتوں کی محبت میں بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ (۳۲۰/۵)

امام کا عورتوں کے ساتھ مشغول ہونا

عقبہ بن خالد سے روایت ہے کہ میں ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس آیا وہ کافی دیر کے بعد میرے پاس آئے اور کہا: ہمیں آپ سے عورتوں نے مشغول رکھا۔ (۳۲۲/۵)

عورتوں کے اوصاف کے متعلق غیر اخلاقی گفتگو

ابو الحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے موٹی سرین والی عورتوں سے شادی کرو زیادہ بچے جنسی ہیں۔ (۳۳۳/۵)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ گندمی رنگ، موٹی آنکھوں والی، چوڑے سینے والی، ابھرے ہوئے پستانوں والی عورت سے شادی کرو اگر تمہیں پسند نہ ہو تو اس کا حق مہر میرے ذمے رہا۔ (۳۳۵/۵) (یعنی میرے قبضے میں آجائے گی)

ابو الحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک عورت کی شکایت پر اس کے خاندان کے متعلق فرما رہے تھے۔ کیا اسے پتہ نہیں ہے اسے تیرے پاس آنے کا کس قدر ثواب ہے؟ اس عورت نے کہا: کتنا ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ تیرے پاس آتا ہے تو اسے دو فرشتے حفاظت میں لے لیتے ہیں اور وہ ایسے ہے جیسے اپنی تلوار کو اللہ کے راستے میں سونٹے ہوئے ہیں جب وہ تجھ سے جماع کرتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گر جاتے ہیں۔ جیسے خشک درخت کے پتے گرتے ہیں اور جب وہ غسل کر لیتا ہے تو گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ (۳۹۱/۵)

مقام پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استہزاء

ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ نبی (ﷺ) جب کسی عورت کے ساتھ شادی کا ارادہ کرتے تو کسی عورت کو بھیجتے اور کہتے: اس کی بغلیں اٹھا کر سونگھنا اگر بغلوں میں خوشبو ہوگی تو پسینہ بھی بہتر ہوگا اور اس کا ٹخنہ دیکھو اگر گوشت سے بھرا ہوا ہوگا تو اس کی شرمگاہ بھی بڑی ہوگی۔ (۳۵/۵)

نبی (ﷺ) کے متعلق اگر ان کا خیال یہ ہے تو عام لوگوں کے متعلق کیا ہوگا؟ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں ایک آدمی نبی (ﷺ) کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میرا ذکر (شرمگاہ) عام لوگوں سے کہیں بڑا ہے، کیا میں اپنی اونٹنی اور گدھی کے ساتھ جماع کر سکتا ہوں کیونکہ عورت مجھ کو برداشت نہیں کر سکتی؟ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: اگر اللہ نے تجھے اس طرح پیدا کیا ہے تو یقیناً تیرے مد مقابل تیرے جیسی عورت بھی پیدا کی ہو گی۔ وہ چلا گیا۔ دوبارہ آیا اور پہلے جیسی بات کی۔ رسول اللہ (ﷺ) نے پوچھا: کیا تجھے غلاں کالی لمبی گردن والی عورت کا پتہ نہیں ہے؟ وہ چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے اس عورت کو تلاش کیا اور میں نے اس کے ہاں بھی یہی صورت حال پائی جو میرے ساتھ ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ (۳۳۶/۵)

حسن بن علی (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ”اپنی حاملہ عورتوں کو خوب دودھ پلایا کرو اگر وہ بیٹی پیدا کریں گی تو ان کی سرین بڑی ہوگی اور وہ خاوند سے صحیح سکون حاصل کرے گی۔“ (۲۳/۶)

نبی (ﷺ) غمگین ہیں مگر کیوں؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے، ایک نبی نے اللہ عز و جل سے اپنی کمزوری اور قلت جماع کی شکایت کی تو اللہ نے ان کو ہر سہ کھانے کا حکم دیا۔ (۳۲۰/۶)

گاجر ذکر کو طاق توڑ کرتی ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جو گاجر کھائے گا اس کے خصیتیں گرم ہونگے اور ذکر

طاقتور ہوگا۔ جبکہ بعض روایات میں ہے ذکر کھڑا ہوگا۔ (۳۷۲/۶)

امام جنسی ادویات کا ماہر

علی بن جعفر سے روایت ہے کہ ابوالحسن (علیہ السلام) موسیٰ ہلبی (تیل) اور سخت گرم زنبق (جمیلی کا تیل) استعمال کرتے تھے اور کہا رضا (علیہ السلام) بھی استعمال کرتے۔ میں نے علی بن جعفر سے کہا: وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے یہ بات کئی اطباء سے پوچھی تو انہوں نے کہا یہ جماع کے لیے بہترین ہے۔ (۵۲۳/۶)

باقر لوگوں کے سامنے حمام میں بغیر کپڑوں کے

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ حمام میں بغیر تہہ بند کے داخل نہ ہو، وہ کہتے ہیں جب وہ حمام میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے بدن پر تیل کی مالش کی اور اپنا تہہ بند اتار دیا ان کے غلام نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ تو ہمیں وصیت کرتے ہیں کہ بغیر تہہ بند کے ہم حمام میں داخل نہ ہوں جبکہ آپ نے اپنا تہہ بند اتار دیا ہے تو انہوں نے کہا: کیا تجھے علم نہیں کہ نورہ (تیل کی مالش) شرمگاہ کو ڈھانپ لیتی ہے۔ (۵۰۳/۶)

محمد بن علی بن حسین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ وہ حمام میں داخل ہوئے اور زیر ناف تیل سے مالش کرتے پھر اپنے ذکر کے گرد کپڑا لپیٹ کر مجھے بلاتے اور میں ان کے سارے بدن کی مالش کرتا۔ ایک دن میں نے کہا: آپ جس چیز کو دکھانے سے کراہت کرتے تھے وہ تو میں نے دیکھ لی۔ انہوں نے کہا: کیا تجھے پتہ نہیں ہے کہ مالش پردہ ہے؟ (۳۹۷/۶)

امام کا نام استعمال کر کے عریانی کی دعوت

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے شرمگاہیں دو ہیں: قبل (اگلی) ذبر (پچھلی)۔ ذبر جو ہے وہ تو دو (کولہوں سرینوں) سے ڈھکی ہوئی ہے جب تو اپنے ذکر اور خصیوں کو چھپالے تو تو نے شرمگاہ کو چھپا لیا۔ ایک روایت میں ہے ذبر کو تو دوسرینوں نے چھپا رکھا ہے اور قبل کو تو اپنے ہاتھ سے چھپا لے۔ (الفروع ۵۰۱/۶)

کافر عورتوں کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: کافر عورتوں کی شرمگاہ دیکھنا ایسے ہی جائز ہے جیسے گدھے کی شرمگاہ دیکھنا ہے۔ (۵۰۱/۶)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ کافروں کی شرمگاہ دیکھنا جائز ہے لہذا جو ان بد بختوں نے فحش اور جنسی فلمیں بنائی ہیں ان کو دیکھنا جائز ہے۔ غور کیجئے یہ کیسا فتویٰ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُرِيدُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهْوَاتِ اَنْ يُجِئِلُوْا مِثْلًا عَظِيْمًا﴾ (۴/ النساء: ۲۷) ”اللہ تو تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ شہوات کی پیروی کرتے ہیں وہ راہ سے بالکل ہٹنا چاہتے ہیں۔“

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اہل ذمہ کی عورتوں کے ہاتھ، پاؤں اور شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (الفروع: ۵/۵۲۳)

اور ان سے ہی روایت ہے کہ اہل تہامہ بدوی سیاہ رنگ اور اپانچ مرد و عورتوں کے بال وغیرہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ انہیں جب کسی کام سے روکا جاتا ہے تو وہ رکنے والے نہیں ہیں۔ اور کہا: مجنون اور نیم پاگل عورت کے بال اور پورا جسم دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں مسلسل (جان بوجھ کر) نہ دیکھا جائے۔ (الفروع: ۵/۵۳۲)

میں کہتا ہوں یہ شرط کے جان بوجھ کر مسلسل نہ دیکھے بے فائدہ ہے کیونکہ اچانک نظر کا حکم ہر عورت کے متعلق عام ہے جب انسان جان بوجھ کر ایسا نہ کرے یہاں اس حکم کو بعض مخصوص عورتوں کے ساتھ ایسا کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔ یہ روایت پڑھیں اور مذکورہ شرط پر غور کریں۔

خوبصورت عورت کو دیکھنا جائز ہے

علی بن سوید کہتے ہیں میں نے ابو الحسن (علیہ السلام) سے کہا: میں خوبصورت عورتوں کو دیکھنے کے مرض میں مبتلا ہوں اور یہ مجھے بہت پسند ہے۔ انہوں نے کہا: اے علی! اگر اللہ تجھ میں صدق (سچائی) دیکھے گا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (الفروع: ۵/۵۳۲)

عورت کی توہین کی بعض صورتیں

عورت کی دبر حلال ہے

باب (عورتوں کی دبر کا بیان) صفوان بن یحییٰ سے روایت ہے کہ ہم نے رضا (علیہ السلام) سے پوچھا: آپ کے ایک قریبی نے مجھے ایک مسئلہ پوچھنے کا کہا ہے مگر میں آپ سے ڈر رہا ہوں اور شرم بھی رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: بتاؤ کیا ہے؟ میں نے کہا: اگر آدمی اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے تو کیا ہے۔ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تو بھی ایسا کرتا ہے انہوں نے کہا: نہیں میں تو ایسا نہیں کرتا۔ (۵۴۰/۱)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا کیا عورتوں کی دبر میں جماع کیا جاسکتا ہے تو انہوں نے کہا: ویسے تو یہ تیرے لیے کھیلنے کی جگہ ہے مگر بس اتنا ہے کہ ان کو تکلیف نہ دو۔ (۵۴۰/۵)

دو عورتوں کے درمیان سونا صحیح ہے

ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ دو لونڈیوں اور دو عورتوں کے درمیان سونا صحیح ہے کیونکہ تمہاری خواتین تمہارے لیے کھلونا ہیں۔ (۵۶۰/۵)

عورتوں کو تعلیم نہ دو

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے عورتوں کو تعلیمی مقامات پر نہ بھیجو اور انہیں لکھنا پڑھنا نہ سکھلاؤ انہیں تکلہ (چرخہ چلاتا) سکھلاؤ اور سورۃ نور پڑھاؤ۔ (۵۱۶/۵)

عورتوں کو سورۃ یوسف نہ پڑھاؤ

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے اپنی عورتوں کو سورۃ یوسف نہ پڑھاؤ کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہوگا۔ انہیں سورۃ نور پڑھاؤ اس میں نصیحت ہے۔ (۵۱۶/۵)

انصاف سے کام کیوں نہیں لیتے ہو

(اب ذرا دوسرا رخ دیکھو) ابوالحسن (علیہ السلام) سے پوچھا گیا کیا عورت کی قبل (شرمگاہ) کا بوسہ لیا جاسکتا ہے انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ (۵۴۰/۵)

ابوحزہ کہتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے سوال کیا: جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کر رہا ہو تو کیا اپنی بیوی کی شرمگاہ کو دیکھ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ (۳۹۲/۵)

مگر قیامت کرتا ہے کہ اگر عورت کی شرمگاہ کو دیکھا تو اندھے ہو جاؤ گے اور یہ روایت اشرف المخلق محمد (مناشیہ) کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کر رہے تھے۔ پھر یہ بھی کہ جماع کے وقت بات نہ کرو ورنہ بچہ گونگا پیدا ہوگا۔ اور یہ کہ جماع کے وقت شرمگاہ کو نہ دیکھو اس سے اندھا پن پیدا ہوتا ہے یا بچہ اندھا پیدا ہوتا ہے۔

(فقہ من لا یحضرہ الفقیہ: ۳/۳۵۹)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے سوال ہوا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو عریاں حالت میں دیکھتا ہے؟ کہا: کوئی حرج نہیں، یہ تولدت ہے۔ (الفرع: ۵/۳۹۷)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ شرمگاہ کو روشنی میں نہ دیکھو ورنہ وہ فسق و فجور کی عادی ہوں گی۔ (۵۲۶/۵)

ہاشمی اور قریشی خواتین کی توہین

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کو ایک آدمی نے بتایا کہ قریشی و ہاشمی خواتین اونٹ پر سوار ہوتے وقت غلام کے سر پر ہاتھ رکھتی ہیں اور اس کی گردن پر کہنی رکھتی ہیں تو ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: اے بیٹے! کیا تو قرآن نہیں پڑھتا کہ:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْھِمْ فِیْ اَبْنَائِھِمْ وَلَا اَبْنَائِھِمْ وَلَا اِخْوَانِھِمْ وَلَا اِخْوَانِھِمْ وَلَا اَبْنَاءِ اِخْوَانِھِمْ وَلَا نِسَائِھِمْ وَلَا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ﴾

(۳۳/ الاحزاب: ۵۵)

پھر کہا: اے بیٹے! اگر کالا غلام ہاشمی قریشی عورت کے بال اور پنڈلی وغیرہ دیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۵۳۱/۳)

ابو الحسن رضا (امام) کی بیٹیاں

محمد بن اسماعیل سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن رضا (علیہ السلام) سے پوچھا کہ کیا حراز عورتیں خصیان مردوں سے مطمئن ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ حسن (علیہ السلام) کی بیٹیوں کے پاس جاتے تھے مگر وہ مطمئن نہ ہوتی تھیں۔ (۳۲۳/۵)

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی بیٹیوں کی توہین

زرارہ سے روایت ہے کہ اس نے ابو جعفر (علیہ السلام) سے غیر شیعہ میں شادی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی تو شادی کی ہے اور نوح اور لوط کی بیویوں کا معاملہ بھی واضح ہے۔ میں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرا معاملہ ایک جیسا نہیں ہے۔ وہ عورت (عائشہ رضی اللہ عنہا) مراد لے رہا ہے (تو ان کی لونڈی تھی۔ وہ ان کے حکم اور شریعت کا اقرار کرتی تھی پھر انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس قول میں خیانت کا کیا مطلب ہے: ﴿فَخَانَتْهُمْ﴾ اس سے مراد تو فاشی ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فلاں (یہ خبیث عثمان رضی اللہ عنہ) مراد لے رہا ہے) سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی۔ (۴۰۲/۲)

یہ خبیث اس سے زیادہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں اور کیا بھونک سکتا ہے؟

میں کہتا ہوں کلینی اور گستاخ رسول سلمان رشدی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ولی اور گواہوں کے بعد شادی

میسرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: میں اگر کسی عورت کو جنگل بیابان میں ملوں جہاں کوئی نہ ہو اور اس سے پوچھوں کہ تو شادی شدہ ہے؟ اور وہ کہے نہیں۔ تو کیا میں اسی جگہ اس سے شادی کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ اپنے نفس کا صدقہ کرنے والی ہے۔ (۳۹۲/۴)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ وہ عورت جو جوان ہے، پاگل اور لونڈی نہیں تو اس کی شادی ولی کے بغیر جائز ہے۔ (۳۹۱/۵)

غلام کی بیوی سے صحبت جائز ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں جب کوئی اپنے غلام سے اپنی لونڈی کی شادی

کر دادے پھر اسے اس کی خواہش ہو تو اس کے ساتھ تو صحبت کا حق رکھتا ہے وہ اپنے غلام کو کہے گا اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور جب اسے ماہواری شروع ہو جائے تو اسے جب چاہے لوٹا سکتا ہے۔ (۴۷۱/۵)

کیا کبھی آپ نے اس سے بڑھ کر حیوانیت والا فتویٰ سنا ہے؟
ابو جعفر سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے غلام کو جس کے عقد میں اس کی لونڈی ہو تو اسے کہہ سکتا ہے اس سے الگ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ پھر وہ اس کو اپنے پاس روکے رکھے حتیٰ کہ اسے ماہواری شروع ہو جائے اور جب ایام شروع ہو جائیں تو اسے اپنے غلام کے پاس لوٹا سکتا ہے اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ (۴۸۱/۵)

شرمگاہیں ادھار پر

ابو العباس الباقی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابو عبد اللہ سے پوچھا، جبکہ ہم ان کے پاس بیٹھے تھے کہ کیا لونڈی چند دنوں کے لیے ادھار لی جاسکتی ہے انہوں نے کہا: حرام ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا: اپنے بھائی کی لونڈی ادھار لے لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۴۶۸/۵)

ابو بکر الحضری کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: میری بیوی کی لونڈی میرے لیے حلال ہے؟ انہوں نے کہا: اس سے نکاح کر لو۔ میں نے کہا: میں اسے بیچ سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: نہیں تمہارے لیے وہ حلال ہے۔ (حوالہ سابقہ)

مسک الختام: متعہ کا بیان

یہ بات مسلم ہے کہ عورت اپنے نفس اور عقل کا مکمل احترام کرتی ہے وہ قطعاً یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ ایسا سستا سامان بن جائے کہ اسے جو چاہے جیسے چاہے خریدنا رہے۔ اس کی انسانیت اور شرف و مرتبہ کا خیال کیے بغیر اسے لذت حاصل کرنے کے لیے استعمال کر لے اور جب چاہے چھوڑ دے۔ جنسی تعلقات کی ایک قسم جسے شیعہ (متعہ) کہتے ہیں وہ ایسی ہی زیادتی اور بیماری کا نام ہے۔

نہ ولی نہ گواہ

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ (عورتوں سے متعہ) کے تحت کہتے ہیں: جس عورت سے چاہو بغیر ولی اور بغیر گواہوں کے شادی کرو۔ (۳۵۱/۵)

مہر متعہ کی ادنی مقدار

أحول کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے کہا: متعہ کے نکاح کے لیے مہر کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جو کی ایک مٹھی۔ ایک روایت میں ہے۔ ایک درہم یا اس سے کچھ زیادہ۔ (۳۵۷/۵)

ایک روایت میں ہے: سواک۔

کنواری سے تمتع

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ کنواری لڑکی سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں یہ ہے کہ اس کے گھر والوں کو لوگ طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنائیں۔ (۳۶۲/۵)

سوچئے: ایک آدمی نو جوان کنواری لڑکی کے پاس آتا ہے اور اس کے کپڑے اتار کر جماع کے علاوہ اس کے ساتھ سب کچھ کرتا ہے اس عورت کا مستقبل کیا ہوگا وہ کس راستے پر چلے گی اور کیا کوئی اپنی بیٹی کے لیے یہ بے غیرتی پسند کر سکتا ہے؟

واضح زنا، جس کا نام متعہ ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے ایک عورت عمر کے پاس آئی میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کیجئے۔ انہوں نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ اس بات کی خبر امیر المؤمنین کو دی گئی تو انہوں نے پوچھا: تو نے کیسے زنا کیا ہے؟ اس نے کہا: ایک جنگل سے گزر رہی تھی اور مجھے شدید پیاس لگی ہوئی تھی میں نے ایک آدمی سے پانی مانگا تو اس نے انکار کر دیا اور اپنی خواہش پوری کرنے کی شرط پر پانی دینے کا وعدہ کیا جب مجھ سے پیاس برداشت نہ ہوئی تو میں نے اپنا آپ اس کے سپرد کر دیا امیر المؤمنین نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! یہ تو شادی ہے (نکاح ہے) (۴۶۷/۵) ابو جعفر اپنی عورتوں کے لیے متعہ پسند نہ کرتے تھے

ابو عبد اللہ بن عمر اللیثی بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر (علیہ السلام) کے پاس ایک آدمی آیا اور نکاح متعہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کے لیے جائز قرار دیا۔ اس نے پوچھا: کیا آپ اپنی بیٹی اور اپنے چچا کی بیٹیوں کے متعلق اسے جائز سمجھتے ہیں تو انہوں نے اس آدمی سے اپنا چہرہ موڑ لیا اور کچھ نہ بولے کیونکہ ان کے گھر کی عورتوں کا ذکر تھا۔ (۴۴۹/۵) جعفر اس سے منع کرتے تھے

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سنا وہ متعہ کے متعلق فرما رہے تھے: اس کو چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے کوئی عورت کی شرمگاہ دیکھتا ہے پھر اسے اپنے نیک بھائیوں اور دوستوں کی طرف لے جاتا ہے۔ (۴۵۳/۵) تمتع اور استغفار

سنائے سے روایت ہے کہ میں نے ان سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا کہ میں نے اس کے پاس لونڈی کو تمتع کے لیے بھیجا مگر فقط تمتع کی شرط لگانا بھول گیا اور اس آدمی نے لونڈی سے جماع کر لیا کیا اس پر زنا کی حد لگے گی۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ آئندہ نکاح کے بعد فائدہ اٹھائے اور جو ہوا اس پر استغفار کرے۔ (۴۶۶/۵)

پاکیزگی کا معیار

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی ایک عورت سے ایک دفعہ جماع کی شرط

پر متعہ کرتا ہے تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں بس جب جماع سے فارغ ہوا تو اپنا چہرا پھیر لے اور اس کو نہ دیکھے۔ (۴۶۰/۵)

فحش گوئی باعث سکون

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میں نے ان سے کہا: ایک آدمی ایک عورت کے پاس گیا اور کہا کہ وہ اپنی شادی خود اس سے کر دے۔ عورت نے کہا: میں نے اپنی شادی تجھ سے کی کہ تو جو مجھ سے چاہتا ہے وہ کچھ کرے۔ میرا بدن دیکھے، لذت اٹھائے جو کچھ تو اپنی بیوی سے کرتا ہے وہ سب کچھ کرے بس یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ میری شرمگاہ میں داخل نہ کرے کیونکہ میں بدنامی سے ڈرتی ہوں۔ تو اس آدمی کو کیا کرنا ہوگا؟ انہوں نے کہا: جو شرط ہے اس کو پورا کرے۔ (۴۶۷/۵)

حرام کاری کو جائز قرار دینا

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا ایک آدمی کی لونڈی تھی اس نے زانی بچے کو جنم دیا، مالک ناپسند کرتا ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلائے مگر یہ کہ اس کے لیے جائز ہو۔ ابو عبد اللہ نے کہا اس کو خادم سے حلال کر لو تا کہ دودھ پاک ہو جائے۔ (۴۷۰/۵)

اہم نوٹ

یہ چند نمونے ہیں جو میں نے ذکر کیے ہیں ورنہ کتاب الکافی عورت کی فرج (شرمگاہ) کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ اور یقیناً بعض اشیاء نشر کے قابل نہیں۔ (مثلاً دیکھے۔ ۴۹۷/۵) اور بعض کا ذکر بھی لوگوں کے سامنے نہیں کیا جاسکتا۔ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ نبوت کے ہاں سے ایسے الفاظ صادر ہو سکیں۔

نیکیاں اور درجات بغیر حساب و کتاب

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جس نے ہر روز دس مرتبہ کہا: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له الها واحدا صمدا لم يتخذ صاحبة ولا ولدا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے پینتالیس ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور پینتالیس ہزار گناہ معاف کرتا ہے اور پینتالیس ہزار درجے بلند کر دیتا ہے اور شیطان سے اس کو محفوظ کر دیا جاتا ہے اور اس کو کبیرہ گناہ نقصان نہیں دے سکتے۔ (۵۱۹/۲)

سترھویں فصل

الحاتمہ کلینی کا اعتراف کہ اس کی روایات عقل کے خلاف ہیں

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: آل محمد کی احادیث انتہائی مشکل ہیں ان پر فقط مقرب فرشتے انبیاء و رسل اور وہ بندہ ایمان لاسکتا ہے جس کی آزمائش ہو چکی ہو۔ (۴۰۱/۱)

میں کہتا ہوں: وہی انسان ایمان لاسکتا ہے جس کی عقل کا چراغ گل ہو گیا ہو۔

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے علماء کا علم مشکل ہے اس کو فقط انبیاء و رسل اور مقرب فرشتہ ہی برداشت کر سکتا ہے یا پھر وہ شخص جس کے دل کا امتحان ہو چکا ہو۔ (۴۰۱/۱)

میں کہتا ہوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سنن، معاجم، مسانید میں موجود ہے جو کہ انتہائی آسان اور عام فہم ہے کیونکہ وہ نبوت کے بابرکت مصدر سے نکلا ہے بلکہ اللہ کا کلام انتہائی آسان ترین اور قابل فہم اور سب کے لیے نصیحت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ بات چار دفعہ دہرائی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾ (۵۴/ القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) ”اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔“ پھر سوال یہ کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم مشکل اور اس قدر بھاری کیوں ہے؟

کلینی نے ابو جعفر (علیہ السلام) کی زبانی پہلی حدیث مکمل کرتے ہوئے کہا اور وہ کہتے ہیں (آل محمد کا کلام) اس قدر مشکل اور بھاری ہے کہ دل اس سے تنگ پڑتے ہیں اور تم لوگ اس کا انکار کرتے ہو۔ لہذا اس کلام کو اللہ، اللہ کے رسول اور آل محمد کے علماء کے پاس لے جایا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی اسے آگے بیان کرنے کی کوشش کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ اللہ کی قسم! اس کی اجازت نہیں ہے، اللہ کی قسم! اس کی اجازت نہیں ہے اور یاد رکھو انکار کفر ہے۔ (۴۰۱/۱)

میں کہتا ہوں دیکھیے یہ اپنے جھوٹ و خرافات اور باطل کلام پر اعتراض سے لوگوں کو کیسے ڈرا رہا ہے، کوئی بھی صاحب عقل اس کو پڑھتے ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ کسی عقلمند کا کلام نہیں ہو سکتا اور دل اس پر مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اس لیے وہ ڈرامہ کر رہا ہے کہ اللہ کی قسم! اجازت نہیں ہے، اللہ کی قسم! اس کی اجازت نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن عسکری کی طرف لکھا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں صادق (علیہ السلام) کے اس قول کا کیا مطلب ہے ہماری احادیث مقرب فرشتہ نبی، رسول اور مرد مومن برداشت نہیں کر سکتا ہے جس کا دل امتحانوں اور آزمائشوں سے گزر چکا ہے۔ (اس روایت میں ہے کہ برداشت نہیں کر سکتا جبکہ گزشتہ روایت میں ہے کہ برداشت کر سکتا ہے) تو انہوں نے جواب دیا کوئی فرشتہ، نبی، رسول برداشت نہیں کر سکتا دراصل فرشتہ اس علم کی طاقت برداشت نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ دوسرے فرشتے کے پاس حاضر ہوتا ہے، نبی برداشت نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ دوسرے نبی کے پاس حاضر ہوتا ہے۔ (میں کہتا ہوں اگر اس وقت کوئی دوسرا نبی نہ ہو تو پھر نبی کیا کرے جیسا کہ ہمارے پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہ تھا) اور مومن اس کو برداشت نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ دوسرے مومن کے پاس جاتا ہے۔ (۳۰۲/۱-۳۰۱)

میں کہتا ہوں یہ میری سمجھ سے باہر ہے حتیٰ کہ میں اب دوسرے مومنوں کی خدمت میں یہ پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ ان کو بھی علم ہو سکے اور وہ فیصلہ کر سکیں کہ یہ لوگ کیسے ہیں؟ کیا کوئی صاحب عقل یہ تسلیم کر سکتا ہے، یہ باطل اور جھوٹی روایات وہ اسلام ہے جو اللہ نے ساتویں آسمان کے اوپر سے اتارا ہے۔

آخر میں چند سوال

① جب دین اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام و فرامین کا نام ہے تو کلینی کی کتاب الکافی میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث کیوں موجود نہیں ہیں کیا یہ بات بھی شیعہ کو سوچنے پر مجبور نہیں کر رہی کہ وہ حق بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث اور آپ کی ذات گرامی سے اس قدر غفلت کیوں؟

② کیا ابو عبد اللہ (جعفر صادق) اس قدر افضل ہیں کہ ہم ان کی روایات کو یاد کریں، پڑھیں

اور نشر کریں (کیونکہ کتاب میں اکثر روایات ان سے ہی منقول ہیں) اور ہم رسول اللہ (ﷺ) کی احادیث، آپ کی ذات گرامی اور آپ کے فرامین کو یکسر بھول جائیں اس بے اعتنائی، بے رخی اور دوغلی پالیسی کا آخر کیا مطلب ہے؟

③ کتاب میں اکثر روایات ابو عبد اللہ (جعفر صادق) سے پھر ان کے باپ محمد الباقر سے ہیں۔ پھر ان کے بیٹے موسیٰ بن جعفر سے ہیں۔ پھر ان کے بیٹے علی بن موسیٰ سے ہیں۔ تو پھر محمد الجواد، علی البہادی اور حسن عسکری کی روایات کہاں ہیں؟ حالانکہ شیعہ کے ہاں وہ معصوم ائمہ ہیں یہ لوگ علم و فضل اور مرتبہ میں ان کے برابر ہیں، ان لوگوں کا علم کہاں ہے۔

④ مہدی کا علم اور ان کی روایات کہاں ہیں؟ جن کے ذریعے بقول شیعہ دین کی حفاظت ہوئی اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین تباہ و برباد ہو جاتی۔

⑤ علی بن ابی طالب (ؓ) کی روایات کہاں ہیں؟ سیدہ فاطمہ (ؓ)، حسن و حسین (ؓ) کی روایات کہاں ہیں؟

کیا کسی شیعہ کے پاس کوئی معقول جواب ہے؟

المؤلف

بابل (عراق) محلہ مہند سین ۱۹۹۵